جزائے عشق

ناول 3

طلب صادق کی بینظیر داستان

جویائے حق

حصۂ سوم

جس میں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری بطور ناول لکھی گئی ہے

مصنفہ
جناب مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

ملنے کا پتہ سلطان حسین تاجر کتب و پبلشر ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی ۳

قیمت ۸ عہ



گھر بیٹھے تصدیق نبوت

اب استفانوس اور اس کے تمام رفقا کھلے مسلمان تھے۔ دین کی تبلیغ کرتے۔ ہدایات اسلام کے مطابق نماز و عبادت میں مصروف رہتے اور ہر وقت منتظر رہتے کہ حضرت سلمان فارسی کا کوئی اور خط آئے اور بارگاہ نبوی کے حالات معلوم ہوں اس انتظار میں چھ سات مہینے گزر گئے اور جناب سلمان کا کوئی خط نہیں آیا۔ عرب کے آنے جانے والوں سے جناب رسالت ﷺ کے کچھ کچھ حالات کبھی کبھی معلوم ہو جاتے مگر ان پر بھروسہ نہ ہوتا۔ اسی اثنا میں نصرانی قبیلہ بنی طے کا ایک گروہ آ کے خانقاہ میں ٹھہرا۔ یہ لوگ اس کنیسے اور خانقاہ کو مسیحیت کا مرکز و مرجع سمجھ کے آئے تھے۔ مگر جب دیکھا کہ سارے اہل خانقاہ مسلمان ہیں تو نہایت گھبرائے اور اسی وقت بھاگنے کا ارادہ کیا۔

ان لوگوں کو واپسی پر تیار دیکھ کے استفانوس نے ان سے آ کے ملا اور پوچھا کہ آپ لوگ کیوں آئے؟ اور کیوں واپس چلے؟ بنی طے میں سے ایک شخص نے بڑھ کے کہا کہ ہم مسیحی ہیں اور یہ سمجھ کے آئے کہ یہاں پناہ ملے گی

لیکن آ کے جو دیکھا تو آپ سب صاحبوں کو مسلمان پایا۔ جس مذہب سے ہمیں سخت نفرت و عداوت ہے۔

استفانوس:۔ آپ کو نفرت و عداوت ہو۔ مگر ہمیں آپ سے مخالفت نہیں اور یہ خانقاہ ہر مذہب کے لوگوں کیلئے عام طور پر کھلی ہوئی ہے۔ آپ کو یہاں تکلیف نہ ہو گی۔ اور ہم لوگ گو کہ مسلمان ہیں۔ مگر آپ کی خدمت گذاری کے لئے تیار ہیں اور اس خدمت کو اپنا دینی فرض سمجھتے ہیں۔ مہمان چاہے کسی کیش و آئین کا ہو ہم اُس کے خادم ہیں۔"

طائی شخص:۔ مجھے کیونکر یقین آئے؟ آپ تو محبت کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کے پیغمبر کا یہ حال ہے کہ ہمارے گھر لوٹ لئے ہمیں تباہ و برباد کر دیا۔ اور ہماری عورتیں پکڑ لیں۔ اس سے بڑھ کے کیا ہو گا کہ میں اپنے علاقے کا بادشاہ اور عرب کے نامور فیاض حاتم طائی کا بیٹا عدی ہوں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ مگر اس مدعی نبوت شخص کے لوگ میری بہن کو لونڈیوں کی طرح پکڑ کر لے گئے ہیں۔

استفانوس۔ آپ کو اس میں کچھ غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔ حضرت رسول خدا صلعم نہ بے رحم ہیں اور نہ غیر منصف۔ آپ یہاں چند روز قیام کریں۔ عرب کے اکثر قافلے ادھر سے گذرتے رہتے ہیں۔ ہفتے عشرہ ہی میں معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی ہمشیرہ کے ساتھ مدینۂ یثرب میں کیا برتاؤ ہوا۔

عدی کو اپنی بہن سے بڑی محبت تھی اور اس کے فراق میں بیتاب تھا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ یہاں ٹھہرنے میں اُسکی خیریت اور حالات کے جلدی معلوم ہونے کی امید ہے تو خانقاہ بحیرا میں ٹھہر گیا۔ اور اس سے استفانوس سے روز صحبت

رہنے لگی۔ اسے حیرت تھی کہ سرزمین شام میں اس پُرانی مشہور خانقاہ کے لوگ سب کے سب کیسے مسلمان ہو گئے۔ دو چار دن تک اس سوال کو دل میں دبائے رہنے کے بعد آخر استفانوس کے سامنے پیش ہی کر دیا اور اس نے ساری سرگزشت اول سے آخر تک بیان کر دی۔ ان باتوں نے اس کے دل پر بہت اثر کیا۔ تاہم اپنی تباہی اور اپنی بہن کی اسیری کی وجہ سے اس کا دل مسلمان ہونے کو قبول نہ کرتا تھا۔

اب اسے یہاں ٹھہرے تقریباً دو مہینے ہو گئے۔ اس مدت میں عرب کا کوئی قافلہ نہیں آیا جس میں جا کے اس نے اپنے گروہ اور اپنی بہن کی خیریت نہ دریافت کی ہو۔ مگر کسی سے کچھ سراغ نہ لگا۔ اب اس کے دل میں یاس و ناکامی کے صدمے کو غلبہ ہونے لگا تھا۔ کہ ایک دن کیا دیکھتا ہے کہ خاص اس کی قوم یعنی بنی طے کا ایک بہت چھوٹا قافلہ آ کے اس خانقاہ کے باغ میں ٹھہرا۔ عدی فوراً دوڑا گیا۔ اپنے لوگوں سے مل کے خوش ہوا۔ اور اپنی بہن کا حال پوچھنے کے لئے اس کا نام ہی زبان سے نکالا تھا کہ وہ خود دوڑ کے اس سے لپٹ گئی اور اپنی گزشتہ مصیبتوں کا خیال کر کے زار و قطار رونے لگی۔ پہلے تو عدی کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے مگر تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنے اور بہن کے آنسو پونچھے۔ اسے ساتھ لے کے اپنی قیام گاہ میں آیا۔ اتفاقاً استفانوس کو بیٹھا پایا۔ اس سے بہن کو ملا کے کہا۔ دیکھئے حضرت یہی میری بہن سفانہ ہے جس کو آپ کے پیغمبر کے لوگ پکڑ لیگئے تھے اور اب خدا جانے کیونکر اُن کے ہاتھ سے چھوٹ کر آئی ہے۔

استفانوس۔ "تو آپ نے ان سے پوچھا نہیں کہ وہاں ان پر کیا گزری؟"

عدی - ابھی تو نہیں پوچھا مگر اب آپکے سامنے پوچھتا ہوں (سفانہ سے) بہن تم پر اس صابئی شخص نے جو جور و تشدد کئے ہوں ان کو صاف صاف بیان کرو اور بتاؤ کہ تمہیں اس کے دست ستم سے کیسے نجات ملی۔

استفانوس :۔ "محترم خاتون میں بھی آپ کے حالات کا نہایت مشتاق ہوں اول سے آخر تک جتنے واقعات گزرے ہوں سب صحیح صحیح بیان کر دیجئے۔"

سفانہ (استفانوس سے) سنئے ہم اپنے قبیلے کے پڑاؤ میں سلمیٰ اور اجا پہاڑوں کے درمیان عیش و آرام اور اطمینان و فارغ البالی سے رہتے تھے اور ہماری قوم اپنے دیوتا فلس کو پوجا کرتی تھی۔ میں میرے بھائی اور چند اور معززین قبیلہ تھوڑے دنوں سے مسیحی ہو گئے تھے مگر ساری قوم آباؤ اجداد کے دین پر تھی ارض حجاز کے ان مدعی نبوت نے اپنے چچازاد بھائی علیؓ کو بھیجا کہ ہمارے علاقے میں آکے ہمیں توڑیں ہاریں فلس کی مورت کو توڑ ڈالیں۔ ہمیں ان کے دین کی طرف بلائیں اور اگر ہم نہ قبول کریں تو ہم سب کو گرفتار کر لیجائیں۔ وہ ایک زبردست گروہ کے ساتھ آئے۔ ہمیں شکست دی۔ لوٹا مارا قتل کیا ہماری عورتوں اور بچوں کو اسیر کر لیا۔ شاہ غسان حارث بن شمر نے مخذم اور رسوب نام جو بنظیر تلواریں فلس کی مورت پر چڑھائی تھیں اور اسکی کمر میں لٹکتی رہتی تھیں۔ ان کو لیا اور مدینہ کی راہ لی۔ ان کے اسیروں میں مَیں بھی تھی وہاں جب میں ان پیغمبر کے سامنے پیش کی گئی تو میں نے رو رو کے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے والد حاتم طے مشہور فیاض عرب تھے۔ وہ دنیا سے سدھار گئے جو آجکل میرا خبر گیراں اور والی تھا وہ آپکے بہادروں کے خوف سے بھاگ گیا۔ میں بالکل بیکس اور بے انیس ہوں۔ اس لئے آپ میرے حال پر رحم کریں خدا آپ پر رحم

کریگا۔ اُنہوں نے پوچھا تمہارا حامی و مددگار کون تھا۔ میں نے کہا عدی بن حاتم۔ کہا وہی جو خدا و رسول سے بھاگا ہوا ہے۔ اس کے بعد اُنہوں نے مجھ پر ترس کھایا میرے حال پر شفقت کی اور اپنے ابن عم علی کی طرف اشارہ کر کے کہا ان سے راحلہ وزادراہ لو اور واپس جاؤ۔ میں نے علیؑ سے جو مجھے اسیر کر کے لائے تھے یہی التجا کی تو اُنہوں نے مجھے سواری کو اونٹ دیا۔ کپڑے پہنائے۔ زادراہ ساتھ کیا اور واپسی کی اجازت دی۔ میری خاطر سے اُنہوں نے میرے بعض رفقا بھی چھوڑ دیے جن کے ساتھ میں وطن میں آئی۔ وہاں سنا کہ بھائی ملک شام میں بھاگ گئے ہیں۔ تو میں نے بھی شام کا ارادہ کر دیا۔ اور یہاں آ کے ان سے ملی۔"

عدی:"تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ظالم و جابر نہیں بلکہ عادل و رحیم ہے۔ خیر تو اب تم کیا چاہتی ہو؟ میں یہیں شام میں پڑا رہوں یا گھر واپس چلوں"

سفانہ:"بھائی میرے نزدیک تو تم نے پہلے ہی غلطی کی جو بے سوچے سمجھے لڑے اور سرکشی کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اگر تم یثرب میں چلے جاتے اور ان پیغمبر سے مل کے اطاعت قبول کر لیتے تو کاہے کو یہ تباہی آتی؟ نہ میں اسیر ہوتی نہ تم بے خانماں ہوتے!"

عدی:" تو پھر اب بتاؤ میں کیا کروں؟"

سفانہ۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم مجھے یہیں چھوڑ کے سیدھے مدینے میں جا کے ان فتحمند سردار حجاز سے ملو۔ اور بلا تامل اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لو۔ اور دل میں یہ خیال کر لو کہ اگر یہ اپنے دعوے کے مطابق نبی برحق ہیں تو جس قدر جلد ہو سکے سو کام چھوڑ کے انکی پیروی کرنی چاہیے اور اگر نبی نہیں بادشاہ ہیں

تو بھی اپنی عزت برقرار رکھنے کے لئے اس کا ساتھ دینا اور ان کی اطاعت کرنا ہی مناسب ہے۔ صرف زبان سے اطاعت قبول کر کے تم عزت و حرمت و شان و شوکت سے اپنی زمین اور اپنے قبیلے کے حاکم بنے رہو گے۔"

بہن کی یہ تجویز سن کے عدی نے استفانوس سے پوچھا کہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا "آپ میری رائے کیا پوچھتے ہیں؟ میرے نزدیک تو یہی داعی حجاز سب سے بڑے ناموس الٰہی اور خاتم المرسلین ہیں اور بغیر ان پر ایمان لائے جو گھڑی گزرے وہ کفر، ضلالت اور گمراہی و بے دینی کی زندگی ہے۔ مگر آپ کے مزید اطمینان کے لئے میں بھی مشورہ دیتا ہوں کہ اپنی نیکدل ہمشیرہ کو میری حفاظت میں چھوڑ کے آپ فوراً مدینہ طیبہ میں جائیں حضرت رسول خدا سے ملیں اور دیکھیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ چند روز اُن کی خدمت میں رہ کے جی چاہے اسی خانقاہ میں واپس چلے آیئے گا جی چاہے وہیں ٹھہر کے مجھے اپنے حالات اور ارادہ سے مطلع کیجئے گا۔ وہاں سے اگر آپ ارض طے میں واپس جائیں گے تو میں سفانہ کو پوری حفاظت کے ساتھ وہیں پہنچا دونگا اور یہاں آئیں تو اپنی بہن کو ہمراہ لے جایئے گا۔

عدی نے اس رائے کو قبول کیا۔ بہن کو استفانوس کے پاس چھوڑا اور خود چند رفقا کے ساتھ ارض یثرب کی راہ لی۔ روانہ ہوتے وقت بہن اور استفانوس سے فوراً اپنے حالات لکھنے اور خط بھیجنے کا وعدہ کرتا گیا۔ اس کے جانے کے بعد سفانہ استفانوس کی کفالت میں نہایت ہی عزت و آرام کی زندگی بسر کرتی تھی۔ بھائی کے انتظار میں روز روز دن گنا کرتی تھی اور استفانوس کو بھی عدی کے حالات سے نہ تعلق خاطر تھا اس کے جانے کے تین مہینے بعد ایک عربی قافلہ آیا جس میں سے ایک شتر سوار خانقاہ

کے اندر آیا اور عدی کا خط جو چمڑے پر تھا اور ایک نکئے کی وضع میں لپٹا ہوا تھا،
استفانوس کے ہاتھ میں دیا۔ استفانوس نے شتر سوار کو خانقاہ میں جگہ دی اور
وہ وقت خط لیکے سفانہ کے پاس آیا جس کے سامنے کھول کر پڑھنے لگا۔ عبارت حسب ذیل تھی

عدی بن حاتم کا پہلا خط استفانوس کے نام

از جانب عدی بن حاتم بنام استفانوس مقتدائے خانقاہ اعظم بصری۔

حضرت رب العزت کی حمد و ثنا کرنے اور حضور رسالت پر درود و سلام بھیجنے کے بعد التماس ہے کہ آپ سے رخصت ہوکر میں ایک مہینے کے اندر خیریت و اطمینان سے مدینہ یثرب میں پہنچ گیا اور سیدھا مسجد نبوی کو جا رہا تھا کہ راستہ ہی میں زیارت حضرت رسالت سے شرفیاب ہو گیا۔ عرض نہیں کر سکتا کہ چہرہ مبارک پر مجھے کس شان کا جمال ربانی اور کیسا جلال رحمانی نظر آیا۔ میں نے سامنا ہوتے ہی سلام کیا۔ دریافت فرمایا "تم کون ہو؟" میں نے اپنا نام اور پتہ بتایا۔ سنکر آپ نے ساتھ آنے کا حکم فرمایا اور نہایت خاموشی و متانت سے اپنے رحمت خانہ فیض کاشانہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں ایک ضعیف و ناتواں بڑھیا ملی جس نے روک کر آپ پر اپنی تکلیف و احتیاج ظاہر کی آپ دیر تک اُسے تسلّی و تشفی دیتے رہے اور جب اسے بشاش و شگفتہ بنالیا تو آگے بڑھے۔ میں نے دل میں کہا، یہ شان تو شاہی و فرمان روائی کی نہیں ہو سکتی۔ اب میں آپکے مکان پر پہنچا تو آپنے مجھے تکیے کے پاس فرش پر بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھ گئے یہ دیکھکر پھر میں نے اپنے دل میں کہا " بھلا یہ بادشاہ کا کام ہے، ہرگز نہیں۔ بادشاہوں میں کبر و نخوت ہی یہ فروتنی کہاں اس سوچ میں تھا کہ آپ نے میری طرف متوجہ ہوکر

فرمایا عدی تم رعایا سے مرباع (یعنی پیداوار کا چوتھائی حصہ) محصول میں لے لیا کرتے
ہو حالانکہ یہ سخت گیری تمہارے دین میں بھی جائز نہیں ہے اور شاید یہی چیز تم کو
دین اسلام قبول کرنیسے بھی روکتی ہے اسکے بعد فرمایا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے پاس دولت
کی کسقدر کمی ہے اور دشمنوں کی کتنی کثرت ہے مگر خدا کی قسم تم عنقریب ہم میں
مال و دولت کی اس قدر زیادتی و کثرت دیکھو گے کہ دینے کو بہت ہو گا مگر لینے
والا نہ ملتا ہو گا۔ اور امن وامان کی یہ حالت ہو گی کہ تم سنو گے ایک عورت نے اپنی
اونٹنی پر بیٹھکر تنہا سفر کیا، قادسیہ کی چلی ہوئی خانہ کعبہ کی زیارت کو آئی اور راستے بھر
اسے سوائے خدائے تعالیٰ کے خوف کے نہ چور کا کھٹکا تھا نہ رہزن کا دھڑکا۔
اسی قدر نہیں تم سنو گے کہ بابل کے سفید سفید قصر فتح ہو گئے، یہ ارشاد رسالت
سُن کر میرے دل میں پیروی حق کا نہایت جوش پیدا ہوا۔ اور میں نے فوراً کلمۂ
توحید پڑھکر اسلام قبول کر لیا۔

میرے مہربان دوست استفانوس میں آپ کا اور اپنی نیک نفس بہن کا شکر
گزار ہوں کہ مجھے منزل حق تک پہنچنے کا راستہ بتایا اور میرے دل میں نور نبوت کی
کی زیارت کا شوق پیدا کیا۔ اب مجھے اختیار ہے کہ چاہوں اپنی قوم اور اپنی سرزمین
میں بیٹھ کے آزادی و قوت کے ساتھ حکومت کروں اور سوا حضرت رب العزت جل
جلالہ کے اور کسی سے نہ ڈروں اور چاہوں یہاں آستان رسالت پر ٹھہر کر جلال
نبوت اور ہدایت تبلیغ کی شان دیکھوں اور انھیں چند روز کے اندر ایسا کچھ دیکھ
لیا کہ خدا کی شان نظر آنے لگی۔ لوگوں سے سنتا ہوں کہ ابتدائے بعثت میں
قریش اور اہل مکہ نے آپکو بہت ستایا طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں اور جان سے

تک کے درپے ہوگئے۔ یہاں آنے کے بعد آپکے ساتھ یہود نے دشمنیاں ہوئیں
اور بدعہدیاں کیں جن سے آپ کو تکلیف ہوئی۔ مگر یہ سب گزری باتیں ہیں۔ اب یہیں
عجیب شان اور بالکل نئی طرح کی آن بان دیکھ رہا ہوں۔ فقیری میں بادشاہی اور بادشاہی
میں فقیری۔ زمین کا تخت ہے اور آسمان کا چتر۔ ملائکہ کی فوجیں ہیں۔ اور جلال ربانی کا
رعب داب اطاعت کرنے والوں میں خلوص ہے اور صدق عقیدت جس کی وجہ سے
آگے پیچھے ہر حال میں ان کی ایک ہی حالت رہتی ہے۔ قرآن کا فرمان اور احکام ربانی
کا قانون جاری ہے جس کی تعمیل امیر غریب ادنیٰ اعلیٰ مرد عورت سب پر یکساں واجب
ہے اور وہ خود بھی اس کے ویسے ہی پابند و جوابدہ ہیں۔ جیسا کہ کوئی ادنیٰ غلام ہوگا۔
پرانی بداخلاقیاں دور ہو گئیں۔ اگلے مظالم فنا ہوگئے۔ اب تو سب ایک رنگ میں رنگے
ہوئے ہیں۔ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور محبت و خلوص اور شفقت و مرحمت
کا جلوہ ہر طرف نمایاں ہے۔ اسکی برکت یہ ہے کہ اقطار و امصار کے قافلے مدینۃ
النبی کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ دور دور کے قبائل اپنے ایلچیوں اور وکیلوں کو
بھیج بھیج کر اظہار اسلام و اقرار اطاعت کر رہے ہیں اور جو شمع توحید مکے اور مدینے
میں روشن تھی اسکی روشنی سے ہزاروں شمعیں سرزمین عرب کے پہاڑوں اور صحراؤں
میں روشن ہوتی چلی جاتی ہیں۔ ایسا نظر آتا ہے کہ ساری سرزمین عرب آپکے قدموں
کے نیچے ہے اور تمام سرکش و تند خو قبائل نے علم توحید کے آگے سر اطاعت جھکا دیا ہے
اصل یہ ہے کہ تمام قبائل عرب قریش کی مخالفت کو دیکھ رہے تھے اور دل
میں ٹھہرا لیا تھا کہ جب تک قریش لڑ رہے ہیں ہم علیحدہ رہیں گے۔ لیکن اگر قریش اور
اہل مکہ نے اطاعت قبول کر لی تو ہم بھی فوراً سر انقیاد جھکا دیں گے۔ اب چونکہ

سارے قریش مسلمان ہو گئے اور خانہ کعبہ میں سے سطوت توحید نے بتوں کو نکال کے پھینک دیا تو سارے عرب کا رُخ اسلام کی طرف پھر گیا۔ اور اب یہ حالت ہے کہ ہر قبیلہ چاہتا ہے کہ پہلے وہی آستان نبوت پر حاضر ہو کے اظہار عقیدت و اطاعت کرے۔ اس کا تماشا میں روز دیکھا کرتا ہوں اور بعض خود سر بدتمیز اور سرکش قبائل کے آنے کی عجیب شان ہوتی ہے مگر حضرت رسالتؐ کو میں دیکھتا ہوں کہ آپ انھیں کے مذاق اور اُنھیں کی خواہش کے مطابق جواب دیتے اور عمل فرماتے ہیں ان سے چاہے کیسی ہی بدتمیزی و نخوت ظاہر ہو آپ اپنی وضع سے ایک قدم کبھی باہر نہیں نکالتے۔

ایک دن میں سادے دربار نبوت میں خاموش بیٹھا تھا کہ بنی اسد کے چند وکلا آئے اور قبل اس کے کہ کوئی تمیزداری اور انسانیت کی بات کریں کھڑے ہی کھڑے کہنے لگے:۔ "اے پیغمبر قبل اس کے کہ تو کسی کو ہمارے پاس سے بھیجے ہم خود ہی آ گئے۔" آپ نے خاموشی سے انکے کہنے کو بے عذر اور بغیر ناگواری کے سن لیا اور اُنھیں دین کی تعلیم دیکر رخصت فرمایا۔ ادھر ان کے جاتے ہی خدائے لم یزل نے بذریعہ وحی آپکو بتایا کہ "اے رسولؐ یہ لوگ اپنے اسلام قبول کرنے کا تم پر احسان رکھتے ہیں۔"

اسی سلسلے میں میں نے دیکھا کہ قبائل بلی۔ بہرا۔ بکا۔ بنی فزارہ وغیرہ اور زرائین اور ثعلبہ بن منقذ کے لوگ حاضر ہوئے اور دولت ایمان سے شرفیاب ہو کے واپس گئے مگر بنی تمیم کے وکیلوں کے آنے کی شان ہی اور تھی یہ عجیب خود پرست و متکبر و سرکش قبیلہ ہے جو اپنے آگے کسی کی ہستی نہیں سمجھتا۔ ان لوگوں کے ساتھ اُن کا فصیح البیان خطیب عطارد اور اُن کا شاعر زبرقان بھی تھا۔ آپ اپنے حجرے میں تھے کہ یہ سب لوگ بلائے ناگہانی کی طرح مسجد میں گھس پڑے اور چلا چلا کے پکارنا

شروع کر دیا۔ "محمد نکلو" "محمد نکلو!" اُنکی یہ گستاخانہ بدتمیزی آپکو ناگوار تو ہوئی۔ مگر فوراً نکل آئے۔ قبل اس کے کہ آپ کچھ ارشاد فرمائیں وہ لوگ بے تکان کہنے لگے۔ "محمد آؤ ہم میں تم میں فخر و مباہات میں مقابلہ ہو جائے دیکھیں کون بڑھا رہتا ہے ہم اپنے خطیب اور شاعر کو ساتھ لیتے آئے ہیں اُنھیں زبان کھولنے کی اجازت دو" آپ نے اجازت دی اور عطارد نے کھڑے ہو کے یہ تقریر کی "اس خدا کی حمد و ثنا جو ہم پر فضیلت رکھتا ہے جس نے ہمیں بادشاہ بنایا ہمیں بہت سی دولت دی جس سے ہم اچھے اچھے کام لیتے ہیں۔ اور ہمیں تمام اہل مشرق سے افضل اور شمار میں سب سے زیادہ کیا۔ لہٰذا جو کوئی ہمارے سامنے اپنے قبیلے پر فخر کرتا ہو وہ ہمارے برابر آدمی گنوائے" رسول خدا صلعم نے انکی یہ خود ستائی سُن کے صحابہ میں سے ثابت بن بن قیس کو حکم دیا کہ اس تقریر کا جواب دو۔ ثابتؓ نے حسب فرمان رسالتؐ اُٹھ کے یہ تقریر کی "اس خدا کی حمد و ثنا جس کے یہ آسمان و زمین ہیں۔ ان کو پیدا کیا اور ان میں اپنا حکم جاری کیا۔ اور اسکی کرسی نے اُس کے علم کو وسیع کیا اور کبھی کوئی چیز بغیر اس کے فضل کے نہیں پیدا ہوئی پھر اس کے بعد اسکی یہ قدرت تھی کہ ہم میں بادشاہ بنائے اور اپنے بہترین مخلوقات میں سے ایک پیغمبر کو برگزیدہ کیا جو نسب میں سب سے اچھا۔ گفتگو میں سب سے سچا اور حسب میں سب سے بہتر ہے اس پر اپنی کتاب نازل کی اور اسے اپنے بندوں کا امین بنایا۔ لہٰذا وہ پیغمبر وہ شخص ہے جسے خدا نے اپنے تمام بندوں میں منتخب کیا ہے وہ لوگوں کو ایمان کی طرف بُلانے لگا۔ جس پر اس کی قوم اور اس کے قرابت داروں میں سے مہاجرین ایمان لائے جو نسب میں سب سے اچھے عزت میں سب سے بڑے اور نیکوکار ہیں۔ پھر اُن کے بعد جن لوگوں نے

سب سے پہلے دین کی دعوت قبول کی وہ ہم ہیں جو خدا کے انصار اور اس کے پیغمبر کے وزیر و مشیر ہیں۔ ہم تمام لوگوں سے برابر لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ ایمان لانا قبول کریں۔ جو کوئی خدا و رسول پر ایمان لائیگا اس کے جان و مال محفوظ ہیں اور جو کوئی کفر و سرتابی کریگا اس کے مقابل ہم خدا کے لئے ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔ اور اس کا قتل کرنا ہمارے لئے آسان ہوگا۔ بس السلام علیکم"

اس تقریر نے ان کے دعوے اور غرور کو بہت کچھ توڑا مگر بولے "اب ہمارے شاعر کو بھی شعر خوانی کی اجازت دو" آپ نے اسے بھی اجازت دی اور زبرقان نے کھڑے ہو کے آٹھ شعر پڑھے جن میں بجز اپنے اوپر فخر و ناز کرنے اور اپنی خوبیوں اور فیاضیوں کی تعریف کے کچھ نہ تھا۔ اس کے جواب کے لئے آپ نے حسان بن ثابت کو بلا بھیجا جو اس وقت موجود نہ تھے۔ حکم ہوتے ہی وہ فوراً حاضر ہوئے اُن کے اشعار سُنے اور اُسی بحر و قافیہ میں برجستہ اور فی البدیہہ تیرہ شعر پڑھے جس کا ماحصل یہ تھا: "اصلی شرافت و فضیلت کا مستحق آل فہر کا وہ گروہ ہے جو دشمنوں کو ضرر اور دوستوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ خدا پرست اور نکوکار اس سے خوش ہیں۔ وہ گناہوں سے بچا ہے۔ طمع سے پاک ہے پروس والوں پر مہربان ہے۔ اُنکا ہر شخص مہربانی کے وقت نرم اور لڑائی کے وقت شیر ہے اور سب سے مکرم وہی قوم ہو سکتی ہے جس کا سردار خدا کا رسول ہو اور تمام خواہشات نفسانی اس سے دور ہو گئی ہوں۔ لہذا سب سے افضل و اشرف یہ قبیلہ ہے"۔

یہ نظم سُننے کے بعد اس گروہ بنی تمیم کے سردار اقرع بن حابس نے کہا "یہ شخص موید من اللہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کا خطیب ہمارے خطیب سے اچھا اور اس کا

شاعر ہمارے شاعر سے بڑھا ہوا ہے۔" اب ان سب نے اسلام قبول کیا۔ اور اخوت دینی میں شریک ہو کے واپس گئے۔

انہیں دنوں شاہان حمیر کی تحریریں یمن سے آئیں جن میں انہوں نے اسلام قبول کرنے کا اقرار کیا تھا حضرت رسول اللہ صلعم نے ان کو احکام اسلام لکھوا کے بھیج دئے۔ جس تحریر کے ذریعہ سے ان کو معلوم ہو گیا کہ خدا پرستی و توحید اختیار کرنے کے بعد انہیں کون کام کرنے اور کون نہ کرنے چاہئیں۔

ایک اور روز میں حاضر تھا کہ قبیلہ اسعد بن بکر کا ایک گروہ آیا جن کا سردار ضمام بن ثعلبہ تھا اس نے حاضر ہوتے ہی شریعت اسلام کو دریافت کیا۔ آپ نے احکام شرع توحید ارشاد فرمائے۔ اس نے فوراً دین قبول کر کے ان احکام کی پابندی کا اقرار کیا۔ اور واپس گیا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا" یہ شخص اگر وعدے میں سچا ہے تو اسکی نجات ہو گئی۔" اس کے بعد ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ خبر آئی ضمام جیسے ہی اپنے قبیلہ میں پہنچا تمام بنی سعد اس کے پاس جمع ہوئے اور حالات پوچھے۔ ضمام نے جواب میں جو پہلے الفاظ زبان سے نکلے یہ تھے کہ" برے ہیں لات اور عزیٰ!" (یہ دونوں بت بت پرستان عرب کے قومی دیوتا اور مشہور معبودان باطل ہیں۔ اور ان کے عقیدے میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ جو کوئی ان کو برا کہے گا اسے کوڑھ اور جنون ہو جائے گا) سب نے کہا کیا غضب کرتے ہو کوڑھی اور دیوانے ہو جاؤ گے۔" ضمامؓ نے کہا" شامت زدو یہ دونوں بت نہ کسی قسم کا فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر۔ خدا نے اپنا ایک پیغمبر مبعوث کیا اس پر اپنی ایک کتاب نازل کی۔ اور تم سب کو اس ضلالت و جہالت سے نجات دلا دی۔" یہ کہہ کے انہوں نے بتایا

کہ میں رسول اللہ پر ایمان لاچکا اور مسلمانوں میں شامل ہو گیا۔ یہ سنتے ہی سارا قبیلہ بلاتامل دوڑ دوڑ کے ان کے ہاتھ پر ایمان لانے لگا۔ اور غروب آفتاب کے وقت ان میں نہ کوئی مشرک مرد باقی تھا۔ نہ کوئی مشرکہ عورت۔

اب آپ کو مدینے میں تشریف لائے نو برس پورے ہونے کو ہیں۔ سال کا پچھلا مہینہ حج کیلئے مخصوص اور مقرر ہے اگرچہ مکہ فتح ہو چکا ہے اور وہاں اسلام کی حکومت ہی مگر آپ کو اس سال بنفس نفیس حج کیلئے جانا مناسب نہیں معلوم ہوا۔ چنانچہ آپ نے اپنے پرانے رفیق وانیس ابو بکر صدیق کو امیر حج یعنی تمام حاجیوں کا سردار مقرر فرما کے روانہ کیا اور جتنے لوگ مدینے سے حج کو جانیوالے تھے۔ ان کے ساتھ گئے۔ انکے جانیکے بعد آپ نے اپنے ابن عم اور داماد علی مرتضیٰ کو بھیجا کہ وہاں جاکر موسم حج میں تمام حاجیوں کو سورہ براۃ پڑھ کے سنا دیں جو اس موقع پر آسمان سے نازل ہوئی تھی۔ اور اسکے ذریعے سے موحدین اسلام کو خانہ کعبہ اور حج کے متعلق خاص خاص احکام بتائے گئے تھے۔ ابو بکر صدیقؓ مقام ذی الحلیفہ تک پہنچے تھے کہ جناب علی ان سے جاملے اور بتایا کہ میں اس خدمت کے انجام دینے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ ابو بکر صدیقؓ کو خیال ہوا کہ شاید مجھ پر آسمان سے کوئی عتاب ہوا ہے۔ اس لئے تن تنہا خدمت رسالت میں واپس آئے اور عرض کیا کہ "یا رسول اللہ میرے متعلق خدا نے کوئی حکم آسمان سے اُتارا ہے؟" فرمایا "نہیں۔ لیکن تبلیغی امور میں ضرورت ہے کہ یا تو میں خود ان کی تبلیغ کروں یا ان کی تبلیغ کوئی ایسا شخص کرے جو میرے قرابت داروں میں سے ہو۔ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ غار میں میرے مونس تھے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہوگے؟" عرض کیا "میں ہر حال میں راضی ہوں" حکم دیا "تو جاؤ۔"

امیر حج تم ہی رہو گے اور سورۂ براۃ کی تبلیغ علیؓ کریں گے۔ یہ سنکر ابو بکرؓ پھر چل کھڑے ہوئے وہاں پہنچکر مسلمانوں نے حسب ہدایت نبوی اور مشرکوں نے اپنے قدیم رواج کے مطابق حج کیا اور حضرت علیؓ نے خاص عید الضحےٰ کے روز مجمع عام میں سورۂ براۃ سنائی اور اس کے ساتھ ہی اس سورت کے احکام کے مطابق اعلان فرمایا کہ مشرکین کیلئے حج کا یہ پچھلا برس ہے۔ سال آئندہ نہ کوئی مشرک حج کرنے پائیگا اور کوئی ننگا، آدمی خانہ کعبہ کے گرد طواف کر سکے گا "

جناب استفانوس یہ آپکی سمجھ میں نہ آیا ہوگا کہ لوگوں کو برہنہ طواف کرنیکی کیوں ممانعت کی گئی۔ مکے میں قدیم الایام سے رواج چلا آتا ہے کہ باہر کے قبائل میں سے جو لوگ حج کو آئیں اُن کپڑوں میں طواف کعبہ نہ کریں جن کو گھر سے پہن کر آئے یا گھر سے لائے ہوں۔ ان کے لئے لازم ہے کہ وہی کپڑا پہن کے طواف کریں۔ جو مکہ کے رہنے والوں یعنی قریش سے ملا ہو۔ چنانچہ اب یہ امر قریش کی آمدنی کا بڑا بھاری ذریعہ بن گیا ہے اور وہ حسب دلخواہ معاوضہ لیکے طواف اور حج کیلئے لوگونکو لباس دیتے۔ اور حج کے بعد واپس لے لیتے ہیں۔ مگر حج میں بہت سے غریب لوگ بھی آتے ہیں جن کے پاس دینے کو کچھ نہیں ہوتا۔ وہ مجبوراً اپنے کپڑے اتار ڈالتے ہیں۔ آگے پیچھے ہاتھ رکھ کے برہنہ طواف کیا کرتے ہیں اور عموماً حج میں یہ فحش تماشا نظر آتا ہے کہ بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں ننگے مادرزاد خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہے ہیں " نوجوان لوگ یہ تماشا دیکھ کے ہنستے اور مسخرہ پن کرتے ہیں۔ اس سورۃ میں اُسکی قطعی ممانعت کر دیگئی اور عام اجازت ہو گئی کہ لوگ انہیں کپڑوں میں حج و طواف کریں جن کو پہن کے گھر سے آئیں۔

اسی سلسلہ میں اس بات کا بھی اعلان کر دیا گیا کہ جن لوگوں سے رسول اللہ صلعم سے کوئی معاہدہ ہو وہ اسی مدت تک قائم رہے گا جو اس معاہدے میں رکھی گئی ہے اور اس مدت کے گذرتے ہی ختم ہو جائیگا"

اب چونکہ تمام ممالک عرب علم توحید کے آگے سر جھکا چکے ہیں اس لئے آپنے اسی زمانے میں اپنی طرف سے والی مقرر فرما کے ہر جگہ روانہ فرمائے۔ تاکہ صدقے اور جزیے کی رقم وصول کریں اور لوگوں میں اسلام کا قانون الٰہی جاری کریں۔

لیکن ان دنوں میں نے جو سب سے زیادہ حیرت ناک واقعہ اور حضرت رسالت کی رحمدلی و ہمدردی کا عجیب و غریب نمونہ دیکھا یہ ہے کہ میں ایک دن مسجد میں خدمت فیض میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے حاضر ہو کے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے والد عبداللہ بن ابی بن سلول مر گئے۔ اپنا کوئی کرتہ مرحمت فرمائیے کہ انھیں اس میں لپیٹ کے دفن کر دوں۔ آپنے فوراً اپنا کرتہ اتار کے دیدیا۔ اور اٹھ کے چلے کہ تجہیز و تکفین میں شریک ہوں۔ مگر آپکا یہ طرز عمل گرد و پیش کے تمام لوگوں کو نہایت ناگوار گزر رہا تھا۔ میں نے اس ناگواری کا باعث دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مرنے والا شخص اول درجہ کا منافق اور سارے منافقوں کا سرغنہ تھا۔ اس سے کھلی شرارتیں ظاہر ہوئیں اور ہر نازک موقع پر اس نے دغا بازیاں کیں۔ جب موقع ملتا مسلمانوں کو بہکاتا اور چاہتا کہ کوئی فتنہ اٹھا کے کھڑا کرے۔ آپکے سامنے آپکی مرضی کی باتیں کہہ جاتا۔ مگر کافروں میں جا کے بیٹھتا تو آپکی غیبت کرتا۔ مسلمانوں کا مضحکہ اڑاتا۔ اور کمبخت کے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ حضرت رسالت نہ آتے تو مدینے کا حاکم اور بادشاہ میں ہی ہوتا۔

مگر حضرت رسول خدا نے ان باتوں کا مطلق خیال نہ فرمایا۔ اُسکے جنازے پر پہنچ گئے اور اسکی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے بڑھے۔ یہ دیکھ کر معززین اصحاب رسالت میں سے عمر فاروق

یہ وہی حق ہیں جتنے نرم ہیں اتنے ہی دشمنانِ دینِ حق میں سخت راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ آپ اس شخص کے حالات کا اندازہ نہیں کرتے" اور اسکی زندگی بھر کی شقاوتیں ایک ایک کر کے یاد دلائیں۔ آپ سنتے جاتے تھے اور مسکراتے جاتے تھے آخر فرمایا۔ عمر سامنے سے ہٹو مجھے اس بارے میں اختیار ہے اور مجھے یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ میں اس کے لئے چاہوں استغفار کروں یا نہ کروں اسے نفع نہیں پہنچ سکتا ستر بار استغفار کروں تو بھی خدا اس کی مغفرت نہ کریگا۔ لیکن مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ستر بار سے زیادہ مرتبہ دعاء مغفرت کرنے سے اسکی نجات ہو جائے گی تو میں اس میں تامل نہ کرتا جتنی بار استغفار کی ضرورت ہوتی کرتا۔ یہ سن کے جناب فاروق ؓ ہٹ گئے۔ اس کے بعد حضرت ؐ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کے جنازے کی نماز پڑھی اور مٹی دینے کے وقت تک وہیں ٹھہرے رہے۔ اسے مٹی دے چکے تو اللہ جل شانہ نے بذریعہ وحی آپ کو حکم دیا کہ آئندہ ایسے بیدینوں کی نماز جنازہ پڑھنے اور اُن کے دفن شریک ہونیکی آپ کو اجازت نہیں ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملے میں جناب عمر فاروق ؓ کی رائے خدا کی مرضی کے بالکل موافق تھی۔ لیکن ساتھ ہی حضرت رسول اکرم ؐ کی شفقت و رحمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

جناب استفانوس صاحب۔ یہ اور اسی قسم کے عجیب و غریب واقعات ہیں جن کو میں روز یہاں دیکھا کرتا ہوں اور شانِ محمدی ؐ میرے ایمان کو روز بروز زیادہ مضبوط اور قوی کرتی رہتی ہے۔ مگر ساتھ ہی وطن یاد آتا ہے۔ اپنا قبیلہ یاد آتا ہے۔ جو گمراہی میں پڑا ہے۔ اپنی پیاری بہن سفانہ یاد آتی ہے جو اس ہدایت و شرف کا ذریعہ ہوئی۔ اور آپ یاد آتے ہیں جن کی مہربانیوں کے آغوش میں اپنی بہن کو چھوڑ کے میں یہاں آیا ہوں۔

اور ان برکتوں سے فیضیاب ہو رہا ہوں میں اب آپ ہی سے مشورہ کرتا ہوں کہ کیا کروں؟ یہیں ٹھہروں، آپکے پاس آکے اپنی بہن کو لوں اور وطن میں جاکے سکونت اختیار کروں؟ آپ اس بارے میں مجھے مشورہ دیں کہ کیا کروں۔ کبھی دل یہاں ٹھہرنے کا شائق ہوتا ہے کبھی وطن کی طرف ڈھکیلتا ہے۔ اور کبھی بہن سے اور آپ سے ملنے کا شوق دلاتا ہے۔ والسلام۔

آپ کا مخلص صادق عدی بن حاتم

سفانہ کا خط عدی کے نام

یہ خط سُن کر سفانہ بنت حاتم طائی کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ اور بولی "خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ بھائی نے دین اسلام قبول کر لیا۔ مگر افسوس میں اس چشمۂ انوار فیض تک پہنچنے پر بھی اس نعمت دین سے محروم رہ گئی۔ خیر اے میرے شفیق حامی و مربی استفانوس آپ زیارت حضرت خیر الانام کا شرف حاصل کر چکے ہیں اپنا ہاتھ لائیے کہ اس پر توبہ کر کے کلمۂ توحید پڑھوں اور اسلام میں داخل ہو جاؤں"۔ استفانوس نے فوراً سفانہ سے کفر و شرک کی توبہ کرا کے توحید و رسالت محمدی کا اقرار کرایا اور مسلمان ہوتے ہی سفانہ نے کہا "یا حضرت توحید قبول کرتے ہی میں اپنے دل میں نور ایمان کی لذت اور توحید کی قوت و جرأت پاتی ہوں۔ اب مجھے نہ سوا حضرت رب العزت ذوالجلال والاکرام کے کسی کا خوف ہے اور نہ حضور رسول اکرمؐ کے سوا میرے دل میں کسی کی محبت ہے اور چاہتی ہوں کہ بھائی کے اس خط کے جواب میں جو لکھواؤں اُسے آپ لکھ کر بھیجدیں۔

استفانوس "تم جو کہو لکھدوں"

سفانہ" تو قلم دوات کاغذ لے آئیے"۔ استفانوس جا کے قلم دوات اور اونٹ کی ایک صاف کی ہوئی چکنی جھلی لے آیا جس پر اس نے بیٹھ کے لکھنا شروع کیا اور سفانہ لکھوانے لگی۔ تحریر کے الفاظ یہ تھے :-

میرے معظم و مکرم بھائی۔ آپ کا خط ملا۔ جسے میں نے آنکھوں سے لگایا۔ آپ دولت ایمان سے بہرہ یاب اور نور عرفان سے شرف اندوز ہو گئے اور میں بڑی بھی اس چشمہ انوار قدس تک گئی اور محروم واپس آئی۔ مگر میں نے بھی اس کار خیر میں دیر نہیں لگائی اور جیسے ہی آپکے ایمان لانے کا مژدہ سُنا حضرت محترم استفانوس کے ہاتھ پر توحید الٰہی اور رسالت محمدی کا اقرار کر لیا۔ اب خوش ہوں اور مطمئن۔ آزاد ہوں اور بیخوف اور آپ پر حسد کر رہی ہوں کہ آپ حضور انور کے قدموں کے پاس ہیں اور میں اتنی دور جمال محمدی سے محروم و ناکام پڑی ہوئی ہوں۔

مجھے تعجب ہے کہ ایسے مقام دین و ایمان میں رہ کے آپ کو اپنا وطن اور قبیلہ یاد آیا کیا علاقہ سلمیٰ و اجا کی فرماں فرمائی آپکے نزدیک مدینے کی غلامی سے اچھی ہے؟ میرے نزدیک تو اس غلامی پر ایسی ایسی سو بادشاہتیں قربان ہیں اور اگر آپکو وطن کا ایسا ہی شوق ہے تو مجھے حضرت رسول اللہ صلعم کی لونڈی بنا کے مدینے میں چھوڑ دیجئے۔ اور خود اپنے وطن میں جائیے۔ مگر ہمارے حضرت استفانوس چاہتے ہیں کہ مدینے میں جو کوئی رہے اسی طرح کے خط لکھ لکھ کر برابر بھیجا کرے جیسا کہ آپنے بھیجا ہے افسوس میں جاہل اور بے پڑھی ہوں اور اس خدمت کو انجام نہیں دے سکتی۔ لہٰذا اگر وہاں جا کے رہوں گی تو مجھے جناب استفانوس سے مانگ کے کوئی پڑھا لکھا آدمی اپنے ساتھ بھیجنا پڑے گا اس لئے مناسب یہ ہے کہ اول تو جہاں تک بنے آپ ہی وہاں جوار رسول خدا

میں مقیم رہیں۔ اور جب جی گھبرائے تو سیدھے یہاں آکے مشورہ کریں اور اگر میرے وہاں
رہنے میں مضائقہ نہ ہو تو مجھے مدینے میں پہنچا کے اور میرے وہاں رہنے کا انتظام کر کے
آپ اپنے گھر اور اپنے قبیلے میں تشریف لے جائیں۔ والسلام۔ آپکی محبت والی بہن سفانہ

استفانوس کا خط عدی کے نام

استفانوس نے اس خط کو مکمل کر کے خود بھی وہیں بیٹھے بیٹھے ایک خط اپنی طرف سے لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

بنام اخی فی الاسلام عدی از جانب استفانوس عزلت گزین خانقاہ حضرت بُحیرا۔ بعد حمد الٰہی وثنائے رسالت پناہی عرض ہے کہ جن روشن واقعات نے آپ کے سینے میں نور اسلام کو زیادہ واضح ذہبر ہن اور انوار قدس کو آپکی حیرت زدہ آنکھوں کے سامنے منور و روشن کیا اُن کو آپکی تحریر میں پڑھ کے ہمارا ایمان بھی تازہ ہو گیا۔ اور آپکی بہن کی طرح مجھے بھی تعجب ہے کہ اس حقانیت اور روشنی د مجبوریت میں آپکو اپنا وطن یاد آتا ہے جیسے حالات آپ سے معلوم ہوئے جی چاہتا ہے کہ ایسے ہی روز معلوم ہوتے رہیں اور ہم نہایت ہی احسانمند ہیں کہ آپنے ہمیں یہیں بیٹھے بیٹھے رسالت محمدی کی مشعل ہدایت دکھادی۔ میری رائے یہ ہے کہ بنی طے کی سرداری اور ارض مابین سلمی واجا کی حکمرانی کے لئے آپ کسی کو اپنا نائب بنا کے بھیج دیں اور خود ابھی جوار رسالت ہی میں ٹھہریں اور اگر آپنے وہاں سے چلے جانے کا قطعی ارادہ کر لیا ہے تو راہ عنایت مجھے لکھئے کہ میں آپکی بہن کو یہاں کے کسی نکوکار اور دیندار مسلمان کے ساتھ وہاں بھیجدوں انکے وہاں پہنچ جانے کے بعد آپکو چلے جانے کا اختیار ہے۔ لیکن اس بارے میں سب سے

زیادہ مناسب یہ ہے کہ وہیں مدینہ طیبہ میں آپ جناب سلمان فارسیؓ سے ملیں
جو میرے ایک مکرم دوست اور عجمی الاصل با خدا بزرگ ہیں وہ بارگاہ رسالت میں حاضر
رہتے ہیں اور حضور رسول اکرمؐ کو اُن کے ساتھ خصوصیت ہے آپ اپنے بارے میں
اُن سے مشورہ کریں اور جو وہ کہیں اُس پر عمل کریں اور میری طرف سے بھی اُن
کی خدمت میں اتنا عرض کر دیں کہ آپ کے خط کو مدت سے آنکھیں ترس گئیں
یہ بے مہری و خموشی کیوں ہے ؟

ان دنوں یہاں ایک نہایت ہی افسوسناک واقعہ پیش آیا جس کا ہم سب
لوگوں کو افسوس ہے۔ خدا جانے وہاں کے لوگوں کو بھی خبر ہوئی یا نہیں۔ خصوصاً
حضور رسول اکرم علیہ السلام تک اس واقعہ جانگزا کا پہنچنا ضروری ہے۔ ہمارے
یہاں سے قریب ہی جنوب کی طرف ایک شہر ہے معآن۔ یہ شہر اگرچہ حدود عرب کے
اندر ہے۔ مگر سلطنت روم کے زیر فرمان ہے۔ اور اسی وجہ سے وہاں کے تمام
لوگ مسیحی ہیں جو قبیلہ بنی جذام میں سے ہیں۔ ان کے سردار فروہ بن عمرو جذامی نے
ہم لوگوں کی صحبت سے فائدہ اٹھا کے دین اسلام قبول کر لیا۔ پھر جوش عقیدت
میں اپنا ایک قاصد حضرت رسول خدا صلعم کی خدمت میں بھیج کے اپنے اسلام
اور اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ اور ایک عمدہ سفید خچر بطریق نذرانے اور تحفے کے
بارگاہ نبوت میں بھیجا۔ جو غالباً آپکے سامنے ہی وہاں پہنچا ہوگا۔

لیکن یہاں اس مراسلت کی خبر رومیوں کو ہو گئی۔ انہوں نے ایک لشکر بھیج کے
اسے گرفتار کرا لیا۔ پابزنجیر یہاں بُصریٰ میں لائے اور قید خانے میں بند کر دیا۔ غریب
فروہ کو معان کی حکومت کی تو چنداں پروا نہ تھی۔ مگر دو باتوں کا خیال کسی طرح نہ

بھولتا تھا۔ ایک تو دین اسلام اور حضور رسالت کی پیروی کا شوق اور دوسرے اپنی بیوی سلمیٰ کی محبت جس کا وہ عاشق زار اور اسکے شمع رخسار کا پروانہ تھا۔ میری مصیبت میں اور قید خانے کے اندر اس نے تین شعر کہے جو دو ہی چار روز میں یہاں تمام لوگوں کی زبان پر جاری ہو گئے وہ یہ ہیں:۔

طرقت سلمیٰ موھنا فتجابنی　　والدم بین الباب والقرآن

صد الخیال وساء ہ ما قد رای　　وھممت ان اغفی وقد ابکانی

لا تکحلن العین بعد اشمدا　　سلمیٰ ولا تدنن للانسان لہ

اس کے یہ اشعار سن کر رومیوں کو ترس کھانے کے عوض اور غصہ آیا۔ اور سب رومیوں نے مل کے طے کیا کہ اسکو سولی دیجائے۔ اس غرض سے قید خانہ سے نکال کے اسے ارض فلسطین میں لیگئے اور عفری نام ایک ندی کے کنارے پہنچے جہاں اسکو مصلوب کرنا قرار پایا تھا۔ یہاں پہنچکر فروہ نے ان لوگوں کی طرف دیکھکر یہ دو شعر پڑھے۔

الا ھل اتی سلمیٰ بان خلیلہا　　علی ماء عفری احلی کل راحل

علی ناقۃ لم یلقح الفحل امہا　　مسندۃ اطرافہا بالمناجل لہ

افسوس اس پر بھی کسی نے ترس نہ کھایا اور سولی کھڑی کر دیگئی۔ یہانتک کہ یہ آخری شعر

لہ میں نے آدھی رات کو سلمیٰ کا دروازہ کھٹکھٹایا جبکہ رومی دروازے پر تھے اور قریب آچکے تھے۔ خیال ادھر متوجہ ہوا اور جو کچھ دیکھا ناگوار گزرا اور چاہا کہ ذرا نیند لے لوں مگر اس کے عوض رونا آیا۔ اور سلمیٰ میرے بعد نہ تم آنکھوں میں سرمہ لگانا اور نہ کسی انسان کے پاس جانا لہ سلمیٰ کو بھی خبر ہو گئی کہ اس کا دوست اب عفری پر ایک اونٹنی پر سوار ہے جو حاملہ نہیں ہوئی۔ اور اس کے اعضا ہنسیوں سے جا بجا زخمی ہیں۔

پڑھ کر وہ سولی پر لٹک گیا اور جان دیدی۔

بلّغ سراۃ المسلمین باننی سلّم لربی اعظمی و مقامی

اسکی اس بیکسی و مظلومی کی پر حسرت شہادت کا ہم لوگوں کو بڑا صدمہ ہے اور یقین ہے کہ وہاں کے لوگوں کو بھی خصوصاً حضرت سرور عالم کو۔ اس کے اس انجام کا حال سُنکے ملال ہوگا۔ ہم سب دعا کر رہے ہیں کہ خداوندا انتقام کی تلوار بلند کر۔ جناب رسالت آپکو یہ مژدہ تو سنا دیا کہ بابل کے سفید محل مسلمانوں کی تلوار سے فتح ہوں گے۔ کاش ہم یہ بھی سنتے کہ شام و فلسطین کے شہر اور قلعے علم اسلام کے آگے سر جھکائیں گے اور کب جھکائیں گے۔ بس اب میں اپنی اس تحریر کو ختم کر کے کہتا ہوں السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا امیدوار مغفرت دوست استفانوس

ان دونوں خطوں کو تیار کر کے استفانوس اس یمنی شتر سوار کے پاس گیا اور پوچھا آپ کو کسی بات کی تکلیف تو نہیں ہے؟

شتر سوار:۔ آپ کی عنایت سے کسی بات کی تکلیف نہیں۔ میں آرام سے اس حجرے میں ٹھہر گیا۔ آپکی فیاضی سے کھانا کھا چکا اور میرے اونٹ کو بھی چارہ مل گیا"

استفانوس:۔ "آپ کہیں آگے جائیں گے یا یہیں تک آئے ہیں؟

شتر سوار:۔ مجھے دو روز کے لیے بصریٰ میں جانا ہے۔ جہاں آپکے دوست کی فرمائش سے دو تلواریں خریدنا ہیں چند اور خریداروں کے لئے دمشق حریر کے دس بارہ تھان لوں گا اور فوراً واپس جاؤں گا"

استفانوس:۔ "تو کیا آپ خاص مدینے سے آتے ہیں؟"

شتر سوار:۔ جی ہاں وہیں سے میری دہاں وکان ہے۔ ایک خزرجی سردار کی

عہ سرداران اسلام کو خبر کر دو کہ میری ہڈیاں اور میرا وطن میرے پروردگار کے سپرد ہیں۔ ۱۲

ضرورت سے کچھ خریدنا تھا۔ ادھر آپ کے دوست پیچھے پڑ گئے۔ انھیں وجھوں سے میں چلا آیا۔ بصریٰ میں دو روز سے زیادہ نہ لگیں گے۔ پھر اس کے بعد جو قافلہ ملے گا اس کے ساتھ واپس چلا جاؤں گا"

استفانوس:- "آپ یہیں ٹھہرے رہیں۔ بصریٰ کا شہر پاس ہی ہے۔ جو کچھ خریدنا ہو خرید لائیں۔ قافلہ بھی جو جائے گا ادھر ہی سے جائے گا۔ جب کسی قافلے کو جنوب کی طرف سے جاتے دیکھئے گا ساتھ ہو لیجئے گا (خط دیکر) اور دو خط اپنے پاس رکھ لیجئے جو عدی کے خط کے جواب میں ہیں۔ اُن کو پاس پہنچا دیجئے گا"!

شتر سوار:- "میں سر آنکھوں سے پہنچا دوں گا" یہ کہکر اس نے اپنی خرجین میں سے ایک لکڑی کا ڈبا نکالا خط اس میں رکھے اور اسکو پھر احتیاط سے خرجین کے اندر رکھ لیا۔

اب اس یمنی شخص نے کپڑا اور تلواریں خرید لیں اور قافلہ کا منتظر تھا۔ ایک ہفتہ میں قافلہ بھی مل گیا۔ اور استفانوس کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کرکے اور اس سے رخصت ہو کے اس نے ارض حجاز کا راستہ لیا۔ اور دو مہینہ میں مدینہ طیبہ کے اندر تھا پہنچنے کے دوسرے ہی دن اس نے دونوں خط عدی کو پہنچا دیئے جنکو پڑھ کے وہ اپنی بہن کے ایمان لانے پر خوش ہوا۔ اور اسی وقت بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی بہن کے مسلمان ہونے کا حال بیان کرکے فروہ ابن عمرو جذامی کی مظلومی اور حسرتناک شہادت کا واقعہ بیان کیا۔ آپنے سُن کے افسوس کیا۔ اس کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔ اور کہا خدا نے اسکی ہڈیاں اور اس کے شہر کو اسکی التجا کے مطابق اپنی امانت میں لے لیا۔ ان چیزوں کو خدا انکی حفاظت کیلئے عنقریب مسلمانوں کے سپرد کریگا۔ اور سارے شام و فلسطین پر اسلام کا قبضہ ہو گا یہ مقرر ہو چکا۔ اور اب اس میں فرق نہیں پڑ سکتا"

اسکے بعد عدی جا کے جناب سلمان سے ملا۔ استفانوس کا پیام پہنچا کے اپنی سرگزشت بیان کی اور اپنے معاملے میں ان سے رائے لی۔ عدی کے معاملے میں تو انہوں نے یہ رائے دی کہ سردست آپ انکے کہنے پر عمل کریں اور یہیں ٹھہریں۔ اب سال ختم ہونے کو ہے۔ عنقریب حضرت رسول خدا صلعم حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لیجائیں گے۔ ان کی ہمراہی میں آپ بھی دولت حج سے شرفیاب ہوں اور اس کے بعد اگر ضرورت ہو تو اپنے گھر جانے کا قصد کریں اور تمام نعمتیں اور برکتیں ہر وقت اور ہر زمانے میں حاصل ہو سکتی ہیں مگر سفر میں رسول خدا صلعم کی رفاقت کا شرف مشکل سے نصیب ہوگا۔ اس رائے کو عدی نے بہت پسند کیا۔ اور گھر جانے کا خیال چھوڑ دیا۔

یہ مشورہ دینے کے بعد حضرت سلمانؓ نے کہا" میں عنقریب اپنے دوست استفانوس کو خط بھیجنا چاہتا ہوں کوئی جانے والا تلاش کیجئے"۔

عدی:" میں اسی تلاش میں ہوں۔ مجھے بھی انکو اور اپنی بہن کو خط بھیجنا اور بتانا ہے کہ آپ کے مشورے کے مطابق حج سے پہلے میں کہیں جانے کا قصد نہ کروں گا۔ کاش میری بہن سفانہ بھی یہیں ہوتی یا اتنی جلدی آسکتی کہ حضور رسالتؐ کے ساتھ حج کرے۔ اسے رسول اللہ صلعم کی کنیز بن کے رہنے کا بڑا شوق ہے"۔

سلمان:" ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء یہ خدا کی مہربانی ہے جس کے حال پر ہو جائے"

اس گفتگو کے بعد سلمانؓ اور عدی دونوں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ قبیلۂ سلامان کے چند معزز ارکان اپنی قوم کی طرف سے آئے ہیں، حضور اقدس کے سامنے اظہار عقیدت و اطاعت کر رہے ہیں اور مسائل دین کی تعلیم پا کے وعدہ کر رہے ہیں کہ ہمارا سارا قبیلہ دین عیسوی سے توبہ کر کے آئندہ توحید کا پابند اور احکام رسالت کا فرمانبردار

رہیگا اور آپنے خوش ہو کے اور انکے سالانہ زکوٰۃ ادا کرنیکا وعدہ لیکے انھیں رخصت فرمایا۔
یہ قبیلہ اطراف شام میں آباد تھا اور بُصریٰ کے قریب رہتا تھا۔ جب وہ لوگ حضور
حضور انور سے رخصت ہو کے مسجد انور سے باہر نکلے تو عدی اُٹھ کے اُن کے ساتھ گیا۔
اور ان کی فرودگاہ میں پہنچ کے ان سے پوچھا آپ اب سیدھے اپنے قبیلے میں جائیں گے
یا راستے میں کہیں ٹھہرنے کا ارادہ ہے؟"

سلامانی :" زیادہ کہیں نہ ٹھہریں گے۔ ہمیں اپنی قوم میں پہنچنے کی جلدی ہے کیونکہ
وہ لوگ بڑی بے صبری سے ہمارے منتظر ہوں گے "

عدی :" بُصریٰ آپکے وہاں سے زیادہ مسافت پر تو نہیں ہے؟"

سلامانی :" نہیں ہم دو روز میں وہاں پہونچ جاتے ہیں۔ بلکہ ہمارے قبیلے کی عورتیں
اور کنیزیں ہفتہ میں ایک بار جا کے بُصریٰ سے پانی لایا کرتی ہیں اور چونکہ ہم لوگ نسطوری
مسیحی ہیں اس لئے خاص خانقاہ بحیرا کے چشمہ کا پانی منگوایا کرتے ہیں جو متبرک
ہونے کے علاوہ نہایت شیریں اور پاک وصاف ہے "

عدی :" ولی بحیرا کا انتقال ہو گیا اور اُن کے جانشیں کی نسبت سنا جاتا ہو کہ مسلمان ہو گئے "

سلامانی :" خود ولی بحیرا نے بھی سفر آخرت کرنے سے پہلے دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ
وہاں جتنے ہیں سب حضرت رسول حجازی پر ایمان لاچکے ہیں۔ انہیں کو دیکھ کے ہمیں
بھی اس نئے دین کے اختیار کرنے کا شوق ہوا۔ چند روز تک آس پاس کے قبائل سے
حضرت رسولؐ خدا صلعم کے حالات دریافت کرتے رہے۔ اور آخر ہمارے قبیلے کی
رائے قرار پائی کہ ہماری طرف سے چند لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوں اور اُن کے
ذریعے سے اظہار عقیدت و اطاعت کر کے ہم سب اس سچی توجہ در پاک وصاف

شریعت کو اختیار کرلیں۔ چنانچہ اس خدمت کے لئے ہم لوگ منتخب کئے گئے۔

عدی:۔ "آپ نے نہایت اچھا کیا۔ اور مبارک ہیں وہ جو دولت حق کے حاصل کرنے میں سبقت کریں۔ خیر اب مجھے یہ دریافت کرنا ہے کہ میرے لئے آپ اتنی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ یہاں سے دو خط لیتے جائیں اور ان کو ولی بحیرا کے جانشین اور منتظم خانقاہ قدیم جناب استفانوس کی خدمت میں پہنچا دیں؟"

سلامانی:۔ "خوشی سے اور سر آنکھوں سے اس میں زحمت ہی کون سی ہے جو عورتیں پانی لینے جاتی ہیں وہی ان خطوں کو بھی دے آئیں گی۔ لائیے عنایت کیجیے۔"

عدی:۔ "آپ غالباً کل یہاں سے کوچ کریں گے ہم آپکی روانگی سے پہلے انکو لاکے حاضر کر دیں گے"

سلامانی:۔ "مگر کل ضرور مل جائیں۔ اس لئے کہ ہم کل سہ پہر کو ضرور روانہ ہو جائیں گے۔"

عدی نے دوسرے دن صبح ہی کو ان خطوں کے لاکے حاضر کر دینے کا وعدہ کیا اور اُن سے رخصت ہو کے حضرت سلمان کے پاس آیا۔ ان سلامانیوں سے ملنے کی پوری سرگزشت بیان کی اور کہا "آج جسطرح بنے خط لکھ رکھیے تاکہ صبح ہی کو انہیں پہنچا دیا جائے۔"

اس کے بعد سلمان اور عدی دونوں اپنی اپنی فرودگاہوں میں بیٹھ کے خطوط لکھنے میں مصروف ہو گئے اور نماز فجر کے وقت جبکہ سلامانی حضرت رسالتؐ کے پیچھے نماز فجر ادا کرنیکے لئے مسجد میں آئے ہوئے تھے وہ دونوں خط جو چھوٹے چھوٹے پارسلوں کی صورت میں سیئے ہوئے تھے اُن کے حوالے کر دیئے۔

حضرت سلمان کا ستر ھواں خط

جناب سلمان نے جو خط لکھ کے ان سلامانی قاصدوں کی معرفت روانہ کیا

اس کی عبارت حسب ذیل تھی:

حمد حضرت رب العزت اور ثنائے جناب رسالت کے بعد تحریر ہے کہ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ برادر طائی عدی سے معلوم ہوا کہ مدت سے میرا خط نہ ملنے کی آپکو شکایت ہے۔ شکایت حق بجانب ہے مگر مجھے صحبت رسول اکرم سے اتنا وقت نہیں ملتا کہ مراسلت یا اور کاموں کی طرف توجہ کروں۔ اب یہاں خدا کی مہربانیاں۔ دین برحق کی کامیابیاں حضرت رسول کی شان جہانبانی۔ صحابہ کی قوت ایمانی کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اور ایک ایسا آفتاب ہدایت ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتا ہے کہ ان کو کسی اور طرف نظر دوڑانے یا کسی سے بات کرنے کی مہلت نہیں ملتی۔ اس حالت میں اگر مجھ سے کوئی فروگزاشت ہو تو معاف فرمائیں۔

اب جناب رسول اکرمؐ کو مدینے میں تشریف لائے دسواں سال ہے۔ مخالفوں کی قوت ٹوٹ گئی۔ دشمن دوست ہو گئے۔ اور کل تک جو پرائے تھے آج اپنے ہیں اور سب اشاعت توحید و تبلیغ دین میں مصروف و منہمک ہیں۔ مجھے اپنے دوست عدی سے معلوم ہوا کہ سال گذشتہ یعنی نویں سال ہجرت کے واقعات وہ آپ کو لکھ چکے ہیں۔ لہٰذا میں صرف سال حال کے حالات لکھتا ہوں۔

اس سال کے آغاز ہی میں حضرت رسول خدا صلعم نے علاقہ نجران میں بنی حارث بن کعب کے پاس خالد بن ولیدؓ کو بھیجا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ تین بار بہ آواز بلند تبلیغ اسلام کرنا اگر قبول کر لیں تو ان میں ٹھہر کر انہیں شریعت اسلامیہ کی تعلیم دینا اور نہ مانیں تو مقابلہ کرنا۔ ان لوگوں نے دعوت حق قبول کر لی۔ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ خالدؓ ان میں ٹھہر گئے اور جناب رسول خدا صلعم کو اطلاع کی

چند روز کے بعد خالد ان لوگوں کے چند معززین کو ساتھ لیکے مدینے واپس آ گئے اور جب وہ لوگ جمال محمدی سے فیضیاب ہو کر واپس گئے تو حضرت رسالتؐ نے عمرو بن حزم کو بھیجا کہ ان لوگوں میں قیام کر کے تعلیم دین مبین کریں اور ان سے رقم زکوٰۃ وصول کر کے بھیجا کریں۔

اسی علاقہ نجران میں بہت سے مسیحی بھی رہتے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے مرتاض راہب اور اسقف ہیں اُن لوگوں نے اپنے زہد و تقویٰ کے غرور میں رسول آخر الزماں پر ایمان لانے میں تامل کیا اور توحید کی آواز سے کان بہرے کر لئے۔ مگر جب دیکھا کہ خود ان کے چاروں طرف کے قبائل جوش اور صدق دل سے مسلمان ہوئے چلے جاتے ہیں تو ضبط کی تاب نہ رہی اور اپنے مذہبی سر گروہوں میں سے عاقب اور سید نام دو راہبوں کو چند اور رفقا کے ساتھ مدینے میں بھیجا۔ جنہوں نے آ کے حضور نبی محترم سے کہا "آپ اپنے پیغمبر برحق ہونے کے دعویدار ہیں مگر ہم آپکی نبوت کو نہیں مانتے بلکہ اپنے ہی دین کے سچے ہونے کے قائل ہیں۔ یوں بحث و مباحثے اور دلیلوں سے فیصلہ غیر ممکن ہے آئیے ہم میں آپ میں مباہلہ ہو جائے۔ یہاں مباہلہ کا رواج ہے جس کو مسیحی راہبوں ہی نے اپنے دعووں اور اپنی کرشمہ سازیوں کے ذریعہ سے پھیلایا ہے۔ مباہلہ کے لغوی معنے باہم لعنت بھیجنے کے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ "دو مدعی سب سے الگ ہو کے آمنے سامنے کھڑے ہوتے اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ خدایا اگر ہم اپنے دعوے میں جھوٹے ہوں تو ہم پر لعنت کر اور ہمیں غارت کر دے" سمجھا یہ جاتا ہے کہ اس طریقے سے خدا حق کو ظاہر کر دیا کرتا ہے اور جھوٹا تباہی و لعنت سے نہیں بچتا۔

ان لوگوں نے جیسے ہی مباہلے کا نام لیا حضرت رسول خدا صلعم فوراً راضی ہو گئے اور اپنے داماد علیؓ مرتضیٰ، اپنی صاحبزادی فاطمہ زہراؓ اور اپنے دونوں نواسوں حسنینؓ کو لے کے چل کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ آؤ مباہلہ کرو۔ آپکی اور آپ کے ہمراہیوں کی نورانی صورتیں اُن راہبوں نے دیکھیں تو ہوش جاتے رہے۔ حقانیت کا اثر ان کے دلوں پر پڑا۔ اور آپس میں کہنے لگے "یہ تو وہ صورتیں ہیں کہ اگر خدا کو قسم دلائیں گے تو پہاڑوں کو بھی اُنکی جگہ سے ہٹا دیگا" مباہلے سے باز آگئے اور صلح کی درخواست کی۔ آپنے بھی منظور فرمایا۔ اور اس اقرار پر صلح ہوئی کہ نصاریٰ نجران سالانہ دو ہزار قبائیں جن میں سے ہر ایک کی قیمت چالیس دینار سے کم نہ ہو ادا کیا کریں گے۔ حضور انور کا جو قاصد جائیگا اس کی مہمانداری کرینگے سود نہ لیں گے اور نہ سود کا کاروبار کریں گے اور اس کے معاوضے میں مسلمان اُن کے دین اور ان کی آزادی کی نگہداشت کرینگے اس واقعہ کا تمام لوگوں پر بڑا اثر پڑا۔ اور سب کو صاف نظر آگیا کہ حق پر کون ہے۔

مگر اسی واقعے پر موقوف نہیں۔ اب ہر طرف سے حقانیت وعروج دین الٰہی کی شان نمودار ہے۔ اور خدا کا یہ وعدہ پورا ہو رہا ہے کہ گروہ کے گروہ آئیں گے اور دین اسلام میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ قبائل بنی غیشان بنی عامر، بنی زبید، بنی عبد القیس، بنی کندہ۔ بنی محارب، بنی صدف، بنی خولان کے وفد اطراف واقطار عرب سے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے دولت ایمان سے بہرہ یاب ہوئے۔ اور اطاعت وانقیاد کا وعدہ کر کے واپس گئے۔ ظاہر میں تو ان لوگوں کے چند اشخاص آئے۔ مگر ہزاروں لاکھوں آدمیوں کی طرف سے آئے تھے اور ان کے ساتھ لاکھوں آدمیوں نے

بتوں کو چھوڑ کے توحید قبول کی اور سارے عرب پر سے اصنام باطل ور الٰہہ مضل کا قبضہ اُٹھ گیا۔

چند قبیلوں کے وفدوں کے آنیکی شان میں خاص قسم کا امتیاز تھا۔ اس لئے ان کے حالات میں جداگانہ اور زور تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔ ان میں سب سے پہلے بنی ازد کی طرف سے صرد بن عبداللہ دس بارہ ہمراہیوں کے ساتھ آیا وہ آکے اسلام لایا۔ اور حضور اقدس نے اُسے قبیلۂ ازد کا سردار مقرر کرکے حکم دیا کہ جاکے مشرکین پر جہاد کرو چنانچہ ان لوگوں نے یہاں سے جاتے ہی اپنے قبیلے کو ساتھ لیا اور شہر جرش کا محاصرہ کر لیا جس میں چند یمنی قبائل خصوصاً بنی خثعم آباد تھے ایک مہینے کے محاصرے میں بھی شہر پر قبضہ نہ کر سکے تو محاصرہ چھوڑ کے کشر نام ایک پہاڑ کے دامن میں واپس چلے آئے۔ اہل جرش نے ان کو واپس جاتے دیکھا تو سمجھا کہ یہ شکست کھا کے جاتے ہیں شہر سے نکل کے تعاقب کیا اور قلعہ سے بہت دور جاکے ان کو پایا۔ اب موقع دیکھ کے صرد بن عبداللہ پلٹ پڑا۔ اور نہایت سخت خونریزی ہونے لگی۔ اتفاق دیکھئے کہ چند روز پیشتر اہل جرش نے بھی دو آدمیوں کو اپنا وکیل بنا کے بارگاہ رسالت میں بھیجا تھا تاکہ آپکی حالت دیکھیں اور واپس جا کے اُن کو بتائیں کہ آپکی کیا شان ہے۔ اب وہ لوگ آپکی خدمت میں حاضر تھے کہ ناگہاں آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ اور دریافت فرمایا "شکر خدا کی کس سرزمین میں ہے؟" دونوں نے عرض کیا "ہماری سرزمین میں ایک پہاڑ البتہ ہے جو کشر کہلاتا ہے۔" آپنے فرمایا "وہ کشر نہیں شکر ہے اور اس وقت اس کے پاس خدا کی بھیڑیں قربان ہو رہی ہیں۔" وہ تو اس رمز کو نہ سمجھے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ سمجھ گئے۔ اُن سے کہا "بدنصیبو اپنی قوم کو بچاؤ جس پر آفت نازل ہے۔" اس پر چونک کے اُنھوں نے عرض کیا "یارسول اللہ دعا فرمایئے کہ ہماری قوم مصیبت سے نجات

پائے"۔ ان کی درخواست پر آپ نے فرمایا۔ خداوندا ان لوگوں پر سے آفت اور مصیبت دور کردے۔ اس کے بعد یہ لوگ واپس گئے اور گھر پہنچ کے معلوم ہوا کہ جس وقت رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ بھیڑیں قربانی ہو رہی ہیں عین اسی وقت بنی ازد ان کا قتل وقلع قمع کر رہے تھے۔ سب کو آپکی نبوت کا یقین ہو گیا اور اُسی وقت اُنہوں نے اپنا ایک وفد بھیج کے دین اسلام قبول کر لیا۔

اُسی زمانہ میں فروہ بن مسیک مرادی اپنے قبیلے بنی مراد کی طرف سے حاضر بارگاہ نبوت ہوا۔ یہ قبیلہ شاہان کندہ کی قلمرو میں اور ان کے زیر فرمان تھا جب اُنہوں نے دیکھا کہ ان کا بادشاہ اسلام کی طرف رخ نہیں کرتا تو اُس سے ٹوٹ کے علیحدہ ہو گئے اور اپنے اس سردار کو مدینے میں بھیجا کہ اسکی معرفت سب آپ پر ایمان لائیں اور اطاعت اسلام کریں۔ چند روز پہلے بنی مراد اور بنی ہمدان میں ایک سخت لڑائی تھی جس میں بنی ہمدان نے فتحیاب ہو کے بنی مراد میں بڑی بھاری خونریزی کی تھی۔ اور اس دن کا نام یوم الروم مشہور ہو گیا تھا۔ فروہ جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو آپنے پوچھا"فروہ یوم روم کو تمہارے قبیلے پر جو آفت آئی تی تم کو بُری معلوم ہوئی تھی یا نہیں؟" عرض کیا یا رسول اللہ دنیا میں کون ہی جسکی قوم پر ایسی تباہی آئے اور اُسے بُرا نہ معلوم ہو"۔ مگر اسلام میں وہی دن تمہارے حق میں موجب خیر و برکت ہوگا"۔ اس کے بعد اسکو بنی مراد بنی زبیدہ اور بنی مذحج کا سردار مقرر کر کے واپس کیا۔ اور خالد بن سعید بن عاص کو اُس کے ہمراہ بھیجا کہ تعلیم دین کی خدمت انجام دینے کے ساتھ رقم زکوٰۃ اُن سے وصول کر کے مدینہ طیبہ میں بھیجا کریں۔

اسی سال یمامہ اور بحرین یعنی مشرقی عرب سے بنی حنیفہ کا وفد آیا۔ یہ بڑا زبردست

اور کثیر التعداد قبیلہ ہے"! یہ لوگ ایک انصاریہ خاتون کے پاس آکے ٹھہرے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اُنکے ساتھ مسیلمہ نام ایک عجیب ہوس پرست اور بیہودہ شخص تھا۔ یہ آپسے ملکر اور پیروی دین کا وعدہ کرکے واپس گیا مگر گھر پہنچتے ہی لوگوں سے کہنے لگا میں بھی خدا کا رسول ہوں۔ مجھ پر بھی وحی نازل ہوتی ہے۔ طرح طرح کی عبارتیں تک جوڑ جوڑ کے لوگوں کو سُناتا۔ اور کہتا یہ خدا کا کلام ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے۔ بیوقوف بنی حنفیہ اس کے فقروں میں آگئے اسکی پیمبری اور چمک اُٹھی اور شقاوت یہاں تک سر پر سوار ہوی کہ حضور انور کی خدمت میں ایک خط لکھ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا "از جانب رسول خدا مسیلمہ بنام محمد رسول اللہ۔ ابعد اس کے یہ لکھا جاتا ہے کہ میں آپکے ساتھ رسالت میں شریک کیا گیا ہوں اور یہ قرار پایا ہے کہ آدھی زمین ہمارے قبضہ میں رہے اور آدھی قریش کے قبضہ میں لیکن قریش ایک ایسی قوم ہے جو اپنی حد کے اندر نہیں رہتی" اس کے جواب میں حضور سرور عالم نے لکھ بھیجا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از جانب رسول خدا محمدؐ بنام مسیلمہ جو بڑا جھوٹا ہے۔ اس کے بعد لکھا جاتا ہے کہ سلام اس پر جو پیرو ہدایت ہو۔ ساری زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔ اور انجام فقط اُن لوگوں کا اچھا ہے جو پرہیزگار ہیں"

میرے دوست استفانوس آپ کو شوق ہے کہ ہرو ڈیہ اور ایوب کا حال معلوم ہو۔ اور شاید آپ خیال کرتے ہونگے کہ وہ مرگئے یا تھک کے بیٹھ رہے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ مرگئے اور نہایت ہی عبرتناک موت مرے اُنکی شقاوت ایسی نہ تھی کہ انھیں سلامت روی کے راستے پر لاتی قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ عرب کا ایک بڑا سخت اور جنگجو قبیلہ ہے لیکن اب وہ بھی آمادہ ہو گئے تھے کہ حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کے دولت ایمان

سے شرفیاب ہوں۔ ان کا ایک نیا بتانہ وفد مدینے کو آرہا تھا۔ اس وفد میں سب سے زیادہ ممتاز بہادر برآوردہ اور بہادر دو شخص تھے۔ ایک عامر بن طفیل اور دوسرا اربد بن ہرزدبہ۔ سلمٰی کو ان لوگوں کے آنے کا حال معلوم ہوا تو ایوب کے ساتھ جا کے راستے میں ایک منزل پر ان سے ملی۔ اور اپنے حسن و جمال کا اثر ڈال کے اور بیباکی اور دست بُردگی آزادی دے کے عامر بن طفیل کو اپنا دیوانہ اور اسیر کمند گیسو بنا لیا اور جب دیکھا کہ وہ بالکل میرے بس میں ہے تو شراب پلا پلا کے اس کے سامنے حضرت رسولؐ کی جانب جھوٹی بُرائیاں بنا بنا کے بیان کرنا شروع کر دیں۔ اور اُسے یقین دلایا کہ دنیا میں سب سے بڑا فتنہ (معاذ اللہ) آپ ہی کی ذات ہے۔ اس نے ظاہر کیا کہ قوم عرب ابتدائے تخلیق عالم سے آج تک آزاد و بیباک اور غلامی سے محفوظ رہی۔ نہ کبھی کسی کے آگے ان لوگوں نے سر جھکایا اور نہ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے فاتح کا دباؤ مانا۔ مگر یہ مدعی نبوت اس کوشش میں لگا ہے کہ ان تمام آزاد و بے پروا ابنائے بادیہ کو اپنا غلام بنا لے۔ ہمارے ان ناپیدا کنار دشتوں اور سیاہ تاب و برہنہ پہاڑوں میں جفاکش و جنگجو بادیہ گردوں کو نہ بخت نصر مغلوب کر سکا نہ سکندر اعظم اپنا غلام بنا سکا بڑے بڑے رومی سردار اس تمنا میں مر گئے۔ ساسانیوں نے ذلیل شکستیں کھائیں لیکن افسوس مکہ کا ایک خود سر آدمی سارے عربوں کو اپنا غلام بنائے لیتا ہے اور لوگ دین اور خدا پرستی کے دھوکے میں اس کے گرویدہ ہوتے چلے جاتے ہیں"۔

عامر ایک نوجوان بہادر اور عیاش عرب تھا۔ اس کے دل پر ایک خوبصورت لڑکی کی ان چکنی چپڑی باتوں اور مکاریوں کا بڑا اثر ہوا۔ طیش میں آ کے بولا "پریزاد دوشیزہ تو تم کیا چاہتی ہو؟ اور ان باتوں سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ جو چاہتی ہو صاف صاف کہہ دو"۔

اس کا جواب ہروڈیہ نے ایک چھلکتا ہوا جام شراب پلا کے نظم میں گا گا کے اور ناچ ناچ کے یہ دیا کہ "افسوس باوجود تاریخی جرائتوں اور آزادیوں کے عرب میں آج ایک شخص بھی نہیں جو اپنی تلوار سے اس شخص کو موت کے گھاٹ اتار دے جو سارے ملک اور ساری قوم کو اپنے سحر سے غلام بنائے لیتا ہے۔"

عامر: (اس کو گلے لگا کر) "نازنین! اس کام کے لئے میں موجود ہوں۔ بشرطیکہ تم مجھے اپنے دل میں جگہ دینے اور میری محبوبہ جاں نواز بننے کا وعدہ کرو۔"

ایوب ساتھ تھا اُس کے سامنے عامر کی یہ شرط منظور کرنے میں ہروڈیہ کو تامل تھا اسی خیال سے اس نے ایوب کی طرف مڑ کے دیکھا اس نے اشارہ کیا کہ بلا تامل منظور کر لو۔" اشارہ پاتے ہی ہروڈیہ نے بڑھ کے عامر کے گلے میں باہیں ڈالدیں۔ اسے ایک جام لبالب پلایا اور کہا "جب میری تمنا پوری کر کے آؤ گے تو اس سے زیادہ لطیف و تند شراب پلاؤں گی۔ اس وقت جو عیش ہم دونوں دوستوں کو حاصل ہوگا وہ سچا عیش ہو گا۔"

عامر: "میں اس جام کو اس عہد و پیمان کے ساتھ پیتا ہوں کہ محمدؐ کا کام تمام کر دوں گا۔ او ملائک فریب نازنین جبتک تیری یہ تمنا نہ پوری کروں گا تجھے صورت نہ دکھاؤں گا۔ اور نہ کسی اور عورت سے سروکار رکھوں گا۔ میری سب بیویاں لونڈیاں چین سے سونا اور دنیا کی تمام لذتیں مجھ پر حرام ہیں جب تک یہ عہد پورا نہ ہو جائے۔"

اس کے بعد ہروڈیہ سے رخصت ہو کے یہ لوگ آگے بڑھے اور راستے میں عامر نے اپنے رفیق آرید سے کہا اس گل اندام دوشیزہ اور محبوبہ شوخ ادا سے میں نے جو عہد کیا ہے اُسکی تفصیل یوں ہونی چاہیئے کہ یثرب میں داخل ہو کے ہم دونوں ایکساتھ

اس پیغمبر کے پاس چلیں اور بظاہر بڑے عجز و السحاح سے ملیں۔ جب وہ اچھی طرح مانوس و مطمئن ہو لے تو میں اسے باتوں میں لگاؤں اور تم اس کے پیچھے سے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارو کہ ایک ہی وار میں سر اڑ جائے۔" آربد نے خوشی سے یہ خدمت اپنے ذمہ میں لی اور آگے بڑھے

مدینہ طیبہ میں پہنچکر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر کی گفتگو کے بعد آربد آپکے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ اور عامر آپ سے ایسی باتیں کرنے لگا جن میں آپکو دلچسپی ہو اور ان میں محو ہو کے آپ غافل ہو جائیں۔ اب ان دونوں اشقیا کو پورا موقع حاصل تھا۔ عامر باتیں کرتے کرتے آربد کی طرف گھور گھور کر دیکھتا اور اسکی یہ حالت تھی کہ بار بار تلوار کے قبضہ پر ہاتھ لے جاتا اور پھر ہٹا لیتا۔ آخر عامر مجبور ہو کے آنحضرت سے رخصت ہوا مگر دل میں اس قدر بخار بھرا ہوا تھا کہ اٹھتے وقت اسکی زبان سے نکلا "اچھا یاد رکھئے میں آپکے مقابلہ پر زمین کو سواروں اور پیدلوں سے بھروں گا" اس کی یہ متضاد گفتگو سنکر آپکو تعجب ہوا۔ اور زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے "خداوندا مجھے اسکے شر سے بچا"۔

عامر کے جانیکے تیسرے دن اسی کے ایک ہمراہی سے جو دوبارہ واپس آکے ایمان لے آیا تھا یہ حال معلوم ہوا کہ یہ دونوں شقی آپکے قتل کرنے کو آئے تھے اور باہم قرار پایا تھا کہ عامر باتوں میں لگائے گا اور اربد پیچھے سے حربہ کریگا۔ جب یہاں سے ناکام واپس اگئے تو مدینے سے نکلتے ہیں عامر نے آربد کو آڑے ہاتھوں لیا کہ "میں نے پوری طرح باتوں میں لگا لیا تھا تم نے حربہ کیوں نہ کیا؟" اربد نے کہا میں حربہ کس پر کرتا؟ جب قبضے پر ہاتھ لیجاتا نظر آتا کہ یہ شخص ادھر ہٹ گیا اور تم میرے آگے کھڑے ہو تو کیا میں تم پر تلوار کا وار کرتا۔ یہ سنکر عامر نے کہا۔ بیشک یہ شخص جادوگر ہے۔ لیکن اب اس کے قتل کی کیا تدبیر کی جائے۔ اب ہم آزادی سے اس کے پاس جا نہیں سکتے اور بغیر یہ خدمت انجام دیئے میں

اس حسینہ پری جمال کو منہ نہیں دکھا سکتا۔

اربد "تھوڑے دنوں صبر کرو اور اس شخص کو بھلاوے میں ڈال دو۔ چندروز بعد کوئی اور موقع پیدا کر کے ہم یہ کام انجام دیں گے"

عامر" مگر جب اس حسینہ کا عشق بھی صبر رہنے دے؟ اب تو میں اسی کام میں مشغول ہونگا جس کا اس سے وعدہ کر آیا ہوں۔ چلو ہم تم قبائل عرب کو اور خاص اپنے زبردست قبیلے کو برانگیختہ کر کے سواروں اور پیدلوں کا بڑا بھاری لشکر لیکے مدینے پر چڑھ آئیں۔ جیسا کہ اس پیغمبر سے کہہ آئے ہیں ہم اس زبردست لشکر سے فتحیاب ہو کر مدینے کو منہدم کر دیں گے۔ اس شخص کو قتل کریں گے اور میری ماہوش محبوبہ کی آرزو بخوبی پوری ہوگی"

دونوں نے اسپر اتفاق کیا اور اسی فکر میں روانہ ہو گئے۔

ہرو ڈیہ بھی اسی فکر میں لگی ہوئی تھی کہ ان لوگوں کی کارروائی کا کیا انجام ہوا۔ جب اُسے پتہ لگا کہ عامر ناکام واپس آیا تو اس سے ملنے کے لئے چلی تاکہ پھر جوش و غیرت دلا کے اس کے دل میں یہی دھن پیدا کرے۔ پھرتے پھرتے بنی سلول کے چند صحرائی خیموں کے پاس اس سے ملی۔ اسکی صورت دیکھتے ہی عامر نے آنکھیں بند کر لیں۔ اپنی چادر کا کونہ منہ پر ڈال لیا اور کہا۔ ناز آفریں و سینہ نشین ہرو ڈیہ میرے سامنے نہ آؤ۔ میں نہ اپنی صورت تمہیں دکھا سکتا ہوں اور نہ تمہاری پیاری صورت میں دیکھ سکتا ہوں یہ آرزومندی کے کام محمد (صلعم) کے قتل کے بعد ہوں گے۔

ہرو ڈیہ (خوش ہو کر) میں یہی دریافت کرنے کو آئی تھی کہ آپکا وہ جوش جاتا نہیں رہا"

عامر" وہ جوش گیا نہیں بلکہ ناکامی نے اسکو اور بڑھا دیا۔ اب ارادہ کر کے آیا ہوں کہ بڑے زبردست لشکر کے ساتھ جا کے اس کی نبوت کا خاتمہ کر دوں گا جس نے سارے عرب کو فریب دے رکھا ہے

ہر وڈیہ "بس یہی میں چاہتی تھی - اب میرا تمہارا اسی وقت سامنا ہو گا جب تم اپنا عہد پورا کر لو گے - میں یہاں سے چار پانچ خیمے اُدھر جا کے ٹھہرتی ہوں اور تم اگر مجھ سے نہیں مل سکتے تو میری دعوت ضرور قبول کرو - تمہارے پاس ہی ایک خوبصورت پریوش سلولیہ عورت کا خیمہ ہے - اس کے پاس اور اس کے خیمے میں تمہارے ٹھہرانے اور تمہاری دعوت کا میں نے سامان کیا ہے - اس میں ٹھہرو آرام لو - کھانا کھاؤ شراب آتش رنگ کے جام پیو - اور اگر میں خود آ کے تمہاری دلداری نہیں کر سکتی تو میرے عوض یہ حسین سلولیہ تمہاری دلداری کریگی اور تم سے ہم آغوش ہو گی "

عامر نے اپنی اس مکار محبوبہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا - اگرچہ میں نے تمام لذتیں اپنے اوپر حرام کر لی ہیں - مگر تمہارے کہنے سے اس دعوت کا لطف ضرور اُٹھاؤں گا "
اب ہر وڈیہ چلی گئی اس کے جاتے ہی اس سلولیہ عورت نے خیمہ سے نکل کر عامر کو اپنے آغوش شوق میں لے لیا اور ناز و انداز اور کرشمہ و ادا کے ساتھ خیمہ کے اندر لے گئی - دونوں ہم آغوش تھے اور ایکدوسرے کے ہاتھ سے لے لے کے جام شراب پی رہے تھے کہ ناگہاں عامر کے گلے میں ایک گلٹی نمودار ہوئی جس میں شدید درد پیدا ہوا - چند منٹ میں درد نے سوزش کی صورت اختیار کر لی - اور وہ گلٹی آناً فاناً بڑھنا شروع ہوئی یہاں تک کہ سارا گلا پھول گیا اور اب شدید بخار بھی چڑھ آیا جس سے تھوڑی ہی دیر میں سرسام ہو گیا - چار ہی پانچ گھڑیوں میں یہ حالت ہوئی کہ عامر زمین پر تڑپتا تھا - اور بار بار ارید اور اپنے رفقا کی طرف دیکھ کے حسرت و اندوہ کی آواز میں کہتا اے بنی عامر اونٹ کی سی گلٹی اور سلولیہ کے خیمے میں موت !" شام نہیں ہونے پائی تھی کہ یہی کہتے کہتے مر گیا اور خدا نے اسکو عذاب طاعون میں مبتلا کر کے دنیا ہی سے

شقاوت کا مزہ چکھانا شروع کر دیا۔

یہ حالت دیکھتے ہی ہر وڈیہ۔ ارید۔ ایوب اور اس کے رفقا سب اُسے بے گور و کفن چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے سہمے ہوئے پریشان و مضطرب الحال بھاگے جاتے تھے کہ زور و شور سے ابر اُٹھا اور دم بھر میں سارے آسمان پر چھا گیا۔ انہوں نے چاہا کہ بھاگ کے کہیں پناہ لیں مگر دشت ناپیدا کنار میں کوئی پناہ کی جگہ نہ نظر آئی۔ سامنے دور پر ایک ایک ببول کا درخت دکھائی دیا سب اسکی طرف چلے اب موسلا دھار مینہ برسنے لگا۔ بادل گرجتا تھا۔ بجلی تڑپتی تھی اور ان خوف زدہ و بے پناہ دشت نوردوں کے حواس غائب تھے۔ اتنے میں یہ اس ببول کے درخت کے پاس پہنچے اور اس کے نیچے جانے کی کوشش کر رہے تھے کہ یکایک ایک دہلا دینے والی فلک شگاف کڑک کے ساتھ بجلی گری جس نے ارید۔ ایوب۔ اور ہر وڈیہ تینوں کا خاتمہ کر دیا۔ باقی ماندہ عامری رفقا خوف زدہ ہو کے زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ دوسرے دن ہوش میں آ کے وہ سب بھاگے اور اپنے قبیلے میں پہنچ کے یہ سرگزشت بیان کی جہاں سے یہ خبر مدینے میں آئی اور زمانے کو نظر آ گیا کہ پیغمبر کی دُعا کیسی بیر بہدف ہوتی ہے۔

میرے دوست استفانوس۔ مجھے افسوس ہے کہ ہر وڈیہ کی شقاوت کا یہ انجام ہوا۔ مجھے اُسکے ساتھ ایک محبت سی ہو گئی تھی۔ اس لئے کہ میرے حال پر وہ اپنے سارے خاندان والوں اور عزیزوں سے زیادہ مہربان تھی۔ میں نے چاہا کہ وہ دین برحق کو قبول کرے اور میرے دل میں اسکی امید بھی پیدا ہو چلی تھی مگر اسکی قسمت میں یہ روز بد اور اسکی شقاوت کا یہ انجام لکھا ہوا تھا۔ خیر خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ اس کے ساتھ ہی ذلیل عداوتوں سازشوں اور شقاوتوں کا خاتمہ ہو گیا۔

انہیں دنوں عجیب اتفاق یہ ہوا کہ بنی طے کا ایک گروہ بھی اپنے ایک سردار زید الخیل کے ساتھ آستان نبوت میں حاضر ہوا اور سب نے نہایت ہی صدق عقیدت اور دلی خواہش سے دین توحید کو قبول کر کے رسالت محمدی کا اعتراف کیا۔ اس واقعہ سے آپکو اندازہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کی سچائی کس سرعت و خوبی کے ساتھ قبائل عرب میں نشوونما پاتی چلی جاتی ہے۔ ہمارے مہربان دوست عدی بن حاتم سمجھے ہوئے تھے کہ اُن کا قبیلہ بغیر ان کے گئے اور سمجھائے ملت بیضا کو نہ اختیار کریگا۔ اسی شوق میں بار باران کے دل جوش پیدا ہوتا تھا کہ سب کو چھوڑ کر بنی طے میں چلے جائیں۔ مگران لوگوں میں انکے جانے سے پہلے ہی توحید کا شوق پیدا ہو گیا۔ اور بغیر اس کے کہ ان کی رضامندی یا ناراضی کی پروا کریں اپنے دوسرے ادنیٰ درجے کے سردار زید الخیل کو لیکر حاضر ہو گئے اور کچھ ایسی شان نکوکاری اُن سے ظاہر ہوئی کہ حضرت سرور عالم ان سے مل کے بہت محظوظ ہوئے اور ارشاد فرمایا "آج تک میرے سامنے جس عربی شخص کی تعریف کیگئی اس کے بعد جب اس سے ملنے کا اتفاق ہوا تو اسے اس تعریف سے کم ہی پایا۔ بجز زید الخیل کے کہ انھیں جتنا سنا تھا اُس سے زیادہ پایا!"

اس کے بعد فرمایا "تم زید الخیل نہیں زید الخیر ہو" چنانچہ اس گھڑی سے ان کا یہی لقب قرار پا گیا۔ پھر اُن کو اُن کی سرزمین میں کچھ جاگیر عطا فرمائی اور اپنی طرف سے بھی اُن کو بنی طے کا سردار مقرر کر کے واپس روانہ کیا۔

اب وہ زمانہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو ضرورت پیش آگئی کہ مختلف اقطار جزیرۃ العرب اور قبائل میں اپنی طرف سے والیوں کو مقرر فرما کے بھیجیں جن کا یہ کام ہوتا ہی کہ لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں انھیں دربار رسالت کا مطیع فرمان رکھیں۔ اور مسلمانوں سے سالانہ رقم زکوٰۃ اور یہود و نصاریٰ سے جزیہ وصول کر کے خزانۂ نبوت

میں بھیج دیا کریں۔ چنانچہ آپ نے مہاجرین ابی امیہ کو صنعاء یمن میں زیاد بن ولید
انصاری کو حضرموت میں۔ زبرقان بن بدر اور قیس بن عاصم کو بنی سعد بن تمیم میں
علاء بن الحضرمی کو بحرین میں۔ اور اپنے ابن عم علی ابن ابیطالب کو یمن نجران میں روانہ فرمایا۔
علاقہ نجران چونکہ یمن میں ہے اس لئے حضرت علی فقط نجران نہیں بلکہ سارے
یمن میں بھیجے گئے ہیں۔ اُن سے پہلے یہاں خالد بن ولید بھیجے گئے تھے جنہوں نے جاتے
ہی تبلیغ اسلام کی۔ اور لوگوں کو دین توحید کی طرف بلانے لگے۔ مگر انکی کسی نے نہ سنی تب
آپ نے حضرت علیؓ کو اپنا خط دے کے وہاں بھیجا۔ اُنہوں نے پہنچتے ہی اہل یمن کو جمع
کر کے کچھ ایسے انداز سے فہمایش کی اور نامہ رسالت سنایا کہ سب نے سر اطاعت جھکا دیا
اور ایک ہی دن میں سارے بنی ہمدان ایمان لائے اور ان کے بعد دیگر قبائل بھی یکے
بعد دیگرے نعمت توحید سے بہرہ یاب ہونے لگے۔

حضرت علیؓ نے بنی ہمدان کے ایک ساتھ اور اتنی جلدی ایمان لانے کا حال
لکھا تو آپ بہت خوش ہوئے اور جوش تبلیغ نے زبان مبارک سے تین بار یہ کلمات
نکلوا دیئے "سلام ہمدانیوں کو!"

اس واقعہ پر اب میں اس خط کو ختم کرتا ہوں اور اب حج کعبہ سے واپس آنے کے
بعد آپکو لکھوں گا۔ والسلام خواہان نجات سلمان

عدی بن حاتم کا دوسرا خط استفانوس کے نام

از جانب عدی بن حاتم بنام جانشین ولی بحیرا استفانوس میرے معظم و محترم دوست
حمد الٰہی و ثنائے رسالت پناہی صلعم کے بعد عرض ہے کہ آپ کی اور ہمشیرہ عزیزہ سخاء

کی تحریر دل سے میرے دل کو بڑی تسلی دی۔ اُن کا آدیائے کا فرمانا صحیح ہے کہ مہبط انوار قدس مدینے میں ہے مجھے نہ حکمرانی کی ہوس ہونی چاہئے اور نہ اپنے وسن اور یاران وطن کی۔ لیکن خدا نے کچھ ایسا سامان کر دیا کہ خود ہی یہ شوق دل سے جاتا رہا۔

میں جانتا تھا کہ بنی طے ابتک کفر و طغیان میں مبتلا ہوں گے۔ تثلیث کے دلدادہ ہوں گے یا بتوں کے شیدا۔ اور اسی خیال سے وہاں جانا چاہتا تھا کہ اپنے قبیلے کو موحد و خدا پرست بناؤں۔ مگر میرے جانے سے پہلے ہی بنی طے میں توحید کا شوق پیدا ہو گیا۔ وہ سب جوش و خروش سے آمادہ ہو گئے کہ آستاں بوس بارگاہ نبوت ہوں اور ایمان لائیں۔ چنانچہ میرے عوض زید الخیل کو جو بنی طے کے ایک خاندان کے سردار اور میرے ماتحت تھے اپنا سردار بنا لیا۔ اور تقریباً دو مہینے ہوئے ہوں گے کہ چند معززین طے ان کے ساتھ سلمیٰ و اجا کے آغوش سے نکل کر آستان نبوت پر حاضر ہو گئے۔ اور نہایت ہی صدق عقیدت سے دین اسلام کو قبول کر لیا۔ آنحضرتؐ زید الخیل کی باتوں سے بہت محظوظ ہوئے۔ اُن کو زید الخیر کا محترم خطاب عطا فرمایا اور چونکہ رفقا کے ان کو بنی طے کا سردار بنایا تھا۔ اس لئے آپنے بھی انہیں کو اپنی طرف سے سرداری طے کا مقرر فرما دیا۔

حضور رسالت کو معلوم ہے کہ بنی طے کا سردار میں ہوں اور میں یہاں موجود بھی ہوں۔ مگر آپنے اس موقع پر میرا مطلق نام نہیں لیا۔ اور میں بھی اس اندیشے سے کہ شاید حضور انورؐ کو ناگوار ہو۔ نہ ان لوگوں کے سامنے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور نہ اپنے قبیلے والوں سے اُنکی اقامت گاہ میں جا کے ملا۔ اُن کے چلے جانے کے بعد میں نے دل میں کہا شاید اسی میں خدا اور رسول خدا کی کچھ مصلحت ہو گی اور

جب حضور انور کی مرضی نہیں ہے تو مجھے بھی چاہئے کہ بنی طے کی حکومت سے دستبردار ہو جاؤں۔ اور اب کبھی ارض طے کا نام نہ لوں۔ اس خیال نے مجھ میں یکسوئی پیدا کردی۔ اب اطمینان سے یہاں بیٹھا ہوں اور خوش ہوں کہ حضور انور نے بجائے حکومت آل طے کے مجھے اپنے غلاموں میں رہنے کیلئے منتخب فرمایا۔ مجھے زید الخیر پر مطلق حسد نہیں ہے کہ جناب رسول خدا نے اُسے بنی طے کا سردار بنایا اور اس عزت پر میں اسکی قدر کرتا اور اسے سچے دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔ مگر اپنے آپ کو اس سے زیادہ خوش نصیب سمجھتا ہوں۔ اسلئے کہ حضرت رسول اللہ صلعم کی خدمت فیض میں پڑے رہنے سے بڑی نہ کوئی شرافت ہے اور نہ کوئی عزت۔

اب میں اپنی نقل و حرکت کے متعلق کوئی رائے قایم نہ کروں گا اور نہ اس بارے میں آپ یا کسی سے مشورہ کروں گا۔ مجھے اپنے محترم دوست سلمانؓ سے مشورہ لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اپنا معاملہ خدا پر چھوڑا۔ اور حضرت رسولؐ خدا صلعم جو حکم فرمائینگے اسپر عمل کرونگا بلکہ اس بارے میں حضرت نبی اکرمؐ سے بھی کبھی استفسار نہ کروں گا میری بہن سفانہ سے کہہ دیجئے کہ ان کا جی چاہے وہیں آپکے پاس ٹھہری رہیں۔ یا میرے پاس چلی آئیں اور کسی نیک نفس اور خدا ترس مسلمان سے شادی کر لیں۔ اس لئے کہ حضرت رسالتؐ عورتوں کے بے شوہر رہنے کو بہت ناپسند فرماتے ہیں خدا کے حکم کے مطابق عورت کی اتقا کسی کی منکوحہ بن کے رہنے میں ہے۔ نہ بے شوہری کی زندگی۔ اور خدا کی دی ہوئی جائز خواہشوں کے روکنے میں۔

مجھے صبح تڑکے یہ خط قاصدوں کے حوالے کرنا ہے اس لئے ان کو جو کچھ لکھنا ہے وہ بھی آپ ہی کو لکھے دیتا ہوں۔ جداگانہ خط لکھنے کی اسوقت فرصت نہیں ہے۔

(آپ کا خادم عدی بن حاتم)

مکرر یہ کہ یہ خط میں، اپنے سلامانی بھائیوں کو دے چکا تھا۔ مگر انہوں نے دن گزار کے شام کو کوچ کیا اتنی دیر میں ایک نیا واقعہ پیش آیا جس نے میری حالت اور میرے منصوبے بالکل بدل دیئے۔ اور میں آج ہی حوار رسالت کو چھوڑ کے اوض بنی طے کو جاتا ہوں۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ میں سلامانی دوستوں کو خط دے کے آیا تو سیدھا بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ اور چونکہ کئی وفدوں کے لوگ آپ کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے عرض حال کر رہے تھے میں دور پر مسجد کے ایک کونے میں خاموش بیٹھ گیا۔ جب بہت سے لوگ حضور سرور عالم سے باتیں کر چکے تو ایک طائی شخص بڑھا اور حسرت واندوہ کے لہجے میں عرض کرنے لگا کہ "یا رسول اللہ ہم لوگ اپنے سردار زید الخیر کے ساتھ جبال سلمیٰ واجا کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں انہیں شدید بخار آگیا۔ مجبور ہو کر وہ نجد کے ایک گاؤں میں ٹھہر گئے۔ ان کے علاج میں ہم نے بہت دوڑ دھوپ کی۔ اور منزل دو منزل تک جس طبیب کا نام سنا اس کو جا کے لے آئے مگر کسی کے علاج سے نفع نہ ہوا۔ بخار کو نہ اترنا تھا نہ اترا۔ اور ایک ہی ہفتہ میں انکی حالت نہایت نازک ہو گئی۔ آخر انہوں نے آپ کا کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے سفر آخرت کیا اب ہمارا کوئی سردار نہیں ہے۔ اس لئے حضور انور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ کسی اور کو ہم پر سردار مقرر فرما دیں۔ اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اسکی پوری اطاعت کریں گے۔" یہ سن کر آپ نے زید الخیر کی وفات پر افسوس فرمایا

ان کے حق میں دعائے مغفرت کی۔ اور کہا "عدی بن حاتم کہاں ہیں؟" میں نے جو اپنا نام سنا تو اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور عرض کیا "لبیک یا رسول اللہ۔ آپ نے

قریب بلایا۔ اور جیسے ہی میں پاس گیا ارشاد ہوا" عدی میں نے چاہا تھا کہ تم کو اپنے پاس رہنے دوں اور تمہارے قبیلے کا سردار زید الخیر کو مقرر کرایا تھا۔ مگر خدا کی مرضی میں یہ تھا کہ تم ہی اپنے قبیلے کے حاکم و فرمانبردار ہو۔ اس لئے میں تم کو اپنی طرف سے بنی طے کا حاکم مقرر کرتا ہوں۔ جاؤ۔ اُن کو دین کی تعلیم دو۔ جو باتیں تم نے یہاں سیکھی ہیں اپنے سارے قبیلے کو سکھادو۔ انھیں ویسا ہی بنادو جیسا کہ یہاں کے مسلمانوں کو دیکھتے ہو۔ انھیں نماز روزے کا پابند بناؤ۔ اور سالانہ رقم زکوٰۃ وصول کرکے بھیجا کرو۔ اور جو لوگ مسیحی باقی رہیں اُن سے جزیہ وصول کیا کرو۔"

میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ یہاں کی غلامی ارض بنی طے کی حکومت سے زیادہ عزیز تھی میں اپنی آبائی حکومت کو خدا و رسول پر قربان کرچکا" حکم ہوا" خدا ہی کی یہ مرضی ہے کہ تم بنی طے کے سردار ہو۔ لہٰذا فوراً جاؤ۔ اور اپنا کام شروع کردو۔"

اب اس کے بعد بغیر اجازت حضرت رسولؐ کے مجھے مدینے میں ایک دن رہنا بھی حرام ہے۔ لہٰذا میں وکلائے بنی طے کے ساتھ اپنے وطن کو جاتا ہوں اور یہاں کے حالات آپکو جناب سلمان سے معلوم ہوا کریں گے۔ اپنے وطن پہنچتے ہی سفانہ کو میں آدمی بھیجکر بلوالوں گا اور ان سے کہدیجئے کہ اب اپنے گھر واپس آنیکے لئے تیار رہیں۔

خادم عدی بن حاتم

سفانہ کا شوقِ آستاں بوسئ رسالت

بنی سلامان کے وکلا مدینۂ طیبہ سے روانہ ہونے کے ایک مہینہ بعد اپنے وطن میں پہنچ گئے۔ اور اسی سفر میں آنکی پانی لانے والی عورتوں نے یہ دونوں خط اُستفانوس کے

پاس پہنچادیئے۔ وہ دونوں خط پہلے خود استفانوس نے پڑھے۔ پھر سفانہ کو سنائے اور اسکے بعد خانقاہ بحیرا کے تمام پرجوش و عقیدت کیش مسلمانوں کو سنائے گئے جن کو سنکر ایمان تازہ ہوگئے اور سب میں عجیب و غریب جوش تبلیغ پیدا ہوا۔ اور مزید حالات دربار نبوت کے معلوم ہونے کا شوق پیدا ہوا۔

سفانہ نے دو ایک روز سوچ میں رہنے کے بعد استفانوس سے کہا۔ بھائی مجھے اپنے وہاں بلانا چاہتے ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ اب ارض طے میں اُنکی حکومت زیادہ پرسطوت اور قوت کے ساتھ ہوگی۔ اسلئے کہ اب وہ حضرت رسالت کی جانب سے بھی اپنی قوم کے سردار ہیں۔ اور شاید دو ہی تین روز میں اُن کے لوگ مجھے لینے کو آئیں گے۔ مگر میرا جی چاہتا ہے کہ بجائے بنی طے میں جانے کے میں یہاں سے مدینۂ نبیؐ میں جاؤں۔ اور وہاں حضرت رسول آخر الزماں کی لونڈی بن کے رہوں۔"

استفانوس:۔ دینداری کا بیشک یہی تقاضا ہے۔ تم کیا ہم سبکو اسی بات کی تمنا ہے مگر کئی خرابیاں ہیں۔ مدینہ ایسا شہر نہیں کہ وہاں زیادہ آدمی رہ سکیں۔ نہ اتنی وہاں پیداوار ہے اور نہ اتنے ذرائع معاش ہیں کہ وہاں جو کوئی جاکے رہے اسکی بسر ہو جائے۔ پاؤں توڑ کے بیٹھنے اور دنیا کو چھوڑ کے محض زاہد و عبادت گزار بن جانے کو جناب رسول خدا پسند نہیں فرماتے بلکہ سچا خدا کا دوست "کاسب" یعنی اپنے ہاتھ سے کما کے کھانیوالے کو فرماتے ہیں۔ اور تمہارے لئے تو اور دشواریاں ہیں۔ تم کوئی بوڑھی اور معمولی گھرانے کی عورت نہیں۔ جوان ہو صاحب جمال ہو۔ اور عرب کے ایک فرمانروا کی بیٹی ہو۔ حضور سرور عالم کی شان یہ ہے کہ بغیر محرم کے ساتھ ہونے کے عورتوں کے تنہا یا نامحرموں کے ساتھ سفر کرنے کو قطعاً حرام فرماتے ہیں۔ تمہارے وہاں تنہا قیام کرنے کو کیوں پسند فرمانے لگے؟

میرے نزدیک مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے محترم دوست سلمان کے ذریعے سے تمہارے بارے میں خود حضرت سرور کائنات سے دریافت کروں۔ اگر وہ اجازت دیں تو فوراً روانہ ہو جانا اور اگر اسکو پسند نہ فرمائیں تو اپنے بھائی عدی کے پاس چلی جانا"۔

سفانہ "یہی اچھا ہے۔ آپ آج ہی لکھ کے دریافت کریں۔ لیکن دختر پاک سنتی ہوں اور آپنے بھی ابھی یہی کہا تھا کہ ہمارے حضرت اسکو پسند نہیں فرماتے کہ کوئی جوان عورت بغیر محرم اور شوہر کے رہے۔ اگر مجھے کسی کے ساتھ شادی کر لینے کا حکم ہوا تو کیا کرونگی؟"

استفانوس "تو کیا اس میں تم کو تامل ہوگا؟"

سفانہ "تامل تو نہ ہوگا۔ لیکن خدا جانے کس شخص کے ساتھ عقد کرنے کا حکم ہو۔ اور وہ میرا کفو اور ہم رتبہ ہو یا نہ ہو"۔

استفانوس "اسلام میں اعلی وادنی اور امیر وغریب کا امتیاز تو اٹھ ہی گیا۔ سب بھائی بھائی سب برابر والے اور ہمرتبہ وہم عزت ہیں۔ میں نے مدینہ نبوی میں متعدد معتبر لوگوں سے سنا تھا کہ آپنے باواز بلند پکار کے فرمادیا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ جو لوگ سُن رہے ہیں وہ ان لوگوں کو میرا یہ قول پہنچادیں جو یہاں یا اس زمانہ میں نہیں ہیں کہ عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ تم میں سب سے زیادہ شریف و مکرم وہی ہے جو سب سے بڑا متقی و پرہیزگار ہو۔ مقصد یہ ہے کہ اب جو کچھ فضیلت و شرافت ہے محض گناہوں سے بچنے اور دینداری کے لحاظ سے ہے۔ اس ارشاد میں آپکو یہانتک اہتمام تھا کہ یہ فرمانے کے بعد تمام حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر بڑے زور شور سے بہ آواز بلند فرمایا "گواہ رہو کہ میں نے یہ حکم پہنچا دیا"۔ گویا یہ خدا کا خاص پیام تھا جو آپنے بندوں کو پہنچایا۔ اس لئے اس حکم کے سننے کے بعد کسی مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان

کی نسبت سوا دینداری کے نسبی قومیت یا امارت دولت کے لحاظ سے یہ خیال کرنا کہ وہ مجھ سے کم ہے یا رذیل دفرمایہ ہے کس قدر بُرا ہے؟ اگر ایسا کوئی خیال تمہارے دل میں ہو تو اس کو نکال ڈالو۔ اور یقین جانو کہ تمام اولاد آدمؑ میں اب اگر کوئی بُرائی یا بھلائی ہو سکتی ہے تو محض اُن کے اعمال کے اعتبار سے"

سفانہ:۔ آپ بجا فرماتے ہیں اور میں ایسے غرور کے خیالوں کو اپنے دل سے بالکل نکال ڈالوں گی۔ مگر میں جب مدینہ طیبہ سے آرہی تھی۔ اطراف غسان کے ایک نصرانی بدوی کو یہ کہتے سنا کہ ایک لڑائی میں آپ نے دشمنوں کے مقابل فخر و مباہات کے طریقے سے فرمایا۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب (میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں۔ عبدالمطلب کا بیٹا ہوں) کیا یہ اپنے اوپر فخر کرنا اور اپنے آپکو اوروں سے بالا بتانا نہ تھا؟۔

استفانوس:۔ ہاں یہ میں نے بھی سنا ہے مگر سچ پوچھو تو اسمیں کوئی غرور کی بات نہیں ہے بلکہ نیکو کاری میں اپنے آپکو بزرگوں کے نقشِ قدم پر ظاہر کرنا ہے آپ کے جد امجد عبدالمطلب بڑے نیکوکار با اصول سچے اور حق پرست تھے۔ آپ نے اس موقع پر ظاہر فرمایا کہ میں بھی انہیں کا سا حق پرست ہوں اور اسی کا نمونہ یہ ہے کہ اپنے دعوے نبوت میں بالکل سچا ہوں"

سفانہ:۔ بیشک ان الفاظ سے آپکا یہی مطلب ہوگا"

استفانوس:۔ اور نہ بھی ہو تو یہ ایک پہلا واقعہ ہے اور نسب پر فخر کرنے کی ممانعت آپنے بعد میں فرمائی۔ وہ آپکا ذاتی جوش تھا۔ اور یہ پیغام خداوندی ہے"

سفانہ:۔ بیشک آپ صحیح کہتے ہیں"

استفانوس:۔ اور باوجود اس کے تمکو مطمئن رہنا چاہئے کہ رسول مقبول صلعم تم کو کسی کے ساتھ عقد کرنے کا حکم دیں گے تو تمہاری اور اس شخص کی حالت کا اندازہ فرما کے دینگے

اور وہ مصلحت سے خالی نہ ہوگا۔ سفانہ ''مجھے حضور انور کا حکم بجالانے میں مطلق عذر نہ ہوگا۔
اب آپ فوراً خط بھیج کے میرے لئے وہاں حاضر ہونے کی اجازت حاصل کریں''۔
اس گفتگو کے بعد استفانوس اپنی خوابگاہ میں گیا۔ اور دوسرے ہی روز نماز فجر کے بعد استفانوس نے اس مضمون کا خط لکھا:۔

استفانوس کا چوتھا خط

از جانب محروم القسمت استفانوس بنام واصل سینائے مدینہ سلمان!
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد حمد حضرت جل وعلیٰ وثنائے جناب محمد مصطفےٰ!
گذارش ہے کہ نامۂ ہدایت شمامہ پہنچا۔ ہمارے دل خوش ہوئے۔ ایمان تازہ ہوئے حقانیت اور زیادہ آشکار ہوگئی۔ اور وحدانیت کا آفتاب گردوغبار سے صاف ہوکے بڑی نورانیت کے ساتھ چمک اٹھا۔ یہ تمام باتیں بتا رہی ہیں کہ عنقریب نور توحید اس تیرہ وتار سرزمین میں پہونچا چاہتا ہے۔ جبکہ فلسطین وشام آسمانی بادشاہی کی قلمرو میں داخل ہوں گے''۔

خوشی کی بات ہے کہ عدی بن حاتم بڑے خوش نصیب نکلے۔ اور ایمان لانے کے بعد چند ہی روز کے اندر دربار رسالت میں ان کا اعتبار اسقدر بڑھا کہ حضرت رب العزت نے ان کے لئے اپنی قوم کی مسند حکومت خالی کرائی اور دربار نبوی نے علم توحید وتبلیغ ان کے ہاتھ میں دیکر پھر انہیں ان کی قوم کا سردار وشہریار بنادیا یہ حال سن کے مجھے اور ان کی بہن سفانہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ سفانہ کو وہ یہاں میری حفاظت میں چھوڑ گئے ہیں۔ یہ وہی نیک نفس اور جوان سال بیوی ہیں جو ارض

بنی طے میں سے گرفتار ہو کے آئی تھیں۔ حضرت رسول آخر الزماں علیہ السلام نے انہیں حاتم طائی کی بیٹی سن کے آزادی عطا فرمائی۔ زاد و راحلہ مرحمت کیا اور اپنے قبیلے میں واپس جانے کی اجازت دی۔ اور چونکہ ان کے بھائی ان دنوں بھاگ کے یہاں آئے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ یہاں آ کر اُن سے ملیں انکو اسلام کا شوق دلایا۔ ایمان لانے پر آمادہ کیا چنانچہ انہیں کے سمجھانے سے وہ حاضر دربار نبوت ہو کر ایمان لائے اور اب اپنی قوم کے سردار مقرر ہو گئے ہیں۔

عدی کا ارادہ ہے کہ اُنکو اپنی سرزمین سلمی و اجا میں بلوا لیں۔ مگر سفانہ کی اب یہ حالت ہے کہ دربار نبوی میں حاضر ہونے کی دھن بندھی ہوئی ہے۔ نہ کسی کام میں دل لگتا ہے نہ کہیں جانے کو جی چاہتا ہے۔ چاہتی ہیں کہ مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کر کے حضور سرور عالم کی کنیزی میں زندگی بسر کر دیں۔ انہوں نے ابھی تک کسی سے نکاح نہیں کیا ہے اور نہ اس دینی شوق میں کسی سے نکاح کرنا چاہتی ہیں وہ جوان ہیں اور عاقل و بالغ۔ اور گو کہ عدی بن حاتم ان کے کفیلِ زندگی ہیں مگر وہ اپنے معاملات کی آپ مختار ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی چاہتی ہیں کہ بغیر حضرت رسول خدا صلعم کی اجازت حاصل کئے کوئی کام نہ کریں۔ لہٰذا آپ براہ کرم سفانہ کی ملتجیانہ درخواست بارگاہ نبوی میں عرض کریں اور جو حکم ہو اُس سے مجھے جس قدر جلد ممکن ہو اطلاع دیں۔

سفانہ کو اندیشہ ہے کہ ایک جوان اور بے شوہر عورت کے مدینے میں تنہا رہنے کو حضور رسالت مآب صلعم شاید پسند نہ فرمائیں۔ اور وہ اس نعمت عظمیٰ اور اپنی دلی تمنا سے محروم رہ جائیں۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ نہایت

ہی نیک پارسا شریف النفس اور خوش عقیدہ موحدہ ہیں اور شمع نبوت کی جاں فروش پروانہ. بہر حال ان تمام امور کو عرض کر کے آپ دربار رسالت میں سفارش کریں اور ان کے لئے حاضر مدینہ ہونے کی اجازت حاصل فرما کے مجھے شکر گذار اور ان کو شاد کام و بامراد فرمائیں۔

جہانتک میں خیال کرتا ہوں آج کل آپ حضرت رسول اکرم کے ہمراہ حج خانہ کعبہ کے لئے مکہ معظمہ میں آئے ہوئے ہوں گے۔ اور پیغمبرانہ تعلیموں سے سنت ابراہیمی کو ادا کر رہے ہوں گے۔ لیکن امید ہے کہ جب تک یہ خط پہونچے آپ مدینہ طیبہ میں واپس آ چکے ہوں گے۔ لہذا اپنے وعدے کے مطابق حضور نبی محترم کے سفر مکہ اور ادائے حج کے واقعات سے ہم مشتاقان حالات رسالت کو بہت جلد فیضیاب کریں۔ والسلام توجہ و التفات کا امیدوار استفانوس

یہ خط لکھ کے استفانوس نے سقانہ کو سنایا اور جب اس نے پسند کر لیا تو اس کو لے کر خانقاہ سے نکلا اور بصریٰ کی طرف چلا کہ ارض حجاز کو جانے والا کوئی قافلہ ملے تو کسی کے حوالے کر دے۔ اتفاقاً سرحد شام کے قبائل عرب کے مسلمانوں کا ایک قافلہ مل گیا۔ جن میں سے بعض لوگوں کی نسبت سنا کہ حضرت رسولِ خدا صلعم کی زیارت سے شرفیاب ہو کے واپس چلے آئیں گے ان لوگوں کی تلاش کر کے وہ ان سے اور وعدہ لیا کہ واپسی میں وہ دو ایک روز کے لئے خانقاہ بحرا میں ضرور ٹھہریں گے۔ پھر ان کو وہ خط دے کے کہا "اسے آپ بوڑھے صحابی رسول اللہ صلعم جناب سلمان فارسی کو دیدیں۔ اور اگر وہ کوئی جواب دیں تو اس کو لیتے آئیں"۔ ان لوگوں نے خوشی سے خط لے لیا۔ اور اس سے رخصت

ہو کے اپنے پورے قافلے کے ساتھ جنوب کے صحرا میں غائب ہو گئے۔

ایک نیا واقف کار

استفانوس اِس زائرِ مدینہ سے رخصت ہو کے اپنی خانقاہ میں آیا۔ سفانہ کے پاس جا کے اُسے اطلاع دی کہ وہ خط روانہ ہو گیا اور جو شخص گیا ہے آستان بوسی بارگاہ کے بعد بہت جلد واپس آئے گا۔ اس کے بعد استفانوس نے کہا حق کی ترقی اور رسالت صادقہ کا نشو و نما کس قدر حیرت انگیز ہے؟ ایک وہ زمانہ تھا کہ ان پیغمبر آخرالزماں کو ان کے بچپن میں ہمارے شیخ اور ولی بحیرا نے دیکھ کے چشم و ابرو اور روشن جبیں سے پہچان لیا تھا کہ یہ صورت ناموس الٰہی کی ہے۔ اس کے بعد مدت تک کچھ پتہ نہ چلا کہ آپ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ بہت زمانے کے بعد جب ماہ بہ جواب سلمان فارسی کہلاتے ہیں ان سے آکے ملے اور جویائے حق ہوئے تو انہوں نے اُن کو آپ کی تلاش میں بھیجا۔ اُن سے ابتداءً جو کچھ حال معلوم ہوا وہ یہ تھا کہ مکہ میں آپ سے بڑا مظلوم کوئی نہیں۔ آپ پر محض اظہار حق کی بنا پر سینکڑوں طرح کے ظلم ہو رہے ہیں اور اندیشہ ہے کہ جاہل و مشرک ہموطنوں کے ہاتھ سے مار نہ ڈالے جائیں۔ ایک وہ اسلام کی کمزوری رسولِ خدا صلعم کی بے کسی و بے بسی تھی اور ایک آج کا زمانہ ہے کہ اطراف شام کے قافلے محض آپ کی زیارت و آستان بوسی کے لئے جا رہے ہیں۔ اور جدھر دیکھئے توحید کی آواز بلند ہے"

سفانہ "میں دیکھتی ہوں کہ چند ہی روز میں سارے عرب سے بُتوں کا عمل

اُٹھ جائے گا"

استفانوس:- بتوں کا عمل اُٹھ گیا۔ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ دنیا میں اب اس شرک کا پتہ بھی نہ لگے گا۔ جس کو اختیار کر کے موسویوں اور مسیحیوں نے اپنی توحید مغشوش کر لی ہے۔ خیر اب ہمیں اسوقت تک انتظار کرنا چاہیئے جب کہ ہمارا یہ قاصد زیارتِ خیر الانام سے شرفیاب ہو کے واپس آئیگا۔ اور ہمیں جناب سلمان کا نیا خط دیگا۔ یہ کہہ کے وہ اپنے حجرے میں گیا اور عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گیا

مگر اسے حالاتِ حضرت سرورِ عالم کا اسقدر شوق تھا کہ روز بلاناغہ بُصریٰ تک جاتا اور پتہ لگاتا کہ کوئی ایسا عربی نژاد تاجر تو نہیں ہے جس سے آپ کے زیادہ حالات معلوم ہو سکیں۔ اتفاقاً ایک روز وہاں کی کارواں سرا میں پھر رہا تھا کہ ایک عرب دکھائی دیا۔ اس سے ملا اور باتیں کیں تو معلوم ہوا کہ وہ بنی ثقیف میں سے ہے اور طائف کا رہنے والا ہے۔ اس سے کہا :- آپ کو اُن قریشی وہاشمی پیغمبر کے کچھ حالات معلوم ہوں تو بیان فرمایئے؟ "مگر میرے ساتھ خاص مکے کے ایک سوداگر موجود ہیں اُنسے آپکو بہت سی باتیں معلوم ہوں گی۔"

استفانوس:- تو آپ اُن سے مجھے ملا دیں۔ اور چاہتا ہوں کہ آپ اور وہ دونوں حضرات ایک دن کے لئے میری دعوت قبول کریں۔"

عرب تاجر:- پہلے چلئے آپ کو اُن سے ملا تو دوں پھر دعوت کا بھی فیصلہ ہو جائیگا یہ کہہ کے اُس نے استفانوس کو اپنے ساتھ لیا اور کارواں سرا کے ایک حجرے میں لیجا کے ایک شخص سے ملایا جو اپنے حجرے میں جانماز بچھائے ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ جانماز کے برابر ایک کمبل بچھا تھا جس پر دونوں بیٹھ گئے اور جب وہ

سلام پھیرنے کے بعد ادھر متوجہ ہوا تو اس عرب نے استفانوس کو پیش کر کے کہا
میرے لیثی دوست! یہ صاحب آپ سے ملنے کو آئے ہیں اور حضرت رسولِ
خدا صلعم کے حالات کے بیحد مشتاق ہیں۔"

اس شخص نے جو قبیلہ بنی لیث میں سے تھا استفانوس سے صاحب
سلامت کی اور پوچھا" آپ کس قسم کے حالات سننا چاہتے ہیں؟"

استفانوس:- "میں ہر طرح کے حالات سُننا چاہتا ہوں۔ میں ہی نہیں میرے ساتھ
یہاں اور بہت سے لوگ بھی شیدائے جمال محمدی صلعم ہیں۔ اس لئے میں چاہتا
ہوں کہ کل آپ میری دعوت قبول فرمائیں۔"

لیثی:- "آپ یہیں بُصریٰ میں تشریف رکھتے ہیں؟"

استفانوس:- "بُصریٰ کے باہر جنوب کی طرف بحیرا مرحوم کی خانقاہ ہے۔ میں
اس مرحوم ولی کا جانشین اور خانقاہ کا مہتمم ہوں۔ اور وہیں رہتا ہوں۔"

لیثی:- "اس خانقاہ کو ہم بہت سے جانتے ہیں کون عرب ہے جو بُصریٰ میں آیا ہو اور
اس خانقاہ کو نہ جانتا ہو۔ میں یہ بھی سُن چکا ہوں کہ وہاں کے سب لوگ مسلمان
ہو گئے ہیں۔ میں بڑی خوشی سے آپ کی دعوت قبول کرتا ہوں۔ دعوت کو رد کرنا
ہمارے مذہب میں غیر مستحسن اور سنت نبوی کے خلاف ہے۔"

استفانوس:- "تو میں لینے کو حاضر ہوں؟ یا آپ دونوں صاحب خود ہی علی الصباح
وہاں آجائیں گے؟"

لیثی:- "آپ تکلیف نہ کریں ہم خود آجائیں گے۔"

استفانوس:- "تو براہِ کرم آپ دونوں صاحب مجھے اپنا نام بھی بتا دیں۔"

بیٹی "میں تو فضالہ بن عمر ملوح لیثی ہوں اور میرے یہ دوست عروہ بن حارث ثقفی ہیں۔"

استفانوس: "بہتر۔ تو کل صبح کو میں آپ کا منتظر رہوں گا!" یہ کہہ کے اُن سے رخصت ہوا۔ اور اپنی خانقاہ میں آ کے سفانہ بنت حاتم سے سرگزشت بیان کی۔ سفانہ نے اصرار کیا کہ انکو ایسی جگہ بٹھائیے جہاں سے میں بھی ان کی باتیں سُن سکوں۔"

استفانوس۔ یہ ہو سکتا ہے۔ آپ کے اس حجرے سے ملا ہوا جو کمرہ ہے۔ اسی میں ان کو بٹھاؤں گا۔ اور درمیان کا دروازہ کھول دوں گا۔ آپ دروازے کے پاس اوڑھے لپیٹے اور منہ پر نقاب ڈالے بیٹھی رہیے گا۔"

سفانہ: "ہمارے قبیلے میں تو حجاب کا بالکل رواج نہیں ہے مگر میں پسند نہیں کرتی کہ مردوں میں آزادی سے بیٹھوں۔ ورنہ ان لوگوں سے ملتی اور انکی خدمت کرتی۔"

استفانوس: "عورتوں کے لئے مردوں سے الگ رہنا ہی مناسب ہے۔ حضرت رسول خدا صلعم کا بھی یہی حکم ہے۔ وہ مسجد مدینہ میں نماز کو آتی ہیں مگر مردوں سے الگ ہی الگ رہتی ہیں۔ یہ جائز نہیں ہے کہ ان کے بیچ میں بیٹھیں۔ اور اُن سے ملیں جلیں۔ مگر ان مہمانوں کے لئے کھانے کی تیاری کا انتظام آپ ہی کو کرنا پڑے گا۔ ہم راہب لوگ روکھی پھیکی غذا کے سوا اچھے تکلفی بامزہ کھانے نہیں تیار کر سکتے۔ اور آپ اپنی قوم اور اپنی سرزمین کی شاہزادی ہیں جو کریں گی نفاست اور عمدگی سے کریں گی۔

سفانہ: "آپ کھانے کا سامان فراہم کر دیجئے میں پکا کے تیار کر دوں گی۔"

اس کے بعد سفانہ کی ہدایت کے مطابق استفانوس نے اپنے خادموں کو

بصریٰ میں بھیج کے ضروری چیزیں منگوادیں۔ اور سفانہ کچھ رات رہے پکانے میں مصروف ہوگئی۔ تاکہ مہمانوں کے آنے سے پہلے سب کھانا تیار ہوجائے اور جیسے ہی وہ آئیں انہیں کھانا کھلوا کر اطمینان سے بیٹھ کے انکی باتیں سنئے۔

آفتاب کو طلوع ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دونوں عرب مہمان آگئے۔ استفانوس خانقاہ کے پھاٹک پر ان کے استقبال کے لئے کھڑا تھا اپنے ساتھ لایا۔ اور سفانہ کے برابر والے حجرے میں بٹھلا کے انہیں کھانا کھلایا خانقاہ کے چند اور خوش عقیدہ راہب بھی دعوت میں شریک تھے۔

کھانے سے فراغت ہو چکی تو استفانوس نے کہا:" اب آپ حضرت رسولِ اکرم کے کچھ حالات بیان فرمائیں تاکہ ہمارا ایمان تازہ ہو اور نور نبوت ہمارے دلوں پر اپنا اثر ڈالے"۔

فضالہ:" میں اپنی ہی سرگزشت کیوں نہ بیان کروں؟ میں قریش کی دوستی کی وجہ سے رسول خدا کا سب سے زیادہ سخت دشمن تھا اور دل ہی دل میں نہایت جھنجھلاتا اور تاؤ کھاتا تھا کہ لوگ انہیں مار کیوں نہیں ڈالتے۔ میں چاہتا تھا کہ کوئی شخص دوست بنکر یثرب میں جائے اور کوئی موقع نکال کے ان کا کام تمام کردے۔ یہاں تک کہ قریش کو متواتر شکستیں ہوئیں۔ ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ رسول خدا کا زور بڑھ گیا اور آخر آپ نے زبردست لشکر کے ساتھ آکر مکے کو بھی فتح کر لیا۔ جن لوگوں سے ان کا غلبہ نہ دیکھا گیا بھاگ گئے جن کے دلوں کی خدا نے ہدایت کی مسلمان ہوگئے۔ اور جن سے کچھ نہ بنا مجرموں اور گنہگاروں کی طرح سامنے سر جھکا کے کھڑے ہوگئے۔

یہ دیکھ کر مجھے بیحد طیش آیا۔ اور دل میں ٹھان لی کہ اور کوئی بہادر آدمی نہیں پیدا ہوتا تو میں ہی یہ کام کیوں نہ کروں؟ ایک خنجر کمر میں باندھا تلوار ہاتھ میں لی۔ اور کعبہ کے پاس جا کھڑا ہوا کہ رسول اللہ قبضہ کر چکے ہیں اب یہیں آئیں گے۔ مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ آپ اونٹ پہ سوار آئے اور سوار ہی سوار کعبے کے گرد طواف کرنے لگے۔ ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ جب طواف پورا کر کے حجر اسود کے قریب پہونچتے اس میں وہی لکڑی چھلا کر اُس کو بوسہ دیتے اور آگے بڑھ جاتے۔ سات طواف پورے کر کے آپ اونٹ سے اُترے اور کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہ کو بلوایا۔ اُس سے کنجی لی۔ کعبے کے دروازے کو کھولا۔ اور اندر تشریف لے جانے کا قصد کیا۔ میں موقع دیکھ رہا تھا کہ ذرا بھی قریب آئیں تو ایک ہی وار میں آپ کی زندگی کا چراغ گل کر دوں اُسوقت آگے بڑھا۔ آپ نے جیسے ہی مجھے اپنی طرف آتے دیکھا پوچھا "کون؟ فضالہ؟" میں نے کہا "جی ہاں" فرمایا "دل میں کیا کہہ رہے تھے؟" میں نے کہا "کچھ نہیں۔ ہاں خدا کو البتہ یاد کر رہا تھا" میرا یہ جواب سُن کر آپ ہنس پڑے اور کہا "توبہ کرو اور خدا سے عفو قصور کی التجا کرو" یہ کہتے ہی بڑھ کے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیا۔ میں نہیں کہہ سکتا وہ ہاتھ کیا تھا جس کی لذت زندگی بھر نہ بھولوں گا۔ دل جو زور زور سے دھڑک رہا تھا فوراً ٹھہر گیا۔ اور ایک تسکین وتسلی محسوس ہوئی جس کی مسرت سے میرا تاریک دل آشنا ہی نہ تھا سینہ نور وسرور سے معمور اور برکت وفرحت سے سرشار ہو گیا اور اسی ہاتھ نے یہ حالت کر دی کہ دشمنی وعداوت کے جذبات در کنار اب مجھے حضور اکرم

سے زیادہ دنیا کی کوئی چیز عزیز و محبوب نہ تھی۔ فوراً کلمۂ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو گیا۔ اس وقت سے عادت پڑ گئی ہے کہ ہر گھڑی اپنی کفر و شرک کی زندگی پر پچھتاتا اور کفِ افسوس ملا کرتا ہوں۔"

استفانوس:۔ "وہی نورِ سرورِ جو نبوت کے نورانی دستِ مبارک کی برکت سے آپ کے دل میں پیدا ہوا ہر اس شخص کے دل میں بھی پیدا ہو جائے گا جس کے سامنے آپ اس واقعہ کو بیان فرمائیں گے۔ خیر اب یہ فرمایئے کہ کعبے میں داخل ہو کر جناب رسالت پناہ نے کیا کیا؟"

فضالہ:۔ "سنئے اب مجھے حیرت انگیز واقعات نظر آنے لگے۔ کعبے کے گرد طواف کے راستے میں دونوں جانب سینکڑوں بُت قائم تھے جو سیسے سے جوڑ جوڑ کر بڑی مضبوطی سے نصب کر دیئے گئے تھے جن میں لوگ طوافِ کعبہ کرتے وقت ان کی بھی پوجا کرتے جاتے تھے اور ہر ایک کے آگے ہاتھ جوڑ کر اظہار عجز و الحاح اور درخواست فضل و کرم کیا کرتے تھے۔ ہمارے دلوں پر ان کی ایک ہیبت بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کو آنکھ بھر کے دیکھتے ڈر معلوم ہوتا تھا اور دل میں خطرہ لگا رہتا تھا کہ ان کی خدمت میں گستاخی ہوئی تو ہم فنا ہو جائیں گے جس وقت آپ طواف کر رہے تھے۔ میں نے یہ تماشا دیکھا کہ جنابِ رسولِ مکرم طواف کرتے وقت اِن بتوں کی طرف اپنی چھڑی اٹھا دیتے۔ اس چھڑی سے کسی بت کی گُدی کی طرف اشارہ ہوتا اور کسی بت کے منہ کی طرف اور ساتھ ہی میں یہ دیکھ کے بالکل مبہوت و متحیر اور بدحواس ہو جاتا کہ جس بُت کی گُدی کی طرف اشارہ ہوتا وہ چت گر پڑتا۔ اور جس بُت کے منہ کی طرف اشارہ ہوتا

وہ اوندھے منہ گر پڑتا۔ اس کیفیت کو ایمان لانے سے پہلے میں جادو اور طلسم خیال کرتا تھا۔ مگر ایمان لانے کے بعد خودبخود دل نے کہا یہ نہ جادو ہے نہ طلسم یہ معجزہ ہے اور جلوۂ توحید ربانی کا ظہور۔

اس کے بعد آپ نے باب کعبہ کے اندر قدم رکھا۔ وہاں ایک کبوتر کی چوبی مورت نظر آئی جسے آپ نے توڑ کے پھینک دیا۔ اس کے بعد وہیں کھڑے کھڑے فرمایا۔ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اس کا وعدہ سچا ہوا۔ اپنے بندے کی اُس نے مدد کی اور اس نے تن تنہا لشکروں کو شکست دیدی۔ لوگو! ہر مواخذہ۔ ہر خون۔ اور ہر مال جس کا کوئی دعویدار ہو وہ میرے اِن دونوں قدموں کے نیچے ہے (یعنی پامال و کالعدم ہے) بجز تولیت خانہ خدا اور حاجیوں کے لئے سبیل رکھنے کے۔ سُن لو جو کوئی شُبھے میں مار ڈالا جائے وہ بمنزلہ عمداً مار ڈالے جانے کے ہے۔ اور اے جماعتِ قریش! خدا نے وہ جاہلیت کبر و غرور اور آباؤ اجداد پر فخر و ناز دور کر دیا۔ تمام انسان آدمؑ سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ اس کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ "یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ یعنی لوگو ہم نے تم کو نر و مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں فرقوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ پہچانے جاؤ تم میں سب سے افضل وہ ہے جو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ متقی ہو۔"

اب آپ کعبہ کے اندر آگے بڑھے تو ملائکہ وغیرہ کی تصویریں نظر آئیں۔ انہیں کے درمیان حضرت ابراہیمؑ کی تصویر اس وضع میں بنی تھی کہ قرعہ اندازی

کے قلم ان کے ہاتھ میں ہیں جیسے کہ کعبے کے سب سے بڑے بت ہبل کے ہاتھ میں بنائے گئے تھے۔ یہ دیکھکر آپ نے فرمایا "خدا ان لوگوں کو غارت کرے۔ بھلا ابراہیم کو قرعہ اندازی سے کیا واسطہ؟ قران مجید کی آیت پڑھی جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی نہ مشرک بلکہ وہ دین حنفی پر تھے اور مسلمان تھے۔ اس کے بعد آپ کے حکم سے وہ سب تصویریں مٹا دی گئیں۔ اسی وقت تمام بت کعبے سے نکالے گئے۔ اور آپ نے بلال کو جو ہمراہ رکاب تھے حکم دیا کہ اذان دو۔ بلال نے فوراً اذان دی۔ اور خانہ کعبہ اور گرد کی فضا میں نعرۂ توحید گونج اٹھا۔

اس کارروائی کے بعد آپ نے تمام قریش کی طرف جو صحن کعبہ میں جمع تھے متوجہ ہو کے فرمایا۔ اے گروہ قریش آج تم کو مجھ سے کیا اُمید ہے؟" سب نے چلا کے کہا "فضل و کرم کی اس لئے کہ آپ فیاض بھائی اور فیاض بھتیجے ہیں" یہ سنتے ہی ابر کرم جوش میں آیا۔ دریائے شفقت اُبلا۔ اور ارشاد ہوا "جاؤ تم سب آزاد ہو"

ان باتوں میں زیادہ دیر ہوگئی اور فضالہ اور اس کی رفیق نے استفانوس وغیرہ سے رخصت ہو کر بصریٰ کی راہ لی مگر اپنی باتوں کا ایسا گہرا اثر سامعین خانقاہ کے دلوں پر ڈال گئے کہ سب میں ایک عجیب ذوق و شوق پیدا ہو گیا تھا اور خانقاہ بحیرا میں جن جن لوگوں نے ان واقعات کو سُنا۔ دنیا و ما فیہا اور اپنے سارے زہد و تقوے کو بھول گئے۔ ہر شخص کا دل کہہ رہا تھا کہ اب سب سے بڑی عبادت و ریاضت حضرت رسولِ خدا صلعم کی غلامی ہے۔

اِس ذوق و شوق کو تقریباً چار مہینے گزر گئے اور سب کے دلوں میں زیارتِ جمالِ محمدی کا شوق بڑھتا جاتا تھا کہ ارض بنی طے سے دس پندرہ آدمی اچھی اچھی تیز رو سانڈنیوں کو لئے آئے۔ اور خانقاہ میں ٹھہرے اِن کا سردار محل بن ثعلبہ طائی تھا۔ محل استفانوس کو ساتھ لے کے سفانہ کے پاس گئے اور کہا "آپ کے بھائی عدی بن حاتم نے ہمیں بھیجا ہے کہ آپ کو عزت و آرام سے آپ کے وطن میں لے چلیں۔ اور آپ کے مشتاق بھائی سے ملائیں جو وہاں اپنی ساری قوم اور سلما و اجا کے کل علاقے پر حاکم و متصرف ہیں مگر اس حکومت و اقتدار میں بھی بغیر آپ کے چین نہیں آتا۔"

ان لوگوں کی درخواست سن کے سفانہ نے استفانوس سے کہا۔ جبتک جناب سلمان فارسی کا خط نہ آئے میں کیسے جا سکتی ہوں؟" اس کے جواب میں استفانوس نے کہا۔ اب تو واقعی بغیر حضرت سرورِ عالم کا منشا معلوم ہوئے آپ کہیں نہیں جا سکتیں۔" اپنے محترم رفیق خانقاہ کا یہ مشورہ سن کے سفانہ نے ان لوگوں سے کہا "بھائی سے زیادہ مجھے اُن سے ملنے اور گھر جانے کا شوق ہے۔ لیکن میں نے بارگاہ حضرت ختم المرسلین علیہ السلام سے دریافت کرایا ہے کہ مدینے میں حاضر ہو کر میں حضور انور کی کنیز بن کے رہوں تو اُس میں کوئی مضائقہ تو نہ ہوگا۔ اس لئے اب جب تک وہاں سے جواب نہ آئے گا میں کہیں نہ جاؤں گی۔ آپ لوگوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ کسی کو بھیج کے بھائی کے پاس میرا یہ عذر کہلا بھیجیں اور خود یہیں ٹھہرے رہیں۔ چند ہی روز میں مدینے کا خط آجائے گا۔ اگر مجھے اجازت مل گئی تو آپ ہی کے ساتھ میں مدینہ منورہ

میں جا کے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جاؤں گی۔ اگر وہاں جانے کی اجازت نہ ملی تو پھر آپ کے ہمراہ بھائی کے پاس چلوں گی۔

سفانہ کی یہ درخواست نہ تھی بلکہ حکم تھا۔ وہ لوگ ٹھہر گئے اور اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو عدی کے پاس روانہ کر دیا تاکہ سفانہ کے آنے میں تاخیر ہونے کا سبب بیان کرے۔

اب زیادہ شوق و بے صبری سے جناب سلمان کے خط کا انتظار ہونے لگا عین اسی انتظار میں ایک پچھلی رات کو جرس کارروان کی آواز سنائی دی۔ جس قافلے نے بجائے بصریٰ کی راہ لینے کے خانقاہ کے میدان میں آکے قیام کیا۔ استفانوس جو نماز تہجد پڑھ رہا تھا اسی وقت سلام پھیر کے باہر نکلا اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ انہیں زائرین شام کا قافلہ ہے جو جناب سلمان کے نام اُس کا خط لے کے گئے تھے۔

جناب سلمانؓ کا اٹھارھواں خط

ان لوگوں کی صورت دیکھتے ہی استفانوس بے اختیار اُن سے لپٹ گیا انکی آنکھوں کو بار بار چوما۔ اس لئے کہ یہ خوش نصیب آنکھیں جمال نبوت کی زیارت کئے ہوئے آتی ہیں انکو لا کر خاص اپنے کمرے میں ٹھہرایا اور صبح تک ان کی خدمت اور خاطر داشت کرتا رہا۔ پھر پُرانے معبد میں جو اب معبد تثلیث ہونے کے عوض مسجد توحید تھا۔ سب کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ وہاں سے واپس آتے ہی اُن کو لے کر سفانہ کے حجرے میں گیا۔ اور جب سفانہ نے منہ پر نقاب ڈال لی اُن کی

اجازت سے ان کوبے کے اندر داخل ہوا۔ اور کہا۔ یہ اقبال مند حضرات بارگاہ نبوی سے آرہے ہیں۔ یہی میرا خط جناب سلمانؓ کے پاس لے گئے تھے اور امید ہے کہ جواب لائے ہوں گے۔" اس کے بعد ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کے کہا اب آپ میرے خط کا جواب لائے ہوں تو مرحمت فرمایئے۔ اور جو کچھ وہاں دیکھا ہو بیان کیجیئے۔"

ایک زائر۔"جی ہاں میں آپ کے خط کا جواب لایا ہوں جس کو سارے سفر میں میں نے اپنی قبا کے اندر سینے میں رکھا اور دل سے لگائے رہا۔ (خط کو قبا کے اندر سے نکالکر) لیجئے۔ یہ آپ کا خط ہے۔ پہلے اس کو آپ پڑھ لیں۔ پھر میں اپنی سرگزشت بیان کروں گا۔"

استفانوس نے خط کو کھولا۔ اور ایک دفعہ اول سے آخر تک پڑھ جانے کے بعد اُن زائروں کے سامنے ہی سنانا شروع کیا۔ جو حسب ذیل تھا۔

از جانب فائز۔ بہ حق سلمان بنام حقیقت مانوس استفانوس۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد حمد حضرت ذوالجلال والاکرام ونعت پیغمبر خیر الانام عرض ہے کہ آفتاب رسالت پوری آب وتاب کے ساتھ روشن ہے اور اس کی شعاعیں اقطار ارض تک پہونچ کے سارے عالم کو منور کر رہی ہیں میں نے حق کا جلوہ اس وقت دیکھا تھا جب اس شمس مکہ نے مدینہ طیبہ کی چہار دیواری میں اپنی روشنی پھیلائی ہے اور اسی وقت شمع توحید کا پروانہ ہو گیا تھا۔ مگر اب لطف ربانی کا یہ تماشہ دیکھ رہا ہوں۔ کہ جآء الحقّ وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاہ جس کا مطلب یہ ہے کہ سچائی آئی اور جھوٹ مٹا۔

جھوٹ مٹنے ہی والا تھا۔ توحید کی روشنی اب ہر دل میں چمک اٹھی ہے اور وہی وحشی عرب جو دس سال پہلے درندوں سے بدتر تھے۔ ایک دوسرے کو پھاڑے کھاتے تھے۔ طرح طرح کی بداخلاقیوں میں مبتلا تھے۔ جوئے کے رسیا تھے۔ شراب میں مست رہتے تھے۔ فحاشی و زناکاری سے پاک نہ تھا۔ آج وہی عرب دنیا کی مہذب سے مہذب قوموں سے زیادہ مہذب اور شائستہ سے شائستہ امتوں سے زیادہ شائستہ ہیں۔ اب ان میں نہ کفر ہے۔ نہ شرک نہ فسق ہے نہ فجور۔ نہ شراب ہے نہ زنا۔ نہ لڑکیاں زندہ دفن کی جاتی ہیں۔ نہ عورتوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ نہ وہ قتل و خونریزی ہے نہ وہ قزاقی و رہزنی جن صحراؤں کی طرف پہلے ہم نظر اٹھا کے دیکھتے خوف کھاتے تھے آج ان میں امن و امان قائم ہے۔ اور خدا کا قانون عدل جاری و ساری نہ کوئی مظلوم ہے نہ کوئی ظالم کہ کسی کے حق میں ناانصافی کرے۔ آج یہاں سونا اچھالتے چلے جایئے۔ لاکھ بیکس و بے انیس ہوں یکہ و تنہا سفر کیجیئے نہ کوئی ٹوکنے والا ہے نہ کوئی چھیڑنے والا یہ ہے شریعت الٰہی کی برکت اور اسلام کی نعمت و دولت۔

سفانہ کی کنیزی داستان بوسی کو میں نے بارگاہ نبوی میں عرض کر دیا۔ حضور انور ان کی سی جوان و محترم خاتون کے یکہ و تنہا یہاں آ کے رہنے کو پسند نہیں فرماتے۔ وہ تو عورت ہیں۔ حضور سرور عالم مردوں کے بھی یوں پاؤں توڑ کر بیٹھنے کو اچھا نہیں تصور فرماتے۔ اسی بنا پر آپ راہبوں سے دنیاداروں کو افضل و اعلیٰ بتاتے ہیں۔ آپ کی تسلیم ہے کہ مسلمان کو ہاتھ پاؤں ہلانا اور ہمیشہ ترقی کی کوشش میں لگے رہنا چاہیئے۔ خدا نے انہیں دنیا میں اس لئے بھیجا ہے

کہ اس کی اصلاح کریں۔ اسے بنائیں سجائیں اور درست کریں۔ ساری دنیا خدا کا معبد و حرم ہے اور اس کو بنانا آباد کرنا ترقی دینا انسان کی اصلی عبادت۔ لہٰذا جو لوگ ہاتھ پاؤں ہلانا چھوڑ کے اس کوشش سے الگ ہو جائیں وہ اگر معذور نہیں تو جواب دہ ہیں۔ اور لاکھ نماز و روزہ کریں مگر اپنے اصلی فرض سے غافل ہیں۔ اس لئے سفانہ کو چاہیے کہ بجائے یہاں آکے بیٹھنے کے اپنی قوم میں جائیں وہاں کی عورتوں کی اصلاح کریں اور مکتب نبوت و رسالت میں جو سبق حاصل کر چکی ہیں اپنی دوسری بہنوں کو دیں۔

اب میں اپنے وعدے کے مطابق آپ کو حضور رسول خدا صلعم کے حالات سفر اور تعلیمات حج سے آگاہ کرتا ہوں۔ غور سے سُنئے اور یاد رکھیے۔

ماہ ذیقعد کے ختم ہونے کو چار پانچ روز رہ گئے ہوں گے کہ ہفتے کے روز آپ ایک بے شمار خلقتِ خدا کے ساتھ اور تمام ازواج مطہرات کو اپنے ہمراہ محملوں میں سوار کرا کے بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ سے چل کھڑے ہوئے۔ صحابہ میں سے ایک نیکو کار بزرگ ابو دُجانہ ساعدی کو والی مدینہ مقرر کر کے اپنی جگہ چھوڑا اور تھوڑی دُور جا کے ذی الحلیفہ میں عصر کی نماز پڑھی اور وہیں ٹھہر گئے۔ دوسرے دن آگے بڑھے ہیں تو ایک خدائی آپ کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ جدھر نظر جاتی سر ہی سر دکھائی دیتے۔ کوئی کہتا ہمراہیوں کا شمار ایک لاکھ چودہ ہزار سے زیادہ تھا۔ کوئی اس سے کم بتاتا ہے اور صحیح تعداد خدا ہی کو معلوم ہے۔ مختصر یہ کہ میں نے ایسا انبوہ خلائق زندگی بھر کبھی نہیں دیکھا تھا اور سب کی یہ حالت تھی کہ شتر مبارک کے آگے آنکھیں بچھاتے۔ کوئی نہ تھا جو جان فدا کرنے کو تیار نہ ہو۔

الغرض مسلسل آٹھ روز سفر کرکے آپ اتوار کے روز ۴ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ میں پہنچ گئے۔ آپ قربانی کے لئے بہت سے اونٹ ہمراہ لیتے گئے تھے۔ مقام سرف میں پہنچکر سب لوگوں سے فرمایا کہ جو لوگ قربانی کے جانور ساتھ لائے ہوں وہ بدستور احرام باندھے رہیں اور اس کو حج سے فارغ ہوکر کھولیں۔ مگر جو لوگ قربانی کے جانور نہیں لائے ہیں وہ فقط عمرے کے لئے آئے ہیں لہذا وہ یہیں احرام کھول ڈالیں چنانچہ یہی ہوا کہ تمام وہ لوگ جو قربانی نہیں کرنے والے تھے انہوں نے اور آپ کے حکم سے تمام امہات المومنین نے اور جناب فاطمہ نے احرام کھول ڈالے۔

حضرت علیؓ ارض نجران میں یمن کی طرف گئے ہوئے تھے ورود سرور عالم کے ساتھ وہ بھی مکہ میں پہونچے۔ حج کے ادا کرنے کے لیئے آئے تھے اور احرام باندھے ہوئے تھے۔ جناب فاطمہؓ زہرا سے ملے تو دیکھا کہ آپ احرام کھولے ہوئے ہیں۔ پوچھا یہ کیا؟" انہوں نے فرمایا "رسول اللہ صلعم نے مجھے یہی حکم دیا۔ میں فقط عمرے کی نیت سے آئی ہوں لہذا احرام کھول ڈالا" یہ سُن کر حضرت علیؓ رسولِ خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھتے ہی حکم دیا کہ "تم بھی طواف کعبہ کرکے احرام کھول ڈالو" حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں تو یہ نیت کرکے آیا ہوں کہ جو نیت رسولؐ اکرم کی ہے وہی میری ہے" فرمایا "تو تم قربانی کے لیئے جانور لائے ہو؟" عرض کیا "نہیں" یہ سُن کر آپ خاموش ہو رہے اور اپنی قربانی میں حضرت علیؓ کو بھی شریک کرلیا۔ ماسوا اسکے آپ نے اگرچہ ازواج مطہرات سے احرام کھلوا دیا تھا مگر انکی طرف سے بھی قربانی کی۔

حضرت علیؓ کی تشریف آوری سے ایک اور واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ آپ کے ہمراہ جو لشکر نجران سے آیا تھا اُسکو آپ نے مکہ کے باہر چھوڑ دیا تھا اور تنہا اندر

تشریف لائے تھے۔ نجران سے بمد خراج آپ بہت سے قیمتی حُلے لائے تھے جن کو گٹھریوں میں بندھا ہوا انہیں لوگوں کے پاس چھوڑ آئے تھے اور انہیں میں سے ایک شخص کو اُن پر سردار مقرر کر دیا تھا۔ آپ کے آنے کے بعد اُس شخص نے وہ سب حلے کھولکر ہمراہیوں کو پہنا دیئے تاکہ آنحضرت صلعم کے سامنے جائیں تو بہت شاندار بنکر جائیں اور انکو دیکھکر آپ خوش ہوں۔ حضرت علیؓ حضور سرور عالم سے ملنے کے بعد ان کے پاس واپس گئے تو ان کو وہ حُلے پہنے دیکھکر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا ”ان حلوں کو فوراً اُتار کے اسی طرح باندھ دو۔ اور آنحضرت کیخدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اس کی تعمیل ہو جائے مجبوراً وہ حکم مرتضوی تو بجا لائے مگر دل میں ناراض تھے۔ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو جناب علی مرتضیٰ کی شکایت کی۔ یہ دیکھ کر آپ نے ان سب کے سامنے ایک تقریر فرمائی جس میں ارشاد ہوا ”لوگو! علیؓ کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم وہ خدا کے لئے یا خدا کی راہ میں نہایت سخت ہیں“

اس کے بعد حضور سرور عالم حج بجا لانے میں مصروف ہوئے تمام مناسک یعنی افعال حج میں سے ایک ایک کی جدا جدا تعلیم فرمائی۔ اور صاف کر کے بتا دیا کہ مروجہ رسوم حج میں سے کتنی باتیں اصلی سنت ابراہیمی و اسمٰعیلی ہیں۔ اور کتنی باتیں زمانہ مابعد میں مشرکین نے ایجاد کر لی ہیں۔ اس موقع پر عام خلقت کے سامنے آپ نے ایک مفصل اور طولانی تقریر کی۔ میں اگرچہ آپ کے ہمراہ رکاب تھا۔ اور قریب کھڑا تھا۔ مگر پورا خطبہ یاد نہیں رہا۔ اس میں سے جو باتیں یاد رہ گئیں یہ ہیں۔

آپ نے حمد و ثنائے حضرت رب العزت خدائے وحدہٗ لاشریک کے بعد فرمایا" لوگو! میں جو کہوں سُن لو۔ گر مجھے نہیں معلوم لیکن ممکن ہے کہ اس حج کے بعد پھر یہاں میں تم سے نہ مِل سکوں۔ لوگو! جس طرح یہ دن اور مہینہ محترم ہے اُسی طرح آج سے جب تک تم جیو تمہاری جانیں اور تمہارے مال بھی باہم ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ عنقریب تم اپنے پروردگار کے دربار میں حاضر ہوگے، اور وہ تمہارے اعمال کی بابت تم سے باز پُرس کرے گا۔ غرض میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا اور اس ذمہ داری کی بنا پر کہتا ہوں کہ تم میں سے جس کسی کے پاس کسی کی امانت ہو اُسے وہ اُس کے پاس پہونچائے جس سے حاصل کی ہو۔ سارا سُود متروک ہے۔ بس جس قدر راس المال یعنی اصلی سرمایہ ہے وہ البتہ تمہارا حق ہے۔ نہ تم ظلم کرو۔ اور نہ تم پر ظلم ہو۔ اللہ جل شانہ نے حکم دے دیا کہ اب ربٰو (سود) نہیں ہے۔ اور عباس بن عبدالمطلب کا سارا سود متروک ہے۔ لوگو! جاہلیت کے جتنے خون باقی رہ گئے ہیں اُن کا سب انتقام موقوف ہے اور سب سے پہلا خون جس کو میں اپنی طرف سے ترک کرتا ہوں وہ عبدالمطلب کے پوتے ربیعہ بن حارث کا خون ہے جن کی رضاعت بنی لیث میں ہوئی تھی اور وہیں بنی ہذیل نے اُن کو قتل کر ڈالا۔ اسی طرح اب جاہلیت کے تمام خون چھوڑ دیئے جائیں۔ لوگو! شیطان اس سے مایوس ہے کہ پھر اس کے بعد کبھی وہ تمہاری اس سرزمین (عرب) میں پوجا جائے۔ یہاں کے سوا اور مقامات پر اس کی پرستش ممکن ہے۔ لوگو! نسی؏ زمانہ کفر کی زیادتی ہے جس سے کفار اور زیادہ گمراہ ہوتے ہیں

؏ نسی سے مراد یہ ہے کہ جاہلیت میں لوند کا مہینہ بڑھانے کے خیال سے کبھی سال ؏

کسی سال کسی مہینے کو حلال کرتے اور کسی سال اُسے حرام بتاتے ہیں. تاکہ جو کام اس محترم و متبرک مہینے میں اُن پر حرام ہو جاتے ہیں. ان کو کبھی حرام رکھیں اور کبھی حلال کر لیں. تخلیق زمین و آسمان سے آج تک زمانہ اپنے معمولی حساب سے چلا جاتا ہے. خدا کے نزدیک مہینوں کا شمار بارہ ہے جن میں سے فقط چار حرام ہیں ان میں سے تین (ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم) تو متواتر ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں اور ایک ان تینوں سے الگ ہے جو جمادی ثانی اور شعبان کے درمیان میں آتا ہے۔

لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں. اور اسی طرح تم پر ان کے حقوق ہیں. ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ تمہارے بچھونے میں کسی کو شریک نہ کریں. اور فحش کام نہ کریں اور اگر ان سے ایسا قصور سرزد ہو تو خدا نے تمکو اجازت دی ہے کہ اُن کو اُن کے بستروں میں چھوڑ دو. اور ایسی مار مارو جو شدید نہ ہو اور جب ایسے گناہوں سے باز رہیں تو تم پر روٹی کپڑا فرض ہے۔

لوگو! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو. وہ ایک انیسِ زندگی کی حیثیت سے تمہارے ساتھ ہیں اور اپنی ذات سے

---

۴ میں ایک مہینہ بڑھا دیا جاتا تھا اور جو چار مہینے حرام یعنی متبرک و محترم تھے انہیں تغیر ہوتا رہتا. بعض لوگ مقرر (فاضل) تھے ان سے پوچھا جاتا اور وہ جن مہینوں کو کہتے شہور حرام قرار دیدیئے جاتے اور اس سال جتنے مہینے کہتے محسوب کئے جاتے. اسکو آنحضرتؐ نے منع فرما دیا. بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس سے لوند کے مہینے کا بڑھانا حرام ہو گیا مگر یہ غلطی ہے اس کا کوئی اثر سال شمسی کے جواز و عدم جواز پر نہیں ہو سکتا۔

تمہارے گھر کی کسی چیز کی مالک نہیں۔ تم نے کلماتِ الٰہی کے ذریعے سے انکو اپنے اوپر حلال کیا ہے۔ اس لئے میری بات کو سمجھو اور گواہ رہو کہ میں نے حقِ تبلیغ ادا کر دیا۔

لوگو! میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں کہ جب تک ان کو پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیزیں کتاب اللہ اور اُس کے رسول کی سنت ہیں۔ لوگو! جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو سنو اور خوب سمجھ لو۔ جان رکھو کہ ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان باہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا ہر شخص کو دوسرے سے وہی چیز لینے کا حق ہے۔ جسے وہ بہ طیب خاطر دے کسی پر ظلم و جور ہرگز نہ کرو خداوندا! میں نے تیرا پیام ان لوگوں کو پہنچا دیا۔

اکثر لوگوں نے بہ آواز بلند کہا "خدا گواہ ہے کہ آپ نے پہونچا دیا" یہ سنکر آپ نے پھر فرمایا "خداوندا! تو گواہ رہنا کہ میں نے پہنچا دیا!"

اس حج میں آپ اپنے شترِ مبارک پر سوار تھے اور اسی خطبے کے الفاظ بار بار لوگوں کی طرف مخاطب ہو کے فرماتے تھے۔ ربیعہ بن اُمیہ بن خلف ہمراہ رکاب تھے وہ آپ کے حکم سے ان الفاظ کو پکار پکار کے لوگوں سے کہتے اور کوشش کرتے کہ تمام حاضرین پیام نبوت کو سن لیں۔

میں نے خود اپنے کانوں سے ربیعہ کو یہ الفاظ کہتے سُنا "لوگو رسول اللہ صلعم ارشاد فرماتے ہیں کہ جانتے ہو یہ کون مہینہ ہے؟ مجمع عام سے یہ جواب ملا "یہ ماہِ حرام ہے"۔ تب انہوں نے یہ پیام حضرت رسالت سنایا کہ "خدا نے تمہاری جانیں اور تمہارا مال تم پر اسی طرح حرام کر دیا جس طرح کہ یہ مہینہ حرام ہے اور

تمہارے دم واپسین تک یہ ذمہ داری تم پر برقرار رہے گی "۔

پھر انہوں نے پکار کے پوچھا "یہ کون شہر ہے؟" جواب ملا "شہر حرام" یعنی مکہ پھر پوچھا "یہ کون دن ہے؟" سب نے کہا "یوم حج اکبر" تب انہوں نے کہا "تو سنو جس طرح یہ شہر اور یہ دن حرام ہیں اسطرح تم پر تمہاری جانیں اور جائدادیں بھی حرام ہیں"۔

میدان عرفات میں آپ نے اونٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے فرمایا "لوگو! خدا نے ہر حقدار کو اس کا حق پہونچا دیا۔ لہذا اب وارث کو بذریعہ وصیت اس کے حصے سے زیادہ دینا جائز نہیں۔ یاد رکھو کہ بچہ اُسکا ہی جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ زانی اولاد زنا کے پانی سے محروم ہے اور جو کوئی اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتائے اس پر خدا کی ملائکہ کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہے"۔

اسی اثنا میں اپنے طرز عمل اور اپنے احکام سے بتا دیا کہ آئندہ فرض حج کیونکر ادا کیا جائے۔ حج میں کہاں کہاں کہاں کہاں ٹھہرنا اور کیا کرنا چاہئے عرفات و مزدلفہ اقامت گاہ اور منیٰ کو قربانگاہ فرمایا۔ تمام ارکان حج صاف طور پر نظر آگئے اور ہر شخص جان گیا کہ زمانہ حج میں کیا جائز ہے اور کیا ناجائز۔

انہیں اسباب سے لوگوں نے اس حج کا نام حجۃ البلاغ رکھدیا۔ اس لئے کہ آپنے باقیماندہ احکام دین کی اسی حج کے موقعہ پر تبلیغ فرمادی حضرت مسیح کا مسجد اقصیٰ میں داخل ہونا آپ نے انجیلوں میں پڑھا ہے جبکہ آپکے رفقاء کھجور کی ٹہنیاں ہلاتے آپ کے ہمراہ تھے۔ اب اس کے بعد ان آخری پیغمبر اور اعظم ترین ناموس الٰہی کا داخلہ حضرت ابرہیمؑ کے معبد قدیم یعنی حرم کعبہ میں دیکھیے اور اسکی ہمیرانہ شان کے سطوت ربانی کے کروفر کو بھی ملاحظہ فرمایئے۔ کعبہ اب مرکز توحید ہے اور

اس سے ایک چشمۂ نور جاری ہوا ہے جسکی نورانی لہریں ہمارے مرحوم مقتدا بحیرا کی پیشین گوئی کے مطابق آپ عنقریب دیکھیں گے کہ دُور دُور کے ملکوں میں پہونچیں اور شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کے کونوں سے جا ٹکرائیں۔ یہ جتنا انبوہ خلائق ہمراہ تھا سارا کا سارا وحدت سے سرشار ہو گیا۔ اور اُن میں سے ہر ایک اب خدا پرستی و توحید کا داعی بنجائے گا۔

الحمدُ للّٰہ کہ ہم اس مبارک سفر سے فارغ ہو کے مدینہ طیبہ میں آگئے۔ ہمراہیوں میں سے بہت سے لوگ اپنے گھروں اور قبیلوں میں واپس گئے اور ہجرت نبوی کا گیارہواں سال شروع ہو گیا۔

اب میں آپکو ایک مژدہ جانفزا سُناتا ہوں جس کو سُنکر آپ اور وہاں کے تمام مسلمان نہایت ہی محظوظ ہوں گے۔ اس نئے سال کے شروع ہوتے ہی آپنے ارادہ فرمایا ہے کہ مجاہدین اسلام کا ایک زبردست لشکر ارض فلسطین و شام کی طرف روانہ ہو جائے اور اس کی تیاری اور روانگی میں آپ نہایت عجلت فرما رہے ہیں۔ اسامہ بن زید کو جو ایک نہایت ہی دیندار و پابند احکام حضرت رسول ابرار بزرگ ہیں اور اس کے ساتھ بہت ہی نوجوان و جوان ہمت ہیں اس لشکر کا سپہ سالار منتخب فرما دیا ہے اور چونکہ یہ بہت ہی بڑی زبردست مہم ہے اور دولتِ روم کے مقابلے میں ہے اس لئے حکم دیا ہے کہ تمام مہاجرین اولین جن میں آپ کے جانباز ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ بھی ہیں اس علم توحید کے نیچے روانہ ہوں۔ جوش و خروش سے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ لوگ اسلحہ درست کر رہے ہیں۔ سامان سفر تیار ہو رہا ہے۔ اور بہادرانِ عرب کے گروہ ہر طرف سے آ آ کے جمع ہوتے جاتے ہیں۔ غالباً مجھے بھی اس فوج کے ساتھ آنے کی اجازت ملجائیگی۔ لہذا اُمید ہے کہ آپکی تمنا و آرزو کے مطابق شہر بُصریٰ اور بیت المقدس عنقریب علم توحید کے

سائے میں ہوں گے۔ اور توحید کی اس فتح کی برکت سے مجھے بھی آپ سے اور وہاں کے موحد و خدا پرست بھائیوں سے ملنے کا موقع مل جائیگا۔

آپ اس لشکر توحید کے استقبال کے لئے تیار رہیں اور یقین جانیں کہ وہ وقت آگیا جس کی آپ کو آرزو تھی۔ والسلام۔

خادم حضرت رسول آخرالزماں:۔ سلمان

یہ خط پڑھ کے استفانوس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ سفانہ کو اپنی محرومی قسمت پر پہلے تو بڑا صدمہ ہوا۔ مگر جب آخر میں سنا کہ عسکر اسلام اور علم توحید یہاں آیا چاہتا ہے تو بہت ہی خوش ہوئی اور کہا "اب میں یہیں بیٹھ کے اعلاء کلمۃ اللہ کا جلوہ دیکھوں گی"۔

استفانوس "بیشک اس خوش نصیبی میں ہم سب آپکے ساتھ شریک ہیں لیکن ضرورت ہے کہ اس خط کا اتنا مضمون کہ حاملان لوائے توحید نے ادھر کا رُخ کیا ابھی مخفی رکھا جائے۔ مجھے اس کا اندیشہ نہیں کہ اس خبر کے مشہور ہونے سے حاکم بُصریٰ لڑائی کی تیاریاں شروع کرے گا یا بہت سی فوج جمع کرلیگا۔ اس لئے کہ اسکی مستعدی اس کا اعلیٰ ترین سامان جنگ اور اسکی فوج کی کثرت کوئی چیز مجاہدین اسلام کے حملے کو نہ روک سکے گی اگر حضور رسول اکرم نے اس ملک پر قبضہ کرنیکا ارادہ فرمایا ہے تو یہ خود خداوند جل وعلا کے حکم سے ہوگا اور خدا کا حکم ہو کے رہیگا اس خبر کی شہرت سے مجھے جو کچھ خطرہ ہے یہ ہے کہ یہاں کے نصرانی ہمارے دشمن ہو جائینگے اور مسلمانوں کے یہاں تک پہونچنے سے پہلے ہم پر تباہی آجائے گی اس مصلحت سے میں اس خبر کو کسی پر ظاہر نہ کروں گا اور سفانہ تم بھی کسی سے نہ کہنا۔

اس کے بعد استفانوس نے اُن مہمانوں کو جو یہ خط لائے تھے خانقاہ کے حجروں میں ٹھہرایا۔ ان کے کھانے پینے اور آرام و آسائش کا بندوبست کیا اور ان سے وعدہ لیا کہ کم از کم ایک مہینے تک یہاں ٹھہریں۔ گو ان لوگوں کو اپنے گھر جانے کی جلدی تھی مگر استفانوس اور سفانہ کے اصرار سے ٹھہر گئے اور کہنے لگے خدا کرے ہم یہیں ٹھہرے ہوں کہ لشکر اسلام یہاں آ پہونچے"۔

استفانوس:۔"آپ مدینہ طیبہ سے کب چلے تھے؟"

قاصد:۔"ہم لوگ ماہِ صفر کے درمیان میں چلے تھے مگر راستے میں کئی جگہ زیادہ ٹھہر گئے اور یہاں تین مہینے بعد پہونچے"۔

استفانوس:۔"تب تو اُمید ہے کہ نوجوان بہادر اُسامہ آج ہی کل میں یہاں پہنچ جائینگے"۔

اب استفانوس اور سفانہ کو ہر گھڑی لشکر اسامہ اور علمِ توحید کے پہنچنے کا انتظار رہتا۔ ہفتہ بھر کے تعلق خاطر کے بعد انتظار نے بیقراری کی صورت اختیار کرلی اور اب استفانوس کی یہ حالت تھی کہ نماز فجر پڑھتے ہی خانقاہ سے نکل کے جنوب کے صحرا میں کوسوں تک چلے جاتے اور جو کوئی ملتا اُس سے مدینہ طیبہ کے حالات دریافت کرتے۔

اس شوق میں ایک دن تقریباً تین فرسخ چلے آئے تھے کہ ایک سوار دکھائی دیا جس کی سانڈنی ہوا سے باتیں کرتی چلی آتی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ قریب آپہنچا۔ اور استفانوس نے اُسکے پاس جاکے پوچھا "آپ کہاں سے آئے ہیں؟ اور کہاں کا ارادہ ہے؟"

ناقہ سوار:۔"میں مدینہ یثرب سے آرہا ہوں اور اُن بنی قضاعہ کے پاس جاتا ہوں جو سینا کے مشرق جانب مدین شعیب میں خیمہ زن ہیں مگر تھوڑی دیر کیلئے بصریٰ کے ادھر خانقاہ بحیرا میں ٹھہروں گا"۔ یہ کہہ کے اُس نے اونٹنی آگے بڑھائی مگر

استفانوس کے دل میں مدینے کی خبروں کا ایسا ذوق و شوق تھا کہ دوڑتا ہوا اس کے ساتھ چلا اور چلتے چلتے پوچھا:۔ آپ خود بھی قضاعی ہیں؟"

ناقہ سوار (اسی طرح جاتے ہوئے) :۔ جی ہاں۔ میں اپنی قوم کی طرف سے اظہارِ اسلام کرنے کے لئے پیغمبر حجازی کے پاس گیا تھا مگر افسوس وہاں سے مایوس ہو کے اور بہت بُری خبریں لے کے آیا ہوں"۔

استفانوس۔ (تعجب و اضطراب کے ساتھ دوڑکر اور اونٹ کے پاس پہونچکر) "مدینہ طیبہ سے آپ کونسی بُری خبریں لے کے آئے ہیں؟"

ناقہ سوار:۔ مجھے زیادہ ٹھہرنے اور باتیں کرنے کی مہلت نہیں اس لئے کہ عرب کی حالت پھر خوفناک ہو گئی۔ اور عنقریب اس امن و امان کا کہیں پتہ نہ ہوگا جو اس نبی کے دعوے نبوت کے خوف سے قائم ہو گیا تھا۔ محمد (صلعم) نے وفات پائی قبائلِ عرب بغاوت و ارتداد اختیار کرتے جاتے ہیں اور جہاں جہاں یہ خبر پہنچتی ہے لوگ اس دین کو چھوڑ کے اپنی قدیم حالت پر آ رہے ہیں"۔

یہ خبر نہ تھی ایک فولادی گرز تھا جو استفانوس کے سر پر اس زور سے پڑا کہ ہوش و حواس بجا نہ رہے۔ سر چکرا یا۔ سنبھلنے کی بہت کوشش کی نہ سنبھل سکا اور دھم سے فرشِ خاک پر گر پڑا۔ یہ حالت دیکھ کر ناقہ سوار کو اس پر ترس آ گیا۔ اپنی اونٹنی روک کے بٹھائی۔ اور استفانوس کو اٹھانا چاہا۔ مگر اُس میں اُس گھڑی اٹھنے کی قوت نہ تھی۔ اور بظاہر اس میں جواب دینے کی بھی طاقت نہ تھی۔ چلا کے پوچھا:۔ آپ کون ہیں اور کہاں جاتے ہیں؟"۔

یہ سوال جب کئی دفعہ کیا گیا تو استفانوس نے آہستہ سے کہا:۔ مجھے اپنے

اونٹ پر ڈال کے خانقاہ بحیرا میں پہنچا دیجیے۔" یہ الفاظ سن کے ناقہ سوار نے خود اپنی طرف خطاب کر کے کہا۔" اس میں مضائقہ نہیں۔ وہاں تو مجھے خود ہی جانا ہے۔" پھر چھاگل میں سے پانی لے کر استفانوس کے منہ پر چھڑکا اس کا منہ دُھلایا اور جب اس کی حالت سنبھلتی دیکھی تو سہارا دے کے اُسے اپنی اونٹنی پر بٹھا کے باندھ دیا تاکہ گر نہ پڑے۔ پھر اس کے آگے خود بیٹھ کے سانڈنی کو آگے بڑھایا اور ایک گھنٹے میں خانقاہ بحیرا کے اندر تھا۔

یہاں پہنچتے ہی اُس نے اونٹنی بٹھائی۔ اُسے آتے دیکھکر کئی مسلمان راہب آ گئے تھے۔ اُن سے کہا۔" ذرا ان صاحب کو سہارا دے کے اتار لیجیے انکو سخت غش آ گیا تھا۔ اور میں صحرا میں سے اُٹھا لایا ہوں۔" ان لوگوں نے مستعدی سے بڑھ کے اتارنا شروع کیا۔ اور اُتارنے میں جب پہچانا کہ یہ تو ہمارے مقتدا و سرا استفانوس ہیں تو ان کی حیرانی و پریشانی کی کوئی حد نہ تھی۔ اُن سے ماجرا دریافت کر رہے تھے کہ ناقہ سوار نے کہا۔" ابھی آپ ان کو لے جا کے لٹا دیجیے باتیں پھر کیجیے گا۔ اور مجھے بھی ٹھہرنے کی فرصت نہیں ہے۔" مگر مہربانی کر کے یہ بتائیے کہ استفانوس صاحب جو یہاں کے مقتدا اور منتظم ہیں کہاں ہیں؟"

ایک راہب۔" اور آپ یہ لائے کس کو ہیں؟"

استفانوس۔" (ناتوانی کی آواز میں) وہ بدنصیب میں ہی ہوں۔"

ناقہ سوار۔" آپ ہی ہیں! تو آپ وہاں کیوں چلے گئے تھے؟ مگر خیر ہوگا۔ مجھے جانے کی جلدی ہے۔ آپ کے نام میں مدینے سے ایک خط لایا ہوں جو ایک بوڑھے صحابی رسول اللہ (صلعم) سلمان نے دیا ہے اور تاکید کی ہے کہ آپ ہی کے ہاتھ

میں دوں۔ آپ ہی ہیں تو وہ خط لیجئے اور مجھے کوچ کی اجازت دیجئے۔"
استغفانوس "آہ! آپنے بڑی رنج فرسا اور جانگزا خبر سنائی۔ مگر خدا کیلئے ذرا تفصیل سے بیان کیجئے کہ کیا ہوا؟ اور بندوں پر یہ غضب الٰہی کیسے نازل ہوا؟"
ناقہ سوار "یہ تمام حالات آپ کو اس خط سے معلوم ہو جائینگے۔ مجھے اتنی فرصت نہیں کہ ٹھہر کے مفصل حالات بیان کروں۔" بہرحال استغفانوس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے خط لیا اور ناقہ سوار رخصتی سلام کرکے روانہ ہوگیا۔

اس کے جانے کے بعد خانقاہ والے استغفانوس سے اس کی کمزوری و بیہوشی کا سبب پوچھتے تھے مگر وہ کسی کو کچھ جواب نہ دیتا تھا۔ جب ہاتھ پاؤں میں ذرا طاقت آئی تو سب سے کہا "میں اپنا حال پھر بیان کروں گا۔ اسوقت مجھے سفانہ کے پاس لے چلو۔" یہ سنتے ہی ایک نومسلم راہب نے اُسے سہارا دے کے اُٹھایا۔ اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے آہستہ آہستہ سفانہ کے حجرے میں لے گیا۔ سفانہ کا سامنا ہوتے ہی وہ ایک چیخ مار کے رو دیا۔ سفانہ بار بار اس گریہ وزاری کا سبب پوچھتی مگر استغفانوس بجز رونے اور آہ و زاری کے کچھ جواب نہ دیتا۔ جب جوش گریہ کم ہوا تو کہا "مجھے جواب دینے کی تاب نہیں۔ غالبًا برادرِ محترم سلمان کا یہ خط جواب دے گا جو ابھی ایک قضاعی ناقہ سوار سے ملا ہے۔ یہ کہہ کے اس نے خط کھولا تو اُس کے بڑے لفافے کے اندر دو خط نکلے جن پر (۱) (۲) کے نشان لگے تھے استغفانوس نے پہلے خط کا لفافہ چاک کیا اور اس کو پڑھنے لگا۔ عبارت یہ تھی:۔

سلمان فارسی رض کا بیسواں خط

از جانب حیران و پریشان سلمان بنام مبتلائے اندوہ و افسوس استفانوس السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ. بعد حمد و ثنائے خدائے ذوالمنن و نعت رسول آخرالزمن معلوم ہو کہ افسوس خدا نے اپنی برکت و رحمت دنیا سے اٹھالی عالم تیرہ و تار ہے اور ہم اس میں بے پناہ و بے چوپاں بھیڑوں کی طرح بھٹکتے پھرتے ہیں. میرے سب منصوبے خاک میں مل گئے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ خداوند ذوالجلال کی مرضی میں کیا ہے آہ! اے استفانوس حضرت سرورِ عالم نے سفرِ آخرت فرمایا اور ہم سب کو مبتلائے حرمان و الم چھوڑ گئے۔

یا تو اُسامہ کا لشکر مرتب ہو رہا تھا اور مجھے اُمید تھی کہ علمِ نبوت کے نیچے میں وہاں حاضر ہوں گا اور میرے آتے ہی وہ انبیا کی پُرانی سرزمین علمِ توحید کے زیرِ سایہ ہو گی یا اب ہم شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ حضرت رسول (صلعم) کا یہ فرمانا پورا بھی ہوتا ہے یا نہیں. حضرت رسولِ خدا نے اوائل صفر میں جیش اسامہ کی ترتیب و تکمیل کا حکم دیا تھا اور اسی دینی خدمت میں ہمہ تن مصروف تھے کہ آخر ماہ مذکور کی تاریخوں میں ایک دن جبکہ اپنی زوجہ مطہرہ ام المومنین جناب زینب بنت جحش کے گھر میں تھے طبیعت کچھ ناساز ہوئی ابتداً اسکا چنداں خیال نہ ہوا. اور گو آپ نے مختلف موقعوں پر اشاروں میں اپنی سفرِ آخرت کی تیاریوں کا اظہار فرما دیا تھا. مگر کسی کا اس طرف خیال نہ گیا اور آپ نے بھی مرض کو مطلق نہیں مانا. اور حسب معمول ازواج مطہرات میں دورہ فرماتے رہے۔

جناب ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں تھے کہ رات کو اُٹھکر اپنے غلام ابو مویہبہ کو جگایا۔ اور فرمایا۔ "مجھے بارگاہ خداوندی سے حکم ہوا ہے کہ اہل بقیع (قبرستان مدینہ والوں) کے لئے دعائے مغفرت کروں۔ تم میرے ساتھ چلو"۔ ابو مویہبہ ساتھ ہوئے اور آپ جنت البقیع) میں پہنچے۔ مدفونانِ بقیع کی طرف خطاب کرکے ان کو سلام کیا۔ اور فرمایا تمہاری حالت پر میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں"۔ اس لئے کہ فتنوں کا زمانہ شب تاریک کی طرح سر پر آگیا۔ زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا ہوئیں۔ اور ہمیشہ یہاں زندہ رہنے کا مجھکو اختیار دیا گیا اور کہا گیا کہ ان دو باتوں یعنی یہاں رہنے اور پروردگار کی خدمت میں حاضر ہونے میں سے جس چیز کو چاہو اختیار کرلو۔ مگر میں نے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کو قبول کرلیا"۔ یہ فرماکر شہر خموشاں بقیع کے رہنے والوں کے لئے دعائے مغفرت کی اور واپس آئے اور اُسی وقت سے مرض بڑھنا شروع ہوا۔ گھر میں آئے تو شدت سے درد سر ہو رہا تھا۔ اتفاقاً اسوقت جناب عائشہ کے سر میں بھی درد تھا جسکی تکلیف سے وہ "ہائے سر!" "ہائے سر!" کر رہی تھیں۔ انکو اس حال میں دیکھا تو فرمایا تم کو نہیں بلکہ مجھے ہائے سر کہنا چاہئے۔ اور تمہیں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم مجھ سے پہلے مرجاؤ میں تمہاری تجہیز و تکفین کروں۔ تم کو کفن پہناؤں تمہاری نماز جنازہ پڑھوں اور دفن کردوں"۔ وہ اپنی عادت کے مطابق شوخی سے بولیں۔ "جی ہاں ایسا ہی ہو اور پھر اس کے بعد واپس آکر آپ میرے ہی گھر میں اپنی کسی اور بیوی سے ہم بستر ہوں"۔ یہ سنکر آپ ہنس دیئے۔

لیکن اس پر بھی آپ نے ازواج کا دورہ جاری رکھا۔ جناب اُم المومنین

میمونہ کی باری تھی کہ مرض کی اتنی شدت ہوئی کہ آنے جانے کی طاقت نہ رہی اور آپ نے سب بیویوں کو جمع کر کے اُن سے اجازت لی کہ دورہ موقوف کریں اور جناب ام المومنین عائشہ کے گھر میں ٹھہر کے علاج کریں۔ سب نے اجازت دی اور آپ حضرت بوی عائشہ کے گھر میں مقیم ہو گئے۔

اسی اثنا میں خبر آئی کہ یمن میں اسود عنسی نے یمامہ میں مُسیلمہ نے اور بنی اسد میں طلیحہ نے دعوئے نبوت کیا۔ اور بہت سے لوگ ان کے پیرو ہو کے مرتد اور اسلام سے منحرف ہو گئے۔ آپ نے یہ خبر سُنی تو باوجود ناتوانی اور درد سر کی تکلیف کے سر میں پٹی باندھے ہوئے مسجد میں برآمد ہوئے۔ صحابہ اپنے پیغمبر کا جمال جہاں آرا دیکھکر خوش ہو گئے اور آپ نے اُن سے فرمایا "میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دونوں بازوؤں پر سونے کے دو بازوبند ہیں۔ اُن کی طرف دیکھ کر میں نے پھونکا اور وہ میری پھونک سے اُڑ گئے۔ اس کی تعبیر میرے نزدیک یہی دونوں جھوٹے کذاب یمامہ اور کذاب صنعا ہیں۔

آپ کی بیماری اور اس کے ساتھ ان ارتداد کی وحشتناک خبروں کیوجہ سے اسامہ اپنے لشکر کو لے کر نہیں روانہ ہو سکے تھے۔ لہذا اس موقع پر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جیش اُسامہ کی روانگی ملتوی نہ ہو۔ ان لوگوں کو فوراً کوچ کر دینا چاہیے"۔ پھر ارشاد ہوا "خدا لعنت کرے اُن لوگوں پر جنھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت خانہ بنا لیا ہے"۔ اُس کے بعد آپ جناب صدیقہ کے مکان میں واپس تشریف لے گئے۔ حیرت کی یہ بات ہے کہ باوجود اشتداد مرض اور ضعف کے آپ احکام خداوندی کے بجا لانے اور فرائض نبوت کے

ادا فرمانے میں اسی طرح مصروف تھے۔ مرتدوں کے مقابل چند انصار کو سمجھا کے روانہ فرمایا۔ اور بخوبی انتظام کر دیا۔

اسامہ نے یہ کیا کہ تعمیل حکم رسالت کے لئے مدینے سے کوچ کر کے چند فرسخ پہ مقام جرف میں پڑاؤ ڈالا اور حکم دیا کہ سب لوگ وہاں جمع ہو جائیں کہ آگے کوچ کیا جائے۔ مگر حضور سرور عالم کی حالت ایسی نازک ہو گئی تھی اور ساعت بساعت زیادہ ابتر ہوتی جاتی تھی کہ لوگوں کے قدم نہ اُٹھتے تھے۔

اسی زمانہ شدت مرض میں جب آپ میں باہر نکلنے کی طاقت نہ رہی اور مسجد میں آپ کے مؤذن بلالؓ نے اذان دی تو آپ نے سنتے ہی فرمایا: "ابو بکرؓ سے کہو نماز پڑھائیں"۔ حضرت بیوی عائشہؓ ان کی صاحبزادی نے یہ سنکر عرض کیا "یا حضرت وہ نہایت ہی رقیق القلب واقع ہوئے ہیں آپ کی جگہ پر کھڑے ہونے کی تاب نہ لاسکیں گے" مگر آپ نے جیسے یہ سُنا ہی نہیں۔ پھر یہی حکم دیا کہ "ابو بکرؓ سے کہو نماز پڑھائیں"۔ عائشہ نے دوبارہ وہی عذر کیا تو آپ کو ناگوار گزرا۔ فرمایا۔ تم وہی یوسف والی عورتیں ہو۔ ابو بکرؓ سے کہو نماز پڑھائیں"۔ اب حسب الحکم رسالت ابو بکرؓ گئے اور نماز پڑھانے میں مصروف ہوئے۔ ان کے جانیکے بعد آپکے مرض میں خفت اور اتنی قوت محسوس ہوئی کہ اُٹھے اور دو شخصوں پر سہارا دے کر باہر آمد ہوئے۔ جب آپ ابو بکرؓ کے قریب پہنچے تو وہ آپکی یعنی امام کی جگہ چھوڑ کے ہٹنے لگے مگر آپنے اشارہ کیا کہ یہیں کھڑے رہو۔ پھر ان کے برابر بیٹھکر آپنے بھی نیت باندھی اور اب نماز کی یہ صورت تھی کہ ابو بکرؓ آپکی اقتدا کرتے تھے اور تمام مقتدی ابو بکرؓ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اسکے بعد آپ واپس آئے۔ اور بعد کی نمازیں برابر ابو بکر ہی پڑھاتے رہے۔

اس کے بعد اور ایک دن اپنے میں کچھ توت پاکر آپ حضرت علیؓ اور اپنے چچا عباسؓ کے فرزند فضل پر سہارا دیئے ہوئے باہر رونق افروز ہوئے۔ اُس روز گویا ایک فریضۂ رسالت ادا فرمانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ آتے ہی منبر پر بیٹھ گئے اور مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے۔ ان کی طرف خطاب فرماکے آپ نے بیٹھے بیٹھے ایک تقریر فرمائی۔ پہلے خدائے عزوجل کی حمد وثنا کی۔ اس کے بعد دیر تک اصحابِ اُحد کے لئے دعائے مغفرت فرماتے رہے۔ پھر فرمایا "لوگو! شائد مجھ پر تم لوگوں کے کچھ حقوق ہوں اُن کا تصفیہ ہو جانا چاہئے۔ شائد میں نے کسی کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہو تو اس کے سامنے میری پیٹھ حاضر ہے۔ اپنا بدلہ لے لے۔ شائد میں نے کسی کو بُرا کہا ہو وہ مجھے بُرا کہہ لے۔ شاید میں نے کسی سے کوئی چیز لے لی ہو وہ مجھ سے اس چیز کو وصول کرے۔ تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو میں ہرگز بُرا نہ مانوں گا۔ مجھے سب سے زیادہ پیارا وہی شخص ہوگا جو مجھ سے اپنا حق وصول کرے یا مجھے معاف کردے تاکہ سبکبار اور خوش خوش خدا کے پاس جاؤں"۔

اس کے بعد منبر سے اُتر کے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر منبر پر جا بیٹھے اور وہی پہلی درخواست لوگوں کے سامنے پیش کی۔ اس وقت ایک شخص نے تین درہموں کا دعویٰ کیا اور آپ نے فوراً دیدیئے۔ اور پھر ارشاد فرمایا "لوگو مجھ پر جس کسی کا کوئی حق باقی ہو وصول کرے اور یہ نہ خیال کرے کہ دنیا میں اس سے میری رسوائی ہوگی۔ سن لو۔ دُنیا کی رسوائی عاقبت کی رسوائی سے بہت آسان ہے۔ بعدازاں پھر اصحابِ اُحد کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور ارشاد فرمایا

"ایک بندے کو خدا نے اختیار دیا تھا کہ چاہے دنیا اختیار کرے اور چاہے آخرت کو اختیار کرے تو اس نے آخرت کو قبول کر لیا"۔ یہ سنتے ہی ابوبکر صدیق بے اختیار رونے لگے اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا "ہائے ہم اور ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں"۔ یہ سُنکر حضرت رسول نے فرمایا "آئندہ مسجد میں ابوبکرؓ کے مکان کے دروازے کے سوا کسی کا دروازہ نہ باقی رہے۔ اپنی صحبت میں مجھے ان سے بڑھکر کوئی نظر نہیں آتا۔ اور اگر کسی کو میں اپنا خلیل یعنی خالص دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا، مگر اخوتِ اسلام موجود ہی ہے۔

اس کے بعد فرمایا "انصار کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اسی سلسلہ میں ارشاد ہوا "اے گروہ مہاجرین۔ تمہاری تعداد بڑھتی جاتی ہے مگر انصار کی تعداد نہیں بڑھتی۔ انصار میرے واسطے جائے پناہ ہیں۔ لہذا ان میں جو معزز شخص ہو اس کی عزت کرنا اور اگر ان میں کوئی ملزم ٹھہرے تو اس سے درگزر کرنا"۔ یہ کہہ کے گھر میں واپس تشریف لے گئے۔

اب ناطاقتی اور بڑھی تو ایک روز قریب قریب اکثر لوگوں کو آپ نے اپنے مکان یعنی حجرۂ عائشہ صدیقہ میں بلوا کے جمع کیا۔ سب کی طرف دیکھکر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور جوشِ گریہ کو روک کر فرمایا "مرحبا! تمہیں اللہ خیریت سے رکھے۔ تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔ تم کو اپنی امان اور پناہ میں لے۔ تمہیں اپنی آغوشِ رحمت میں لے۔ تمہارا رتبہ بلند کرے۔ تمہیں توفیق خیر دے۔ تمہیں سلامت رکھے اور تم کو اللہ قبول کرے۔ تمہیں میری وصیت ہے کہ خدا سے ڈرتے رہو۔ میں تمکو خدا ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ اسی کو تمہارے لئے اپنی جگہ پر چھوڑتا ہوں۔

اور تمکو اس کے حوالے کرتا ہوں میں تمہارے لئے بشیر و نذیر ہوں خدا کے بندوں اور اسکے شہروں پر دست درازی نہ کرنا۔ اس نے مجھ سے اور تم سے دار آخرت کا وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ عاقبت کی فلاح ان لوگوں کیلئے ہے جو زمین پر سرکشی نہیں کرتے۔ فساد نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ اور انجام خیر پرہیزگاروں کے لئے ہے"۔

جب یہ نصیحتیں اور ہدایتیں فرما کے آپ خاموش ہوئے تو لوگوں نے پوچھا "حضور کی وفات کا وقت کب آئیگا؟" فرمایا "فراق کا زمانہ آپہونچا اور یہاں سے جانے کی جگہ اللہ جل شانہ۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ رفیق اعلیٰ۔ اور جنت الماویٰ ہیں"۔ پوچھا "اور حضور کو غسل کون دیگا؟" فرمایا میرے خاندان والے۔ پوچھا "اور آپکو کفن کس چیز کا دیں؟" فرمایا "میرے کپڑے یا کوئی سفید کپڑا ہو"۔ پوچھا "حضور کی نماز جنازہ کون پڑھائے؟" ارشاد ہوا "اسے جانے دو خدا تمہاری مغفرت کرے۔ اور اپنے نبی سے تم کو جزائے خیر دے"۔ اب ہم سب زار و قطار رونے لگے۔ اور آپ بھی روئے۔ پھر فرمایا "مجھے میرے سریر (پلنگ) پر لٹا کے میری قبر کے کنارے رکھدینا۔ اور تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ کے چلے جانا۔ تاکہ جبرئیل۔ اسرافیل۔ میکائیل۔ عزرائیل اور سب فرشتے میری نماز پڑھ لیں اسکے بعد گروہ کے گروہ آنا اور نماز جنازہ پڑھنا۔ اور مجھے گریہ و زاری سے تکلیف نہ دینا پس اب میرا اسلام قبول کرو۔ اور میرے اصحاب میں سے جو لوگ یہاں موجود نہیں ہیں ان کو بھی میرا اسلام پہنچا دینا۔ اور ان لوگوں کو بھی جو دین اسلام قبول کرنے میں اس وقت کے بعد تمہاری پیروی کریں۔

وفات سے پانچ روز پیشتر جمعرات کا دن تھا۔ اس دن آپکی حالت بہت

ہی غیر ہو گئی۔ مرض کی سخت شدت تھی اور بعض وقت حواس مختل ہونے لگتے تھے۔ ایسی حالت میں آپ نے فرمایا " دوات اور سفید کاغذ لاؤ۔ میں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو" یہ سنکر لوگوں میں اختلاف ہوا کہ لکھنے کا سامان لایا جائے یا نہیں۔ آپ اُمی ہیں اور لکھنے کو فرماتے ہیں۔ یہ ہوش کی بات سمجھی جائے یا نہیں۔ اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں جھگڑا ہونے لگا۔ بعض نے کہا بیہوشی کی باتیں ہیں اور بار بار پوچھنے لگے کہ "حضور کا کیا حکم ہے؟" آپ نے فرمایا " بس مجھے میرے حال پہ پڑا رہنے دو۔ جس حالت میں ہوں اس سے اچھا ہوں جو تم چاہتے ہو" اسکے بعد آپ نے وصیت فرمائی کہ جزیرۂ عرب کو مشرکوں سے خالی کرا لینا اور قبائل عرب کے جو وفود آئیں اُن کے ساتھ وہی سلوک ہو جیسا کہ ہوتا رہا ہے"۔

جس زمانے میں آپ کی زندگی سے یاس ہو چکی ہے ایک دن حضرت علیؓ آپ کے پاس سے باہر گئے تو راستے میں لوگوں نے پوچھا "حضرت سرور عالم کا مزاج کیسا ہے؟ انہوں نے کہا " الحمدللہ اچھے ہیں" یہ سن کر عم رسول اللہ جناب عباسؓ نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا " علی۔ تین دن کے بعد تم غیروں کے زیر دست اور اُنکے ڈنڈے کے غلام ہو گے۔ رسول اللہ اس مرض سے جانبر نہیں ہو سکتے۔ خاندان عبدالمطلب کے چہروں پر جو آثار مرگ ظاہر ہوتے ہیں ان کو میں خوب پہچانتا ہوں محمد (صلعم) بچنے والے نہیں ہیں۔ لہذا جا کے پوچھ لو کہ آپ کے بعد عنان حکومت کس کے ہاتھ میں ہو گی۔ اگر یہ خدمت ہمارے لئے ہے تو معلوم ہو جائے اور اگر غیروں کے لئے ہے تو آپ صاف صاف وصیت فرما دیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا " اگر ہم نے پوچھا۔ اور آپ نے ہمیں اس سے منع کیا تو پھر لوگ اس معاملے میں

کبھی ہمارا نام بھی نہ لیں گے میں تو خدا کی قسم نہ پوچھوں گا۔

ابوبکر صدیقؓ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے آپ کی حالت دیکھکر کہا "آپ کو ذات الجنب کا مرض ہے اور اس کے لئے ضرورت ہے کہ منہ میں دوا ڈالی جائے۔ اس تجویز کے مطابق دوا ڈالی گئی۔ اس کے بعد جب افاقہ ہوا آپ نے ناگواری سے پوچھا "میرے منہ میں دوا کیوں ڈالی گئی؟" لوگوں نے عرض کیا کہ "ہم نے خیال کیا آپ کو ذات الجنب ہے۔ اسی کا یہ علاج تھا" فرمایا "خدا ذات الجنب کو مجھ پر حادی نہ کرے گا۔" پھر حکم دیا کہ اس منہ میں دوا ڈالنے کی سزا میں گھر کے اندر جتنے لوگ ہیں سب کے مونہوں میں دوائی ڈالی جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور حضرت عباسؓ تک اس سزا سے نہ بچ سکے۔

اُسامہ نے جب یہ حالت دیکھی تو کوچ کرنا کیسا؟ خیمہ و خرگاہ وہیں جرف میں رہے اور خود پلٹ کے مدینے میں آئے اور آپ کے بستر مرض پر حاضر ہوکے اُس وقت آپ بات نہ کرسکتے تھے اور منہ سے آواز نہ نکلتی تھی۔ مگر ہاتھ کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور پھر اُس کو اُسامہ پر رکھ دیتے جس سے اُسامہ سمجھے کہ میرے حق میں دعائے خیر فرمارہے ہیں۔

اب آپ کی وفات اور ہماری بدنصیبی کا دن آگیا۔ اس روز صبح تڑکے مرض میں اسقدر سکون معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے باہر نکلنے کی خواہش کی اور عین جس وقت مسجد میں نماز فجر ادا ہو رہی تھی۔ آپ کو لوگ پکڑ کے باہر لائے۔ آپ نے کھڑے ہو کے مسلمانوں کے نماز پڑھنے کی شان دیکھی خوش ہوئے اور مسکرائے۔ ادھر مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ قریب تھا کہ وفورِ جوش سے اُن کی نماز ٹوٹ جائے۔ تھوڑی

دیر کے بعد آپ شاداں و فرحاں اندر تشریف لائے اور مسلمان بھی خوش خوش واپس اگئے۔ اور آپ کی طرف سے اسقدر اطمینان ہوگیا کہ ابو بکر صدیقؓ بھی اپنے مکان میں جو یہاں سے ذرا دُور محلہ سُنح میں تھا چلے گئے۔

لیکن تھوڑی سی دیر کے بعد آپ کی طبیعت ایسی بگڑی کہ عالم نزع شروع ہوگیا۔ اسوقت عائشہ صدیقہؓ آپ کے پیچھے بیٹھی تھیں اور آپ اُن کے سینے پر تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ ایک پیالے میں پانی بھر کر پاس رکھوالیا تھا۔ بار بار اس میں ہاتھ ڈالتے پھر اسکو منہ پر ملتے اور فرماتے "یا رالہا! سکرات موت کے برداشت کرنے میں میری مدد کر"

اسی حالت میں ایک دفعہ زبان مبارک سے نکلا "واکرباہ!" (ہائے تکلیف) آپ کی صاحبزادی جناب فاطمہ زہراؓ پاس بیٹھی تھیں۔ فرمانے لگیں "ہائے ابا جان! مجھے تو جو کچھ تکلیف ہے آپ کی تکلیف سے ہے" فرمایا "بیٹی اب اس کے بعد تمہارے باپ کو کبھی تکلیف نہ ہوگی۔ اس کے بعد جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جناب سیدہ کا اندوہ و ملال بڑھتا ہی جاتا ہے تو ان کو قریب بُلایا اور کان میں کچھ فرمایا جس کو سنتے ہی وہ زار و قطار رونے لگیں۔ اس کے بعد آپ نے پھر ان کے کان میں کچھ کہا اور وہ بے اختیار ہنس پڑیں۔ آپ کی وفات کے دو چار روز بعد جناب سیدہ نے بتایا کہ پہلی بار آپ نے اپنی وفات کی خبر دی تھی اور دوسری بار فرمایا تھا کہ اس عالم میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکے ملوگی۔ غالباً اسی موقعہ پر حضرت رسول اکرم نے ان سے یہ بھی فرمایا تھا کہ "جنت میں تم ساری عورتوں کی سردار ہوگی"۔ اتنے میں ابو بکر صدیقؓ کے فرزندوں میں سے کوئی سامنے آیا جس کے ہاتھ میں مسواک تھی آپ نے اس کو شوق کی نظر سے دیکھا۔ حضرت بی بی عائشہ نے وہ مسواک لے کر اپنے

دانتوں سے کچل کے نرم کی اور آپ کے ہاتھ میں دے دی۔ آپ اُسکو لیکر مسواک کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کو رکھدیا۔ یکایک جناب صدیقہ کو محسوس ہوا کہ جسم مبارک بھاری پڑ گیا ہے۔ گھبرا کے چہرے پر نظر ڈالی تو آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور زبانِ مبارک پر یہ کلمہ تھا: "بل الرفیق الا علیٰ" یعنی نہیں۔ میں اسی رفیقِ اعلیٰ کے پاس جاؤنگا" حضرت عائشہ نے آپ کو اکثر یہ فرماتے سُنا تھا کہ کسی پیغمبر کی رُوح اسوقت تک قبض نہیں ہوتی جبتک خدا اس کو زندگی و موت کا اختیار نہ دے اور وہ خدا کے پاس جانے کو اختیار نہ کرلے۔ اب اسوقت یہ کلمہ سُنا تو بے اختیار فرمانے لگیں "لو آپ نے ہمیں چھوڑ کر خدا کو اختیار کرلیا۔ اور ساتھ ہی رُوح پُرفتوح پرواز کرگئی یہ دیکھتے ہی صدائے نوحہ وبکا بلند ہوئی۔ جناب عائشہ نے آپکا سر تکیہ پر رکھدیا اور سب بیویوں کے ساتھ کھڑی ہو کر رونے پیٹنے اور ماتم کرنے لگیں۔

پیغمبر آخرالزماں کی وفات کا یہ جانگزا واقعہ دوشنبہ کے روز بارہ[۱۲] ربیع الاول سنہ ۱۱ھ کو پہر دن چڑھے واقع ہوا تھا۔ اور دوسرے روز دوپہر کو اور بقول بعض رات کو آپ دفن ہوئے۔ گھر سے آہ و زاری کی آواز بلند ہوتے ہی سارے مدینے میں کہرام مچ گیا۔ لوگوں سے عجیب اضطراب و اضطرار ظاہر تھا۔ ایک پیغمبر کا مرنا معمولی مرنا نہ تھا اور پھر آپ کا مرنا کہ نبوت کے ساتھ سارے عرب کی عنانِ حکمرانی بھی آپ ہی کے ہاتھ میں تھی۔ لوگوں کو دین و دنیا دونوں طرف سے یاس تھی ہر شخص جیکسم میں پڑا تھا کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے اور دلوں میں طرح طرح کے خیالاتِ پریشان گزر رہے تھے۔

عمر فاروق رضؓ حیران و پریشان دوڑتے ہوئے آئے اور جب لوگوں کو یہ

کہتے سُنا کہ جناب ختمی مآب دنیا سے رخصت ہو گئے تو نہایت ہی برہمی و طیش کیساتھ تلوار کھینچ لی اور مسجد نبوی میں چلا چلا کے کہنے لگے "یہ منافقوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلعم مرگئے۔ خدا کی قسم آپ نہیں مرے۔ حضرت موسیٰؑ کی طرح آپ خداوند تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے ہیں تھوڑی دیر میں واپس آئیں گے اور جو لوگ آپ کے مرنے کی خبر اڑا رہے ہیں ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالیں گے"۔

اتنے میں ابو بکر صدیقؓ یہ سانحہ ہوش ربا سُنکر سنح سے آئے عمرؓ کو یہ دعویٰ کرتے دیکھا مگر بغیر اس کے کہ کچھ تعرض کریں اندر چلے گئے اور دیکھا کہ جسم مبارک چادر میں لپٹا بچھونے پر رکھا ہے۔ سرہانے سے چادر الٹ کے چہرۂ مبارک دیکھا۔ جھک کے اس کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا "میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ زندگی میں بھی اچھے تھے اور مرنے پر بھی اچھے ہیں۔ اللہ جل شانہ نے جو موت آپ کے حق میں لکھ دی تھی پوری ہوئی۔ پھر اُسی طرح چادر مُنہ پر ڈال دی۔ اور نکل کے مسجد میں آئے عمرؓ کو اب بھی وہی تقریر کرتے سُنکر کہا "چپ رہو!۔ مگر وہ اسقدر آپے سے باہر تھے کہ نہ سُنا۔ تب اُن کو چھوڑ کر ابو بکرؓ اور سب لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور حمد الٰہی اور نعت رسالت پناہی کے بعد فرمایا "لوگو! جو کوئی محمدؐ کو پوجتا ہو وہ سن لے کہ محمدؐ مرگئے اور جو خدا کو پوجتا ہو وہ جان لے کہ وہ زندہ ہے اور نہ مریگا اس کے بعد قرآن کی یہ آیت پڑھی وما محمدٌ الا رسول۔ قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ومن ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً وسیجزی اللہ الشاکرین ۝۔ ترجمہ نہیں ہیں محمدؐ مگر رسول۔ اُن سے پہلے بھی پیغمبر گزر چکے ہیں اگر وہ مرجائیں یا مار ڈالے جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں

واپس جاؤ گے؟ اور جو کوئی اُلٹے پاؤں واپس جائے گا وہ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچائیگا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزائے خیر دے گا۔"

ابوبکرؓ کی یہ تقریر سنتے ہی سب کے حواس ٹھکانے ہوئے اور ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی نے یہ آیت سُنی ہی نہ تھی۔ خود عمرؓ فاروق کا قول ہے کہ آیت سنتے ہی مجھے میرے پاؤں کٹ گئے۔ میں زمین پر گر پڑا اور لڑکھڑا کر تا پاؤں میں اٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ اس گھڑی مجھے معلوم ہوا کہ واقعی رسول اللہ صلعم نے دنیا سے انتقال فرمایا۔

اس کے بعد بارہ ۱۲ ربیع الاول کو شام تک جانشینی رسول اللہ صلعم کا خطرناک اور نازک جھگڑا رہا۔ جس کو میں دوسرے خط میں شرح و بسط کے ساتھ لکھوں گا۔

دوسرے دن یعنی منگل کے روز تیرہ ربیع الاول کو آپ آغوش لحد کے سپرد کیے گئے۔

سب سے پہلے اس بارے میں لوگ مختلف تھے کہ آپ کہاں دفن کیے جائیں۔ انصار چاہتے تھے کہ آپ مدینے ہی میں دفن ہوں۔ اکثر مہاجرین کا تقاضا تھا کہ آپ مکہ معظمہ میں لیجا کر دفن کیے جائیں۔ ایک گروہ جسمیں نو مسلم احبار یہود تھے یہ کہتے کہ آپکو بیت المقدس میں دفن کرنا چاہیے جہاں سے آپکو معراج ہوئی اور جو سرزمین تمام انبیائے سلف کی خوابگاہ ہے۔" لیکن ابو بکرؓ صدیق نے فرمایا۔ "میں نے خود حضرت رسالت کو یہ فرماتے سُنا تھا کہ تمام پیغمبر اسی جگہ دفن ہوئے جہاں انکی روح قبض ہوئی تھی"۔ اب اسکے بعد کس کو عذر ہو سکتا تھا۔ حجرہ عائشہ صدیقہ میں اسی جگہ جہاں آپکا بچھونا تھا۔ ابو طلحہ انصاری نے بچھونا ہٹا کے قبر کھودنا شروع کردی۔

اب اس میں اختلاف ہوا کہ نہانے کے لیے آپ کے کپڑے اُتارے جائیں یا نہیں۔ اس جھگڑے کا کسی طرح فیصلہ ہونے ہی کو نہ آتا تھا کہ ناگہاں تمام حاضرین

پر ایک غنودگی سی طاری ہوئی اور اسی غنودگی کے عالم میں کسی کو بلند آواز میں یہ کہتے سُنا گیا کہ "رسول اللہ صلعم کو کپڑے پہنے پہنے نہلاؤ" یہ پتہ نہ چلا کہ یہ آواز کس کی تھی مگر یہ ایک ہدایت خداوندی سمجھی گئی اور اسی پر عمل ہوا۔

اب جسم مبارک نہلایا جانے لگا چونکہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے قرابت دار اور میرے گھر والے مجھے غسل دیں۔ اس لئے اور سب لوگ علیحدہ ہو گئے فقط حضرت علیؓ۔ حضرت عباسؓ۔ آپ کے چچا۔ ان کے دونوں فرزند فضل اور قثم اور آپ کے غلام اسامہ بن زید اور شقران شریک تھے۔ انصار میں سے فقط ایک صاحب اوس بن خولی اس موقع پر البتہ موجود تھے۔ انکا شمار شرکا غزوۂ بدر میں تھا۔ نہلانے کا طریقہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ جسم مبارک مَل مَل کر دھوتے تھے۔ عباسؓ اور انکے دونوں فرزند ایکو ادھر اُدھر پلٹاتے اور کروٹیں لاتے تھے اور اُسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے۔ حضرت علیؓ آپکی صفائی و پاکیزگی دیکھ دیکھکر بار بار فرماتے "میرے ماں باپ فدا ہوں آپ زندگی میں کیسے پاک صاف تھے اور مرنے پر بھی کیسے پاک و صاف ہیں"۔

اس کے بعد آپ کو کفن پہنایا گیا۔ پہلے دو کپڑے خاکستری رنگ کے پہنائے گئے اور اُن کے اوپر ایک یمنی چادر لپیٹی گئی جس کے کئی پیچ دیدیئے گئے۔ یوں نہلا دُھلا اور کفنا کے جنازۂ مبارک قبر کے برابر رکھدیا گیا۔ خود آپ کی وصیت کے تھوڑی دیر کے لیے جنازہ تنہا چھوڑ دیا گیا۔ پھر اس کے بعد مرد وزن اور بوڑھے بچے غول کے غول آکر نماز جنازہ پڑھنے لگے۔

جب نماز جنازہ سے فراغت ہو چکی تو قبر میں اُتارنے کے لیے حضرت علیؓ فضل قثم اور شقران قبر میں اُترے۔ اس موقع پر اوس بن خولی انصاری نے

اپنے اور حضرت رسالت کے تعلقات کا واسطہ دلا کر حضرت علیؓ سے اپنے اُترنے کی اجازت مانگی۔ اور اس پر اصرار کیا۔ آپ نے اجازت دی۔ چنانچہ وہ بھی اُترے اور آپ کے جسم مبارک کو سب نے احتیاط سے اندر اتارا اس کے بعد لحد کا پہلو بند کر کے سب صاحب اوپر نکل آئے۔ اور مٹی دی جانے لگی۔ تھوڑی دیر میں وہ آفتابِ رسالت خاک میں پنہاں ہو گیا اور اتنے بڑے جوہرِ بے بہا کو ہاتھوں سے کھو کر صحابہ کفِ افسوس ملتے ہوئے خستہ و خراب گھروں کو سدھارے۔

وفات کے وقت آپ کا سن شریف ۶۳ سال کا تھا۔ اگرچہ بعض اس میں اختلاف کیا کرتے ہیں اس لئے کہ دو ایک صاحب ۶۵ سال کی عمر بتاتے ہیں اور بعض ۶۰ ہی سال کہتے ہیں۔

برادرِ عزیز استغفاوس یہ تھے واقعاتِ وفات جس کو میں نے تفصیل سے بتا دیا تاکہ آپ کو کسی بات میں شبہ نہ رہے۔ اِن تھوڑے ہی دنوں میں اتنے ایک واقعات پیش آگئے کہ میں اُن سب کو ایک سلسلہ میں بیان نہیں کر سکا۔ اسی لئے اِس خط کے میں نے دو خط کر دیئے۔ پہلے میں تو فقط حالاتِ مرض اور واقعاتِ وفات بتلائے اور دوسرے میں آپ یہ پڑھیں گے کہ آپ کی وفات کے بعد اور دفن سے پہلے جانشینی حضرت رسول اکرم کا معاملہ کن جھگڑوں کے بعد کس طرح طے ہوا؟" والسلام

سراپا حرماں:۔ سلمان

سلمان فارسی کا اکیسواں خط

یہ خط پڑھنے کے بعد سناٹا ہو گیا۔ جس میں سفانہ کی سسکیاں اور ہچکیاں سُنی جاتی تھیں اور استفانوس کی یہ حالت تھی کہ گویا اسمیں دم ہی نہیں رہا ہے تھوڑی دیر کے بعد جب دلوں کے جوش کو ذرا سکون ہوا تو استفانوس نے دوسرا خط کھولکر پڑھنا شروع کیا اس کی عبارت حسب ذیل تھی:۔

از جانب شکستہ حال و پریشان سلمان بنام حسرت مانوس استفانوس شیخ خانقاہ بحیرا۔ السلام علیکم وعلیٰ جمیع المسلمین مرض وفات اور تجہیز و تکفین حضرت سرور عالم کے حالات میں بتا چکا۔ اب یہ بتاتا ہوں کہ آپ کے دفن ہونے سے پہلے آپ کی جانشینی کا معاملہ کیونکر طے ہوا۔

میں ہمیشہ حضرت رسولِ اکرم کی خدمت میں حاضر رہا۔ اور اُ آخر ایام کے اکثر سفروں میں بھی آپ کے ہمراہ رکاب تھا۔ میں آپؐ کا غلام تھا لہٰذا آپکی خدمت میں حاضر رہنے کے سوا میرا کام ہی کیا ہو سکتا تھا؟ مگر میں نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں سُنی جس کی بنیاد پر کہا جائے کہ آپ نے صاف الفاظ میں کسی کے لئے وصیت فرمائی بعض اشارات بے شک خیال میں آتے ہیں مگر وہ ایسے مخالف اور مشتبہ ہیں کہ اُن سے کوئی قطعی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔ مثلاً آپ نے فتح مکہ کے بعد پہلے سال میں ابوبکر صدیق کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا پھر اسکے بعد تبلیغ احکام ربانی کے لئے حضرت علی کو بھیجدیا۔ اُنکو دیکھکر ابوبکرؓ اِس خیال سے کہ شائد آپ مجھ سے یہ کام نہیں لینا چاہتے پلٹ آئے تو ان کو یہ سمجھا کے پھر واپس

کیا کہ امیر ح تم ہی رہو گے۔ مگر تبلیغی امور کے پہنچانے کے لئے ایسے شخص کو ہونا چاہئے جو میرا عزیز ہو۔ اب اس سے دونوں حضرات کو دعویٰ کرنے کا حق پیدا ہو سکتا ہے۔ علیؓ مرتضیٰ کہہ سکتے ہیں کہ رسولِ خدا کی صحیح نیابت میں ہی کر سکتا ہوں۔ ابو بکر صدیقؓ کہہ سکتے ہیں کہ تبلیغ کا کام تو سلسلہ وحی کے منقطع ہونے پر ختم ہو گیا۔ اب فقط امارت باقی ہے جو میری خدمت ہے۔

اسی طرح مثلاً خم غدیر کے موقع پر جناب رسول خدا صلعم نے یہ سُن کر کہ بعض منافقین کو حضرت علی سے خصومت ہے اونٹ کے کجاوے پر کھڑے ہو کے فرمایا "جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کے علی بھی مولیٰ ہیں۔ خداوندا جو انکو دوست رکھے اس کو تُو بھی دوست رکھ اور جو ان کا دشمن ہو اُسکو تو بھی دشمن رکھ۔ اِن الفاظ سے حضرت علیؓ ممکن ہے کہ اپنا استحقاق جانشینی ثابت کریں مگر دوسرے لوگ کہہ سکتے ہیں کہ دوستی اور محبت رکھنا اور چیز ہے اور مستحق جانشینی ہونا اور چیز۔

علیٰ ہذا القیاس آپنے اپنے مرض موت میں اور اپنی معذوری کے زمانے میں اپنے عوض ابو بکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور آپ کی زندگی میں تین دن تک سترہ نمازیں مسجد نبوی میں پانچوں وقت ابو بکرؓ ہی مسلمانوں کی امامت کرتے رہے۔ ابو بکر صدیقؓ کے طرفدار اس واقعے سے ان کی جانشینی پر استدلال کر سکتے ہیں، مگر جو اس کے خلاف ہوں کہہ سکتے ہیں کہ نماز کی امامت کو جانشینی و حکمرانی سے کوئی تعلق نہیں۔ اور خود ابو بکرؓ نے بھی کبھی اس پر استدلال نہیں کیا آپنے مرض موت میں کاغذ اور قلم مانگا تھا اور فرمایا تھا کہ لاؤ ایسی باتیں لکھ دوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ جائز طور پر یا ناجائز طور پر لوگوں نے سامانِ کتابت نہیں پیش

کیا اور یہ امر ایک راز سربستہ رہ گیا کہ آپ کیا تحریر فرمانے والے تھے۔ اگر کسی شخص کی جانشینی کو لکھنے والے تھے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے صرف الفاظ میں زبان مبارک سے کیوں نہ فرما دیا۔ نہ کوئی آپ کی زبان پکڑ سکتا تھا اور نہ کسی کی مجال تھی کہ آپ کے کہنے پر عمل نہ کرتا۔

بہر حال آپ کی وفات کے وقت تک جانشینی کا مسئلہ طے نہیں ہوا تھا اور نہ آپ نے کسی کو اس کے لئے منتخب فرمایا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی صحابہ کے تین گروہ ہو گئے جن میں سب سے زیادہ اندیشناک انصار کا گروہ ہے۔ مدینہ خاص ان کا شہر ہے۔ وہی اس کے رہنے والے ہیں انہیں کی کثرت ہے اور انہیں کے دم سے اسلام کی سطوت و قوت ہے۔ یوں تو خدا کی مدد شامل حال تھی مگر دنیوی حیثیت سے دیکھئے تو انہیں کے دست و بازو اور انہیں کی جانبازیوں سے مکہ فتح ہوا اور انہیں کی سلحہ سے اکثر معرکوں میں حضرت رسالت فتحیاب ہو کر سارے عرب کے فرمانروا ہو گئے۔ اس موقع پر انہوں نے خیال کیا کہ رسولِ خدا کی زندگی تک اور بات تھی۔ آپ خدا کے پیغمبر تھے اور ہم آپ کے تابع فرمان و انصار۔ لیکن اب آپ کے بعد ہم ان کے جلاوطن آناقیوں کی کیوں غلامی کریں جو بہ حیثیت دین ہمارے بھائی اور بحیثیت دنیا ہمارے دست نگر۔ ہماری پناہ میں جینے والے اور ہماری مہربانی و عنایت کے محتاج ہیں۔

دوسرا گروہ بنی ہاشم کا تھا جس میں آپ کے داماد حضرت علیؓ۔ آپ کے چچا حضرت عباسؓ اُن کے بیٹے۔ آپ کے پھوپھی زاد بھائی زبیر، طلحہ بن عبداللہ اور بنی اُمیہ کے سرگروہ ابو سفیان وغیرہ تھے۔ یہ سب حضرات حضرت علیؓ کے گھر

میں جمع ہوئے اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ خلافت ہمارے خاندان کے باہر نہ جائے۔ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ جانشین رسول اللہ ہوں، جو آپ کے داماد ہیں۔ ابن عم ہیں۔ اور وہ ابن عم جن کے والد نے حضرت رسولؐ کو پالا پرورش کیا اور قریش کی اذیتوں سے ہمیشہ بچایا تھا۔ اور اگر بالفرض وہ نہیں تو خاندان رسالت ہی میں سے کوئی شخص اس خدمت کے لئے منتخب کیا جائے۔

دیگر اکابر مہاجرین ابھی تک رونے پیٹنے میں لگے تھے اور اس فکر سے خالی الذہن تھے۔ انصار ہی میں کے ایک رکن رکین ابو عمرہ نے مجھ سے یہ واقعہ شرح و بسط سے بیان کیا۔ اُن سے مجھکو معلوم ہوا کہ بنی ساعدہ کے جتھے میں جو انصار کا بیٹھک کا ہے آنحضرت کی وفات کی خبر سنتے ہی تمام انصار جمع ہوئے اور تجویز ہونے لگی کہ سردار بنی خزرج سعد بن عبادہ کو جانشین رسول اللہ صلعم بنایا جائے اور قریب قریب آپس میں طے کر لیا کہ انہیں کے ہاتھ پر بیعت ہو۔ سعد موصوف اُس زمانے میں بیمار تھے مگر اس جلسہ میں آئے اور باوجود ضعف کے کھڑے ہو کے ایک تقریر کی۔ جس میں پہلے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر کہا "اے گروہ انصار! جو فضیلت، جو شرف اور جو فوقیت تم کو حاصل ہے، عرب کی کسی قوم کو نہیں نصیب ہے۔ محمدؐ رسول اللہ صلعم دس سال سے زیادہ مدت تک اپنی قوم میں تبلیغ اور ہدایت فرماتے رہے۔ مگر کسی نے اُنکی آواز نہیں سنی اور نہ ایمان لایا۔ بجز چند لوگوں کے جو اتنے کم اور کمزور تھے کہ نہ آپکو اپنی قوم کے دشمنوں سے بچا سکتے تھے اور نہ اُن سے دین کو قوت و عزت حاصل ہو سکتی تھی۔ یہاں تک کہ خدا کو منظور ہوا کہ تمکو فضیلت دے۔ اور تمہیں یہ شرف حاصل ہو گیا اور یہ نعمتیں اور

بزرگیاں نصیب ہوئیں کہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ حضرت رسول اور ان کے رفقا کو اعدا کے نرغے سے بچاؤ۔ انہیں اور ان کے دین کو معزز بناؤ اور دشمنانِ دین پر جہاد کرو۔ چنانچہ حضرت رسول کے دشمنوں کے حق میں تم سب سے زیادہ سخت ہو۔ تمہارے ہی اسلحہ کی قوت سے سارا عرب طوعاً وکرہاً احکام ربانی کا پابند ہو گیا۔ اور دُور دُور کے پُر شور سرکش کمزور پڑ گئے۔ غرض یہ تمہاری ہی تلواریں ہیں جنہوں نے سارے جزیرۂ عرب کو مطیع رسالت بنایا ہے۔ اب حضرت رسول خدا صلعم نے وفات فرمائی اور زندگی کی آخری گھڑی تک تم سے خوش اور راضی تھے۔ لہٰذا حکومت کو تم ہی لوگ اپنے قبضے میں کرو۔ اور کوشش کرو کہ اوروں کے ہاتھوں میں نہ جانے پائے اس لئے کہ حکومتِ اسلام کسی اور کا نہیں بلکہ خاص تمہارا حق ہے"۔ سعد کی اس تقریر نے انصار پر بڑا اثر کیا۔ سب نے یہ تجویز قبول کر لی۔ سعد سے کہا "آپ نے جو رائے دی ہے صحیح دی ہے اور یہ توفیق الٰہی دی ہے۔ لہٰذا ہم سب آپ ہی کو اپنا حاکم اور جانشین حضرت رسول امین بنائیںگے۔ آپ قناعت کیش ہیں اور تمام مسلمان آپ سے خوش ہیں"۔

اس موقعہ پر بعض مہاجرین بھی موجود تھے انہوں نے اس تجویز کے ماننے سے انکار کیا اور کہا "ہمنے حضرت رسول صلعم کی محبت اور دین کی الفت میں وطن چھوڑا ہے جناب رسولِ اکرم کے قبیلے والے ہیں۔ آپ کے عزیز ہیں لہٰذا ہم سے زیادہ شریف و افضل کون ہو سکتا ہے؟ ہم سے کسی غیر کی اطاعت نہیں ہو سکتی"۔ ان کی یہ گفتگو سنکر انصار ہی میں سے کسی نے بہ آواز بلند کہا "اچھا ایک کام کرو۔ ایک امیر تم میں سے منتخب ہو اور ایک ہم میں سے۔ اس سے اچھا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس سے

زیادہ دباؤگے توہم ہرگز نہ دبیں گے"۔ یہ الفاظ سن کر بے ساختہ سعد بن عبادہ کی زبان سے نکلا "تمہاری یہ پہلی کمزوری ہے"۔

اب کسی سے عمر فاروق نے سُنا کہ انصار بنی تقیفہ سے چھتّے میں جمع ہو کر یہ مشورہ کر رہے ہیں اور ساتھ ہی اُن کو اُس گروہ کا حال بھی معلوم ہوا جو حضرت علیؓ کے گھر میں تھا وہ فوراً دوڑتے ہوئے حضرت رسول خدا صلعم کے دروازہ پر پہنچے اور ابوبکر صدیق کو بلوایا۔ وہ کچھ ایسی ضرورتوں میں مصروف تھے کہ کہلا بھیجا" مجھے اسوقت باہر آنے کی فرصت نہیں ہے"۔ حضرت عمرؓ نے پھر کہلایا کہ ایک ایسا ضروری اور اہم معاملہ پیش آگیا ہے کہ آپ کی فوری شرکت کی ضرورت ہے"۔ یہ سنکر جناب ابوبکرؓ باہر نکل آئے اور پوچھا "کیا ماجرا ہے"؟ عمر فاروقؓ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سُن کر یہ دونوں صاحب جلد جلد قدم اٹھاتے ہوئے سقیفۂ بنی ساعدہ کی طرف چلے جہاں انصار سے بہت زیادہ اندیشہ تھا۔ اس نازک موقع پر ابو عبیدہؓ بن الجراح بھی یہاں موجود تھے وہ بھی ساتھ ہو لئے۔

انصار کے اس مجمع میں پہنچتے ہی حضرت عمرؓ نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا۔ مگر ابوصدیق نے اُن کو روک دیا۔ اور رب العزت کی حمد وثنا کر کے کہنا شروع کیا کہ" لوگو سنو! اللہ جل شانہٗ نے ہم میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو اس بات میں اپنی اُمّت کا گواہ ہے کہ وہ خدا کی عبادت و توحید کریں۔ حالانکہ اس کے پیشتر وہ مختلف دیوتاؤں اور پتھر یا لکڑی کے بتوں کو پوج رہے تھے۔ اہل عرب کو اپنے آباؤ اجداد کے دین کا چھوڑنا ناگوار گزرا اس موقع پر خداوند تعالیٰ نے انہیں کی قوم میں سے بعض لوگوں کو اس شرف کے لئے مخصوص کیا کہ رسالت

محمدیؐ کی تصدیق کریں۔ اُن کے دوست بنیں اور ان کی قوم جو اذیتیں پہونچاتی اور سختیاں کرتی تھی ان کو حضرت رسول کی رفاقت میں برداشت کریں۔ ساری دنیا ان کے خلاف تھی۔ تمام قوم والے ان کے دشمن تھے۔ لہذا وہی لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے روئے زمین پر خدائے واحد کی پرستش کی۔ اس پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ وہ حضرت رسول کے دوست ہیں اور اُن کی قوم کے لوگ ہیں اور وہی اُن کے بعد جانشینی اور عنانِ حکمرانی ہاتھ میں لینے کے مستحق ہیں اور یہ ایسا حق ہے جس میں بجز ظالم کے کوئی منصف مزاج اُن سے نہیں جھگڑ سکتا۔ تم اے گروہ انصار وہ لوگ ہو کہ تمہارے دین قبول کرنے اور اسلام کی طرف سبقت کرنے کی فضیلت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ خدا کی مرضی میں تھا کہ تم کو اپنے دین اور اپنے رسول کے انصار یعنی معین و مددگار بنائے اور حضرت نبی کریم کی ہجرت تم میں ہو۔ لہذا ہمارے نزدیک مہاجرین اولین کے بعد تم سے زیادہ رتبہ کسی کا نہیں ہے اور اسی خیال سے میں کہتا ہوں کہ ہم میں سے امراء ہوں اور تم میں سے وزراء اور بغیر تمہارے مشورے کے معاملات کا فیصلہ نہ ہو"

ابوبکر صدیقؓ کی یہ تقریر سُن کر انصار کے گروہ میں سے حباب بن منذر بن جموح اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا:۔ اے گروہ انصار۔ تم لوگ اپنا امیر آپ منتخب کر لو۔ یہ لوگ تمہارے زیر پناہ اور تمہارے سایۂ حمایت میں ہیں۔ اور یاد رکھو کہ کوئی شخص تمہارے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ بغیر تمہاری رائے کے یہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے۔ تم عزت و شوکت والے ہو۔ تمہاری تعداد زیادہ ہے۔ تمہاری قوت بڑھی ہوئی ہے۔ اور دنیا میں تمہاری دھاک بیٹھی ہے لوگوں کی

نظر لگی ہوئی ہے کہ اس موقع پر تم کیا کرتے ہو مگر ہاں تم میں پھوٹ نہ پڑے ورنہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ تم نے سن لیا کہ ان لوگوں کو اس سے بھی انکار ہے کہ ایک امیر ان میں سے منتخب ہو اور ایک تم میں سے"۔

ایک انصاری کی یہ سخت اور درشت تقریر سن کر عمر فاروق نے کہا:۔

افسوس تم لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ اگر وہ امیر ہوئے تو ان میں کبھی اتفاق نہ رہے گا اور خدا کی قسم اہل عرب اس بات کو ہرگز نہ مانیں گے کہ تم حکمراں ہو۔ خصوصاً اس وقت جبکہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام تمہارے سوا دوسری قوم میں سے تھے۔ برخلاف اسکے سارے عربوں کو اس میں مطلق عذر نہ ہوگا کہ اسی قوم میں کا ایک شخص حضرت رسول اکرم کا جانشین بنایا جائے جسمیں نبوت تھی۔ ہم لوگوں کے لئے یہ نمایاں حجت ہے اس لئے محمد صلعم کی حکومت و جانشینی میں یہ معلوم ہونے کے بعد کہ ہم لوگ انہیں کے قرابتداروں اور ان کے گروہ میں ہیں۔ ہم سے کون شخص جھگڑا کر سکتا ہے؟"۔

اس کا جواب حباب بن منذر نے پھر اٹھ کے یہ دیا کہ:۔ اے گروہ انصار! حکومت کو اپنے ہی ہاتھ میں رکھو۔ ان کا اور ان کے ساتھیوں کا کہنا نہ سنو۔ ورنہ حکومت میں یہ لوگ تمہارا حق چھین لیں گے۔ اور اگر ان کو تمہاری حکومت تسلیم کرنے میں انکار ہو تو ان لوگوں کو اپنے شہر اور گرد و نواح کی بستیوں سے نکال دو۔ خدا کی قسم تم ان سے زیادہ خلافت کے مستحق ہو۔ تمہاری ہی تلواروں نے ان لوگوں کو مطیع اسلام بنایا ہم حکومت کی وہ اصلی بنیاد ہیں جو سب کا مرجع و ماوی ہے اور وہ خوشہ ہیں جو سب طرف سے محفوظ ہے۔ ہم کچھار ہیں۔ شیر ہیں اور خدا کی قسم اگر تم چاہو تو آج اس حکومت و جبروت کو توڑ کے پھر لوگوں کو ویسا ہی منتشر کر سکتے ہو جیسے کہ پہلے تھے"۔

یہ سنکر حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا۔ بولے" ایسا کرو گے تو خدا تم کو غارت کریگا"۔
حباب نے طیش کے ساتھ جواب دیا:" نہیں خدا تم کو غارت کرے گا"۔
گفتگو کی یہ صورت دیکھکر ابو عبیدہ بن الجراح نے زبان کھولی۔ اور کہا
"اے انصار! تم وہ لوگ ہو کہ تم نے سب سے پہلے دین کی مدد کی۔ اب ایسا نہ کرو کہ تمہیں سب سے پہلے بدلنے والے بن جاؤ"۔
اِس فقرے کا بعض انصار پر بڑا اثر پڑا۔ چنانچہ انہیں میں سے نعمان بن بشیر کے والد ابو النعمان بشیر بن سعد نے اٹھکر کہا:" اے گروہ انصار! مشرکین پر جہاد کرنے اور ایمان لانے میں سبقت کرنے کے اعتبار سے اگرچہ ہم افضل ہیں مگر ان کاموں سے ہماری غرض بجز خدا کو راضی کرنے اپنے نبی صلعم کی اطاعت و فرماں برداری اور اعلاء کلمۃ اللہ میں دل و جان سے کوشش کرنے کے اور کچھ نہ تھی۔ اس لئے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ حکومت کی ہوس میں ہم ان لوگوں سے زیادہ الجھیں ہم کو دُنیا نہیں چاہیئے۔ اس کا خیال کرو کہ محمدؐ صلعم قریش میں سے تھے لہذا ان کے معاملوں میں انہیں کی قوم زیادہ استحقاق رکھتی ہے اور میں اپنے متعلق تو قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اس بارے میں اُن سے نہ جھگڑوں گا۔ لوگو۔ خدا سے ڈرو۔ اور ان لوگوں سے مخالفت نہ کرو"۔
یہ سنتے ہی موقعہ پاکر ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا تو پھر کیا ہے۔ یہ عمرؓ اور عبیدہؓ موجود ہیں۔ ان دونوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو"۔ عمرؓ اور ابو عبیدہ بولے:" ہم خدا کی قسم آپ کے ہوتے ہوئے اس خدمت کو اپنے ذمہ نہیں لے سکتے۔ تمام مہاجرین میں افضل آپ ہیں۔ امامت نماز میں رسول اللہ صلعم کے قائم مقام آپ ہیں جو مسلمانوں کی سب سے بڑی سرداری ہے۔ لایئے ہاتھ لایئے"۔ یہ کہتے ہی

جناب عمرؓ نے بڑھ کر حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت لی۔ اور ساتھ ہی ابو عبیدہ اور دیگر مہاجرین نے جو وہاں موجود تھے بیعت کر لی اور انہیں کے سلسلہ میں بشیر بن سعد نے بھی بیعت کی۔ ان کی بیعت کرتے دیکھ کر حباب بن منذر نے شور کیا۔ تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے ابن عم کا ساتھ چھوڑ کر غیروں سے مل گئے"۔ بشیر نے جواب دیا: "خدا کی قسم ایسا نہیں ہے۔ مگر ہاں مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ ان لوگوں سے انکے حق میں جھگڑا کروں"

برادرم استفانوس! آپ کو معلوم ہے کہ انصار کے دو گروہ اور قبیلے ہیں اوس اور خزرج جن میں صدیوں سے رقابت و عداوت چلی آتی ہے۔ حضرت رسول علیہ السلام نے اپنے سراپا اعجاز اثر پیغمبری سے ان کو ملا کر باہم شیر و شکر کر دیا تھا مگر پرانے جذبات کہاں جاتے ہیں؟ دلوں میں ایک خلش ضرور باقی تھی۔ سعد بن عبادہ بنی خزرج کے سردار تھے۔ انصار میں سے بشیر نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو قبیلہ اوس والوں نے ایک دوسرے سے کہا: "بنی خزرج اپنے سردار کو حاکم بنانا چاہتے ہیں اور اگر ایک بار بھی حکومت بنی خزرج میں گئی تو پھر خدا کی قسم انہیں میں رہے گی۔ ہم کبھی سر نہ اٹھا سکیں گے اور وہ ہمیشہ کے لئے ہم پر فوقیت پا جائیں گے اور ہرگز امید نہیں کہ ہم کو وہ اپنی اس فضیلت میں شریک کریں۔ لہٰذا ہم لوگوں کے لئے مناسب یہی ہے کہ ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ اس خیال کی بنا پر سارے بنی اوس نے ابوبکرؓ کی بیعت کر کے ان کی جانشینی تسلیم کر لی۔

اب کیا تھا بنی خزرج اور سعد بن عبادہ کا سارا زور ٹوٹ گیا اور لوگ چاروں طرف سے ہجوم کر کے اور دوڑ دوڑ کے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ انجام یہ ہوا کہ بہت سے خزرجیوں نے بھی بیعت کی۔ اور سعد بن عبادہ بادلِ

شکستہ اُٹھکر اپنے گھر چلے گئے۔ جہاں چند روز تک چھپے بیٹھے رہے آخر ان کے پاس پیام بھیجا گیا کہ اب آکر ابوبکرؓ کی بیعت کر لو۔ کیونکہ تمام لوگوں نے بیعت کر لی۔ مگر وہ اب تک سیدھے نہیں ہوئے تھے۔ کہلا بھیجا "یہ نہ ہو گا جب تک میرے ترکش میں ایک تیر بھی باقی ہے۔ جب تک میرے نیزے کی نوک خون سے سُرخ ہوے گی۔ جب تک تلوار نہ چلاؤں گا اور سارے خاندان والوں کو اکٹھا کر کے مقابلہ نہ کروں گا بیعت نہ کروں گا۔ سارا زمانہ تمہارے ساتھ ہو جائے گا۔ مگر میں الگ ہی رہوں گا"۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ اُن سے جبرًا بیعت لی جائے۔ مگر بشیر بن سعد نے کہا "وہ چاہے مار ڈالے جائیں اپنی ضد نہ چھوڑیں گے۔ اور جب تک ان کے خاندان والے اور اُن کے گروہ کے بہت سے رفقا قتل نہ ہو لیں۔ وہ مارے بھی نہیں جا سکتے۔ اس کے ساتھ یہ بھی خیال کیجئے کہ ان کے ایک کونے میں الگ پڑے رہنے سے آپ کا کچھ نقصان بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اکیلے وہی ہیں۔ کوئی اور اُن کے ساتھ شریک نہیں"۔ یہ رائے حضرت عمرؓ نے بھی مان لی۔ اور پھر اُن سے اصرار نہ کیا گیا۔

بیعت کے دوسرے روز ابوبکرؓ آکے مسجد نبوی کے ممبر پر بیٹھے۔ اور اس روز تمام لوگوں نے علی العموم بیت کی۔ اور اس پر انہوں نے جو مختصر سی تقریر کی وہ نہایت ہی پُراثر اور اطمینان بخش تھی۔ حمد و سپاس خداوندی کے بعد انہوں نے کہا:۔ "مسلمانو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں۔ اگرچہ نہ تم پر کوئی فوقیت رکھتا ہوں اور نہ تم میں سب سے اچھا شخص ہوں۔ اچھا کام کروں تو تم سب میری مدد کرو۔ برائی کروں تو میری اصلاح کرو۔ سنو کہ سچائی امانت داری

ہے اور جھوٹ خیانت . اور انشاء اللہ تعالیٰ تم میں جو کمزور ہو جب تک اس کی داد رسی نہ ہو جائے وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہوگا۔ اور تم میں جو بڑا زبردست ہوگا اس سے جب تک دوسروں کا حق ادا نہ کرا لیا جائے میری نگاہ میں سب سے زیادہ کمزور ہوگا۔ تم لوگ جہاد سے ہاتھ نہ روکو اس لئے کہ جس قوم نے جہاد کو چھوڑ دیا اس کو اللہ جل شانہ ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ لوگو. جب تک میں خدا اور رسول کا مطیع ہوں تم بھی میری اطاعت کرو۔ اور جب میں خدا و رسول کی نافرمانی کروں تب میری اطاعت تم پر فرض نہیں ہے۔ اب اُٹھکر نماز پڑھو۔ خدا تم سب پر رحمت کرے"۔

میں اُس موقع پر موجود نہ تھا۔ مگر بعض لوگوں سے سنا کہ انصار یا اُن میں سے بعض نے کہا" ہم علی مرتضیٰ کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے۔ لیکن یہ انہوں نے یقیناً اس وقت کہا جب ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی اس لئے کہ اس سے پہلے وہ خود اپنی قوم کا دعویٰ پیش کر رہے تھے۔ جب دیکھا کہ جانشینی رسول ہمارے ہاتھ سے نکل گئی تو یہ نیا عذر پیش کیا جبکہ معاملہ اختیار سے باہر ہو چکا تھا اور پھر انہوں نے یہ بھی نہ کیا کہ حضرت علیؓ کی طرفداری میں رُکتے بلکہ زبان سے یہ کہتے تھے اور ہاتھ سے ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے چلے جاتے تھے۔ قطع نظر اس کے سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس موقع پر نہ حضرت علی موجود تھے اور نہ بنی ہاشم میں سے کوئی اور شخص تھا نہ مصلحت اس میں سمجھے کہ گھر میں بیٹھکر مشورہ کریں اور وہاں سقیفۂ بنی ساعدہ میں انکے نہ ہونے سے دوسرے کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی۔

مجھے افسوس ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت علی موجود نہ ہوئے۔ وہ ہوتے تو ان کے سوا دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہ ہوتی اور وہی خلیفۂ رسول اللہ صلعم منتخب ہو جاتے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کے دلمیں اس وقت جناب علیؓ کا خیال تھا یا نہ تھا۔ لیکن اس وقت تو یہ صاف نظر آرہا تھا کہ اگر اس گھڑی اور اسی صحبت میں جانشینی رسالت کا فیصلہ اور قطعی تصفیہ نہ ہو گیا تو پھر انصار اختیار سے باہر ہو جائیں گے اور قریش و بنی ہاشم ہمیشہ کے لئے اوس و خزرج کے غلام ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ کے دل میں خدا نے یہ بات ڈالدی کہ انہوں نے ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑ کے بیعت کر لی۔ ساتھ ہی رمیا انصار بھی بیعت کرنے لگے اور ایک ناگہانی طور پر ان کے سارے منصوبے اور دعوے نسیًا منسیًا ہو گئے۔ یہ معاملہ اگر دوسرے دن پر اٹھ رہتا تو پھر سمجھئے کہ قریش، مہاجرین اور ان کے ساتھ بنی ہاشم ہمیشہ کیلئے حکومت سے محروم ہو گئے تھے۔

مگر حضرت علی سارے بنی ہاشم۔ زبیر۔ طلحہؓ اور ابو سفیان۔ ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کے خلاف ہیں۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ حضرت علی کو خلیفہ ہونا چاہئے تھا۔ اور اس وجہ سے میں بھی ابو بکرؓ کی بیعت نہ کریں گے میں بھی نہ کروں گا ہمارے ساتھیوں میں سے زبیر نے ایک دن تلوار کھینچ لی اور کہا۔ جب تک علی کے ہاتھ پر بیعت نہ ہوگی میں تلوار کو ہاتھ سے نہ رکھوں گا۔" مگر خود حضرت علی اسکو ناپسند کرتے ہیں۔ یہانتک کہ ایک دن ابو سفیان حضرت علیؓ کے گھر پر آئے اور شور کیا کہ میرے دل میں ایک آگ لگی ہوئی ہے جس کو خون کے سوا کوئی چیز نہیں

بجھا سکتی۔ اے آل عبد مناف تمہارے معاملات میں ابو بکر کیا چیز ہیں؟ کہاں گئے بوڑے اور ذلیل عباس و علیؓ؟ خلافت کو قریش کے ایک سب سے چھوٹے خاندان سے واسطہ ہی کیا؟ پھر جناب علیؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "لاؤ ادھر ہاتھ لاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور بخدا تم کہو تو مدینے کو سواروں اور سپہگروں سے پاٹ دوں۔" جناب علیؓ نے بیعت لینے سے انکار کیا تو وہ طنز بھرے شعر پڑھ کر ابو سفیان نے انہیں تیہہ دلایا۔ اس پر حضرت علیؓ نے ابو سفیان کو جھڑکا اور فرمایا۔ "خدا کی قسم تمہاری نیت میں فساد ہے۔ میں مسلمانوں کی جماعت کو توڑنا نہیں چاہتا۔"

بہرحال ابھی تک حضرت علیؓ اور اُن کے مذکورۂ بالا رفیقوں نے ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ہے اور نہ میں نے کی ہے۔ ہم سب الگ بیٹھے ہیں مگر سارا مدینہ اور گرد و جوار کے تمام لوگ ابو بکرؓ کو جانشین حضرت رسولِ خدا تسلیم کر چکے۔ اور انہوں نے انتظام مملکت بھی شروع کر دیا۔ عمر فاروقؓ کی محض اس خیال سے مسلمانوں میں تفرقہ نہ رہے یہ کوشش ہے کہ جن لوگوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی ہے اور اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے ہیں اُن کو مجبور کر کے زبردستی بیعت کی جائے۔ مگر خود ابو بکرؓ صدیق اتنی سختی پسند نہیں کرتے اور خیال کرتے ہیں کہ آج نہیں تو کل عنقریب یہ سب لوگ موافق ہو جائیں گے۔ والسلام

اُمیدوار (فضل رحمٰن سلمان)

یہ دوسرا خط پڑھ کے استفانوس نے کہا۔ "خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ اور غنیمت ہے کہ بغیر خونریزی کے اتنا بڑا اہم معاملہ طے ہو گیا۔ میں یہاں سے بیٹھ

کے اس بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتا کہ اس خدمت کے لئے وہاں کے لوگوں میں سے کون زیادہ مستحق ہے یا زیادہ اہل ہے مگر ہاں یہ چاہتا تھا کہ کوئی فساد نہ اُٹھ کھڑا ہو۔ الحمد للہ کہ ویسا ہی ہوا۔ اور اب دیکھنا ہے کہ عساکر رسالت کی جگہ عساکر خلافت کب اس سرزمین تک پہونچتے ہیں اور یہاں کب نعرۂ اللہ اکبر بلند ہوتا ہے۔"

سفانہ:۔ یہ بڑا اندوہناک معاملہ ہے۔ ہم لوگ خدا کی برکت سے محروم ہو گئے گو کہ جانشینی کا تصفیہ ہو گیا۔ مگر دیکھئے اس مصیبت عظمیٰ کا کیا انجام ہوتا ہے؟ میرے نزدیک اب مجاہدین اسلام کا یہاں تک آنا بہت دشوار ہے۔ اِنہیں خطوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرب کے ملکوں میں جابجا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنیوالے باغی پیدا ہو گئے ہیں اور اکثر قبیلے مرتد ہونے لگے۔"

استفانوس:۔ ہاں اس قضاعی ناقہ سوار نے جو یہ خط لایا ہے یہ بھی کہا تھا کہ سارا عرب پھر گیا۔ ارتداد و انحراف تمام قبیلوں سے ظاہر ہو رہا ہے اور جیسی بدنظمی اور لوٹ مار حضرت رسول سے پہلے ہو رہی تھی پھر پیدا ہوا چاہتی ہے۔

سفانہ:۔ ایسی حالت میں جانشین حضور سرور عالم اُن باغیوں کو دبائیں گے کہ اِدھر فوج بھیجیں گے؟"

استفانوس:۔ جو کچھ ہو علم توحید اس سرزمین تک آئے گا ضرور۔ اس لئے کہ اوّل تو میرے مرشد بحیرا نے بڑے زور و شور اور جوش و خروش سے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ ملک اسلام کے تابع فرمان ہو گا۔ اور یہی بارہا خود حضرت رسول آخر الزماں صلعم نے بھی فرمایا۔ مگر اب ضرورت ہے کہ ہمیں وہاں کے حالات جلد جلد معلوم ہوں۔"

سفانہ:۔ "آج کل مدینے سے آنے والے بہت سے ملیں گے۔ اس لئے کہ جو کوئی اس سانحہ جانگزا کو سنے گا دوڑے گا کہ مدینے میں جائے اُس خبر کی تصدیق کرے وہاں کی حالت دیکھے اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو خبر کر دے۔ آپ بصریٰ میں ڈھونڈوائیں تو سہی۔"

استفانوس:۔ "خود اپنے یہاں سے کسی کو وہاں نہ بھیج دوں؛ یا کہیئے تو اُن قافلے والوں کو واپس بھیجوں جو ان پچھلے خطوں سے پہلے والا سلمان کا خط لائے تھے وہ اب تک یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں اور ہمارے مہمان ہیں۔"

سفانہ:۔ "وہ لوگ تو ابھی ابھی مدینے کا سفر کرکے آئے ہیں شاید ان کو جانے میں تامل ہو۔ آپ فحل بن ثعلبہ طائی اور اُن کے ہمراہیوں کو مدینے بھیج دیجئے کہ وہاں چلے جائیں اور تمام واقعات کی خبر لائیں۔ وہ اس لئے آئے تھے کہ مجھے بھائی عدی کے پاس لیجائیں۔ میں ابھی بنی طے میں جاتی نہیں اس لئے ان کو مدینے روانہ ہو جانا چاہئے۔ ان کی واپسی پر تصفیہ کروں گی کہ مجھے کیا کرنا اور کہاں جانا چاہیئے۔"

استفانوس:۔ "یہ رائے بہت مناسب ہے۔ مگر میں نہیں کہہ سکتا۔ آپ خود فحل بن ثعلبہ کو بُلا کے کہہ دیجئے۔"

سفانہ:۔ "ہاں میں کہہ دوں گی۔ آپ فحل کو بلوائیے۔"

استفانوس نے فوراً اپنے ایک عزلت گزیں راہب کو بلا کے حکم دیا کہ "ہمارے مہمان گروہ بنی طے کے سردار فحل کو بلا لاؤ۔" وہ گیا اور دم بھر میں فحل آ کے آ کے حاضر ہو گیا۔ سفانہ نے اس سے کہا: "فحل ابھی ابھی مدینے سے اطلاع آئی ہے کہ مدینہ حضرت سرورِ عالم رسول اکرم صلعم نے سفر آخرت فرمایا جس

سے سارے عرب میں تہلکہ پڑا ہوا ہے۔ اور سنا جاتا ہے کہ بعض قبائل عرب گمراہ مرتد بھی ہو گئے ہیں۔ خدا جانے ہمارے قبیلے والوں کا کیا حال ہے۔ اور سلما و آجا کے علاقے میں کیا ہو رہا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ مجھ سے زیادہ اس کی فکر بھائی عدی کو ہو گی۔ اس لئے تم مہربانی کر کے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سیدھے مدینے چلے جاؤ اور دو چار روز میں تمام حالات دریافت کر کے یہاں واپس آؤ۔"

یہ خبر سنتے ہی فحل بھی جو سچا دیندار مسلمان تھا بیتاب ہو گیا اور کہا: "بیوی میں آپ کے اس حکم کو سر آنکھوں سے بجا لاؤں گا۔ اس معاملہ میں تو خود میرا دل لگا ہوا ہے۔ اور جب تک وہاں جا نہ لوں گا چین نہ پڑے گا۔ میں آج ہی رات کو یہاں سے کوچ کئے دیتا ہوں۔"

استفانوس:- "تو پھر ہمارے محترم بھائی حضرت سلمان کے نام میرا خط بھی آپ لیتے جائیں۔ اُن سے آپ کو وہاں کے حالات معلوم کرنے میں بھی بڑی مدد ملے گی اور اگر میرے مشورے پر آپ عمل کریں تو میں ایک تجویز پیش کروں؟"

فحل:- "فرمائیے!"

استفانوس:- "میری رائے ہے کہ اگر آپ مدینے میں جا کے وہاں کی حالت خطرناک پائیں تو انجام تک وہیں ٹھہر جائیں۔ اور ہر پندرھویں روز جناب سلمان سے خط لکھوا کے اپنے کسی ہمراہی کے ہاتھ بھیجا کریں۔ پھر پوری طرح اطمینان ہو جائے تب آپ بھی چلے آئیں۔"

سفانہ:- "ہاں۔ ہاں یہی کرنا۔ وہاں کے حالات میں میرا دل لگا ہوا ہے۔ اگر تم نے بزرگ بھائی استفانوس کے کہنے پر عمل کیا تو میں تمہاری بہت ہی شکرگذار ہوں گی۔"

محل " میں یہی کروں گا (استفانوس سے) آپ اپنا خط دیں "۔

استفانوس " میں اسی وقت جا کے لکھتا ہوں۔ پورا ہوتے ہی حاضر کر دوں گا۔ جب تک آپ اسباب باندھنے اور لادنے اور کوچ کرنے کی تیاری کریں "۔

استفانوس کا خط حضرت سلمان کے نام

اب محل کوچ کی تیاریاں کرنے لگا۔ اور استفانوس نے اپنے حجرے میں جا کے یہ خط لکھا:۔

" از جانب نا اُمید و مایوس استفانوس بنام برادر خستہ جان سلمان السلام علیکم آپ کے دونوں خطوں نے خون خشک کر دیا۔ افسوس دنیا تیرہ و تار ہے اور توحید بے مونس و مددگار۔ حضور سرور عالم کی برکتوں سے محروم ہو جانے کا زخم ہی کیا کم تھا کہ سنا گیا مرتدوں اور باغیوں نے سر اُٹھایا۔ جا بجا نئے نئے مدعیانِ نبوت پیدا ہو گئے۔ اور دلدادگان اسلام حیران و پریشان ہیں۔ ان چیزوں نے ہوش و حواس مختل کر دئے ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہونے والا ہے یا تو ہم لوگ حضرت اسامہ کے لشکر کے آنے کا انتظار کر رہے تھے یا یہ خبر وحشت اثر آئی اور ہمارے دلوں کو لرزا دیا۔ ہر وقت دل وہاں کے حالات کا جویا رہتا ہے۔ وہاں کے واقعات معلوم ہونے میں جو جو دیر ہوتی ہے پریشانی بڑھتی ہے اور کسی حال پر قرار نہیں آتا۔ اس لئے محل بن ثعلبہ طائی اور ان کے رفقا کو بھیجتا ہوں جو عدی بن حاتم کے پاس سے اُن کی بہن سفانہ کے لیجانے کو یہاں آئے تھے۔ مگر سفانہ نے بھی اب ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک ان آخری مصیبتوں کا انجام نہ معلوم ہو جائے گا یہیں ٹھہری رہیں گی۔ انہیں کے

کہنے سے نحل وہاں آتے ہیں۔ اور یہ وعدہ کرکے آتے ہیں کہ وہاں ٹھہریں گے اور ہر پندرھویں دن آپ کا ایک خط اپنے کسی ہمراہی کی معرفت ہمارے پاس بھیجدیا کریں گے۔ مگر ان کی یہ سعی خیر آپ کی عنایت پر منحصر ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ ہم لوگوں کی سراسیمگی و حیرانی پر ترس کھاکے آپ وہاں کے مفصل و مشرح حالات کا ایک خط ان کو ضرور مرحمت فرمادیا کریں گے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیعُ اجرَالمُحسِنِین۔ والسلام۔ سراپا افسوس:۔ استفانوس

نحل یہ خط لے کے اسی رات کو روانہ ہو گیا اور اس کے رفقا جن کا شمار پندرہ کے قریب تھا۔ اُس کے ہمراہ ہوئے۔ اس کی کوشش تھی کہ راستے میں بجز ضروری قیام کے کہیں نہ ٹھہرے۔ اُس نے دیکھا کہ جابجا قبائلِ عرب میں ایک وحشت و بیقراری پیدا ہے۔ وادی القریٰ کے اطراف یہود خوش ہیں اور جہاں تک بنتا ہے لوگوں کو ورغلاتے اور بغاوت وارتداد پر اُبھارتے ہیں خصوصاً ایک منزل میں اُسے یہ دیکھکر نہایت ہی افسوس ہوا کہ خاص اس کے قبیلے کے بعض گروہ جو مدینے سے چار منزل اس طرف خیمہ زن ہیں بغیر اس کے کہ عدی سے مشورہ کریں مسیلمہ کذاب کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے ہیں اور مدینے پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔"

الغرض یہ رنگ اور زمانے کی یہ حالت دیکھتا ہوا وہ مدینے میں پہونچا اور حضرت سلمانؓ سے ملا جو حضرت رسولِ آخرالزماں صلعم کی جدائی میں زندگی سے بیزار تھے انہوں نے ان لوگوں کو آبادی کے باہر ٹھہرایا۔ اور خط پڑھ کے کہا "میں اپنے عزیز بھائی استفانوس کی خوشی پوری کرنے کو تیار ہوں۔ اور پہلا خط تو آپکو

کل ہی لکھ دوں گا۔ دو چار روز دم لینے کے بعد ایک قاصد کو روانہ کر دیجئے پھر اس کے بعد برابر پندرھویں روز آپ کو ایک خط دیتا رہوں گا"

حضرت سلمان کا بائیسواں خط

نحل کو مدینہ طیبہ کے باہر ٹھہرانے کے تیسرے روز حضرت سلمانؓ نے اُسکو جو خط لا کے دیا وہ حسب ذیل تھا:۔

از جانب خادم دین و ایمان سلمان۔ بخدمت عاشقِ رسولِ اکرم استفانوس علیکم السلام۔ بعد حمد الٰہی و نعت رسالت پناہی عرض ہے کہ آپ کی پریشانی بجا ہے یہ صدمہ ہی اتنا بڑا ہے کہ انسان اگر توحید کا سچا دلدادہ ہو تو اُسکا زندہ رہنا بھی تعجب ہے۔ میں آپ کی خواہش کے مطابق ہر پندرہویں روز ایک تحریر بھیجدیا کروں گا۔ اور یہ پہلی تحریر نحل کے یہاں پہونچنے کے تیسرے ہی روز ان کے حوالے کرتا ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ حضور سرورِ عالم کے زمانہ مرض ہی میں بغاوت کے آثار شروع ہو گئے تھے اور جیسا میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ اسود عنسی مسیلمہ کذّاب اور طلیحہ نے پیغمبری کا دعوےٰ کرکے اور طرح طرح کے فریب کرکے ملک عرب میں ایک آگ سی لگا دی تھی۔ اس کے بعد جب آپ کی وفات کی خبر مشہور ہوئی تو ہر طرف ایک قیامت سی اُٹھ کھڑی ہوئی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ مدینے کی چہار دیواری کے باہر جتنے ہیں وہ سب مرتد ہیں۔

ایک مکّے والے تو البتہ اپنے دین و عقائد پر قائم اور احکام دین کے

آگے سر جھکائے رہے۔ مگر اور کوئی شہر نہ تھا جس میں فتنہ و فساد نہ پیدا ہو گیا ہو۔ مکہ میں جب پہلے پہل یہ ہولناک خبر پہونچی تو عتاب بن اُسید بن ابی العاص نے جو حضرت رسول خدا صلعم کی جانب سے وہاں کے عامل و حاکم تھے اس کو چھپایا اور دبایا۔ مگر بھلا یہ چھپنے والی بات تھی؟ دو ہی تین روز میں ہر طرف غلغلہ پڑ گیا اور لوگوں میں برہمی و اشتعال کے آثار نظر آئے تو خدا جزائے خیر دے سہیل بن عمرو نام ایک بزرگ کو جو باب کعبہ کے آگے جا کے کھڑے ہو گئے اور سب لوگوں کو پکار کے بلایا۔ جب سب جمع ہو گئے تو انہوں نے عجب فصاحت و بلاغت کے ساتھ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد وفات سرور عالم کا واقعۂ جانگزا ظاہر کیا اور کہا: اے اہل مکّہ! ایسا نہ کرو کہ تم سب کے بعد ایمان لانے والے اور سب سے پہلے مرتد ہو جانے والے قرار پاؤ۔ یاد رکھو کہ یہ دین خدا کی قسم پورے درجہ کمال کو پہونچے گا۔ جیسا کہ خود حضور رسالت نے خبر دی ہے۔ میں نے حضرت سرور عالم کو آغاز زمانہ تبلیغ دین میں اپنی انہیں آنکھوں سے اسی مقام پر تنہا کھڑے ہو کے یہ فرماتے سُنا تھا کہ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ سارے اہل عرب تمہارے دین پر ہو جائیں گے۔ اور اہل عجم تم کو جزیہ دیں گے۔ خدا کی قسم تم اپنے ہاتھوں سے کسریٰ و قیصر کے خزانے خدا کی راہ میں صرف کرو گے"! اسوقت آپ کے یہ الفاظ سُن کر کسی نے مضحکہ اڑایا اور کوئی ایمان لایا۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا تم نے دیکھ لیا اور جو کچھ باقی ہے وہ بھی بخدا دیکھ لوگے"۔ اس تقریر نے معجز نما اثر دکھایا اور تمام لوگ جو سرکشی پر آمادہ تھے بغاوت و ارتداد سے رک گئے اور وہاں کسی قسم کی شورش نہ پیدا ہو سکی۔

اسود عنسی جس نے سارے یمن میں بے دینی کی آگ لگا دی تھی حضور سرور عالم کی زندگی ہی میں آپ کی وفات کے سانحے سے ایک دن پہلے مارا گیا اور آپ کو بذریعہ الہام اس کے قتل کی خبر بھی معلوم ہو گئی جس کو ظاہر فرما کے آپ نے تمام مسلمانوں کو خوش کر دیا۔ اسود کے دعوئے نبوت کی تفصیل یہ ہے کہ حضور سرور عالم نے سارے یمن کا والی فارسی نو مسلم باذان کو مقرر فرمایا تھا۔ اس کے مرنے پر اس ملک کو آپ نے مختلف والیوں میں تقسیم فرما دیا عمر بن خزم کو نجران میں خالد بن سعید بن عاص کو اس علاقے میں جو نجران و زبید کے درمیان واقع ہے۔ عامر بن شہر کو ہمدان میں طاہر بن ابی ہالہ کو بنی عک اور اشعریوں میں۔ ابو موسیٰ اشعری کو مارب میں زیاد بن لبید انصاری کو حضر اموت میں عکاشہ بن ثور کو سکسکیوں اور سکونیوں میں والی دربارِ نبوت بنا کے بھیجا اور باذان مرحوم کے بیٹے شہر کو صنعا کا حاکم مقرر فرمایا۔ اس ملک کی ساری فوج کی سرداری لیلیٰ بن امیہ کو دی اور معاذ بن جبل کو اس خدمت پر مامور فرمایا کہ دین کی تعلیم دیں اور تمام مذکورہ علاقوں میں گشت لگاتے رہیں۔ غرض بارگاہ نبوی سے اس سرزمین کا یہ انتظام ہوا تھا۔

آپ حجۃ الوداع سے واپس آ کر مرض موت سے پہلے بھی دو چار روز کے لئے بیمار ہو گئے تھے آپ کی اس بیماری کی خبر سنتے ہی یمن کا ایک شخص جس کا نام اسود تھا پیغمبر بن گیا۔ وہ طرح طرح کے شعبدے دکھاتا۔ قرآن کے نمونے کی آیتیں اور سورتیں بنا بنا کے لوگوں کو سناتا اور اپنا معتقد بناتا تھا۔ چنانچہ بنی مذحج میں سے اکثر لوگ اس کے دین میں داخل ہو گئے۔ قوت حاصل کرتے ہی اس نے

نجران پر حملہ کیا۔ عمر بن خزم اور خالد بن سعید کو ان کے علاقوں سے نکال باہر کیا پھر اس کے سپہ سالار قیس بن عبد یغوث نے فروہ پر جو بنی مراد پر حاکم تھے حملہ کر کے انہیں بھگا دیا۔ اب اسود صنعار کی طرف چلا شہر بن باذان نے مقابلہ کیا اور شہید ہوا۔ اسود نے اُس کی بیوی آزاد کو زبردستی نکاح کر کے اپنی جورو بنا لیا۔ یہ حالت دیکھکر معاذ بھی بھاگے اور مآرب میں جا کے ابو موسیٰ کے پاس پناہ لی۔ بنی مدلج میں سے جو لوگ مسلمان رہ گئے تھے وہ فروہ کی فوج میں جا ملے۔ اور سارا ملک یمن اسود کا ہو گیا۔ وہ سڑک جو صنعار سے طائف کو گئی ہے اور نیز وہ راستہ جو احسار اور عدن کے درمیان میں چلتا رہتا ہے دونوں اسود کے قبضے میں تھے۔ تمام مسلمان امرائے یمن طاہر بن ابی ہالہ کے پاس جا کے جبال عک اور صنعا میں جمع ہوئے اور عمر و اور خالد مدینے میں واپس چلے آئے۔ اسوقت اسود کی قوت ایسے زور و شور سے بڑھ رہی تھی کہ معلوم ہوتا ایک آگ لگی ہے جو آناً فاناً چاروں طرف بڑھتی اور پھیلتی چلی جاتی ہے۔ بنی مذحج میں اس کا نائب عمرو بن معدیکرب تھا جو ایک بڑا نامور شہسوار تھا۔

اب حضرموت کے مسلمانوں کو بھی اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو اسود کا کوئی لشکر اِدھر آ پہنچے یا اسود کو دیکھکر کوئی باغی یا مدعی نبوت یہاں بھی اٹھ کھڑا نہ ہو۔ اس اثنا میں حضرت سرور عالم کے خطوط تمام والیان یمن کے پاس پہنچے۔ جن میں حکم تھا۔ کہ اسود سے مقابلہ کریں اور جس تدبیر سے ہو سکے اس کے فتنے کو دور کریں۔ اتفاقاً آزاد کے عجمی الاصل اعزہ فیروز وغیرہ جو اسود کے رفیق بنے ہوئے تھے۔ اس کے خلاف ہو گئے اور قیس میں اور ان میں دوستی ہو گئی۔ اور

انہوں نے مسلمان سرداروں سے تعلقات پیدا کئے۔ چنانچہ عامر بن شہیر ذی ذود، ذی مران، ذی الکلاع۔ اور ذی ظسم نے خطوط بھیجکر ان لوگوں سے مدد دینے کا وعدہ کیا جس کے جواب میں ان لوگوں نے لکھ بھیجا کہ آپ لوگ خاموش رہیں اور ابھی آپ کوئی کارروائی نہ کریں۔ اب شہر مرحوم کے بیوہ آزاد کے مشورے سے اس کے بھائی فیروز مے ہمدانی اور حمیری سرداروں کو خبر کی کہ فلاں شب کو اسود کے قصر کے پاس موجود رہیں اور خود اپنے ایک ایرانی رفیق کو ہمراہ لیکر ایک مکان میں گیا جو اسود کے قصر سے ملا ہوا تھا اور خالی پڑا رہتا تھا۔ اس میں سے سیند دیکر قصر کے اندر داخل ہوا۔ وہاں اپنے ساتھی کو چراغ کے پاس چھوڑکر آگے بڑھا تو اسود کے خراٹوں کی آواز کان میں آئی۔ خوابگاہ کے دروازے پر دیکھا کہ آزاد، بیٹھی انتظار کر رہی ہے اس کے اشارے سے خوابگاہ کے اندر گیا مگر اسود کے پاس پہنچکر کیا دیکھتا ہے کہ وہ سوتے سوتے اٹھ بیٹھا اور پکار کے اس سے کہا "فیروز تجھے مجھ سے کیا کام ہے؟" فیروز نے سہم کر چاہا کہ بھاگے مگر دلمیں سوچا کہ اسوقت کا بھاگنا جان سے مارا جانا ہے اور پھر میرے ساتھ میری بہن آزاد کی بھی جان جائے گی جی کڑا کر کے بڑھا۔ لپک کر ایک ہاتھ سے اسود کا سر پکڑ لیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اس کے حلقوم میں چھری بھونک دی۔ ساتھ ہی اس کی پیٹھ پر گھٹنا رکھ کے اس طرح دبا کر بیٹھ گیا کہ وہ تڑپ نہ سکا۔ اسود کے نرخرے سے بیل کی سی آواز نکل رہی تھی۔ پہرے والوں نے پوچھا یہ آواز کیسی آتی ہے؟" آزاد نے برجستہ جواب دیا "مطمئن رہو۔ پیغمبر صاحب پر وحی نازل ہو رہی ہے؟ انہوں نے مطمین ہو کر کہا۔ الحمدللہ"۔ اب فجر کا وقت ہو گیا۔ فیروز نے نعرہ لگایا۔ "اشہد ان محمداً رسول اللہ"

وَاَنَّ عَیْھَلَۃَ (اسود) کَذَّابٌ" یعنی میں اقرار کرتا ہوں کہ محمدؐ (صلعم) اللہ کے پیغمبر ہیں اور عیہلہ یعنی اسود نہایت جھوٹا ہے۔ ساتھ ہی ان لوگوں نے اسود کا سر کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ فیروز کے مددگار آپہنچے اور لڑائی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ جس میں کچھ مسلمان اسود والوں نے پکڑ لئے اور کچھ اسود والوں کو مسلمانوں نے اسیر کر لیا اور انجام میں یہ طے ہوا کہ دونوں فریق قیدیوں کو چھوڑ دیں اور اسود والے چلے جائیں۔ چنانچہ ملک یمن پھر زیرِ علم اسلام ہو گیا۔ اصحابِ رسول اللہ جو محاصل وصول کرنے کی خدمات پر مامور تھے اپنے اپنے علاقوں میں واپس آئے اور اسود کے پیروں نے یہ کیا کہ قطاع الطریقی کرنے لگے۔ اور صنعاء اور نجران کے درمیان ان کی وجہ سے ایک ہنگامہ مچا رہتا۔

اسود کا ہنگامہ تین چار مہینے رہا۔ مگر اصل میں یہ واقعہ عہدِ ہمایوں حضرت رسولِ اکرم ہی کا ہے۔ ابو بکر صدیقؓ نے عنانِ حکمرانی ہاتھ میں لینے کے بعد جو پہلا کام کیا یہ تھا کہ اسامہ کو ان کی مقررہ مہم پر روانہ کر دیا۔ اس زمانے میں چونکہ ہر طرف سے ارتداد و بغاوت کی خبریں آ رہی تھیں۔ اس لئے لوگوں نے کہا کہ اس مہم کی روانگی ابھی ملتوی رکھی جائے مگر ابو بکرؓ نے نہ مانا اور فرمایا جس لشکر کو رسول خدا صلعم نے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ اس کو میں نہیں روک سکتا۔" اور تاکید فرمائی کہ جتنے لوگ آنحضرت نے اس مہم کے لئے نامزد فرمائے تھے سب اسامہ کے ساتھ جائیں۔

لوگ جرف میں جمع ہو گئے۔ مگر چلتے وقت اُسامہ نے عمر فاروق کو جو ان کے ساتھ جانے والے تھے۔ ابو بکر کے پاس بھیجکر یہ کہلایا کہ "یہ سارے بہادران اسلام تو میرے ساتھ جاتے ہیں۔ دشمنوں نے مدینے پر نرغہ کیا تو خلیفہ رسول اللہ اور

حرم رسول اللہ کی حفاظت وحمایت کون کرے گا؟" جب حضرت عمرؓ یہ پیام لے کے جانے لگے تو چند معززین انصار نے جو اس لشکر میں تھے اُن سے کہا

ہماری طرف سے ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں یہ بھی عرض کر دیجئے گا کہ اسامہ بہت کمسن ہیں کسی سن رسیدہ شخص کو ہم پر سردار مقرر فرمایئے"۔ جناب عمرؓ نے جا کر ابو بکرؓ کو اسامہ کا پیام دیا تو انہوں نے کہا" یہ ممکن نہیں۔ مدینے میں اگر اکیلا میں ہی رہ جاؤں اور مجھے بھیڑیئے پھاڑ کھائیں تو بھی حکم رسالت کی تعمیل ضرور ہو گی۔ پھر عمر نے انصار کا پیام سنایا تو ابو بکر صدیقؓ کے طیش کی کوئی انتہا نہ تھی۔ منہ میں کف آ گیا۔ ہاتھ بڑھا کے عمر فاروقؓ کی ڈاڑھی لی اور فرمایا:- جسے رسول اللہ صلعم نے سردار مقرر فرمایا ہو اسکو کہتا ہے کہ میں معزول کر دوں؟"

اس کے بعد ابو بکر صدیقؓ۔ عمر فاروقؓ کے ساتھ خود مقام جرف میں چلے آئے تاکہ اس لشکر کو اپنے سامنے روانہ کریں۔ اسامہ گھوڑے پر سوار تھے اور لشکر کوچ کرنے کو تھا۔ ابو بکر صدیقؓ کو پیدل دیکھکر اسامہ نے کہا" اے خلیفہ رسول اللہ یا آپ بھی گھوڑے پر سوار ہوں اور یا مجھے اترنے کی اجازت دیں"۔ فرمایا" اس کی ضرورت نہیں۔ نہ میں سوار ہوں گا۔ اور نہ تم کو اُترنے دوں گا۔ ایک گھڑی بھر کے لئے خدا کی راہ میں میرے پاؤں گرد آلود ہو جائیں گے۔ تو کیا بگڑ جائے گا۔ غازی کے لئے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ سات سو درجے اُس کی ترقی ہوتی ہے اور اُس کے سات سو گناہ معاف ہو جاتے ہیں"۔

اس کے بعد آپ نے ایک فصیح تقریر میں ان مجاہدین کو یہ نصیحتیں اور ہدایتیں فرمائیں" خیانت و بدعہدی نہ کرنا۔ دلوں میں کینہ و بغض نہ رکھنا مقتولین کے اعضاد

جوارح اور ناک دکان نہ کاٹنا۔ بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ درختوں کو نہ اکھاڑنا نہ جلانا۔ میوہ دار درختوں کو نہ کاٹنا۔ رعایا کے مویشی اور اونٹ نہ ذبح کرنا۔ راستے میں تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو خانقاہوں میں بیٹھ رہے ہیں اُن سے تعرض نہ کرنا۔

کرنا اور اُن کے اطمینان میں خلل نہ ڈالنا ایسے لوگوں سے بھی سابقہ پڑے گا۔ جو درمیاں میں چندیا منڈاتے اور گرد کے بال بڑھاتے ہیں (غالباً روم کے فوجی لوگوں اور سرداروں کی وضع تھی) ان کو اپنی تلواروں کا ہدف بنانا بس میں کہہ چکا۔ اب تم خدا کا نام لے کے روانہ ہو۔"

جب رخصت کر کے پلٹنے لگے تو اسامہ سے کہا۔ "تمہارے نزدیک مضائقہ نہ ہو تو میری اتنی مدد کرو کہ عمر فاروقؓ کو میرے پاس چھوڑتے جاؤ۔" اُسامہ نے خلیفہ رسول کی یہ درخواست خوشی سی منظور کی اور آپ عمرؓ کو اپنے ساتھ لیکر مدینے میں واپس آئے۔

(خادمِ رسول آخر زمان۔ سلمان)

نبی طے کا نامہ بر اس خط کو لے کر چند روز میں استفانوس اور سفانہ کے پاس پہنچا اور یہ خط ان کے حوالے کر کے وہیں ٹھہر گیا۔ خط پڑھنے کے بعد اگرچہ اسود کا انجام سنکر سب کو خوشی ہوئی مگر مرتدوں کی یورش و شورش نے سب کو متردد کر دیا۔ استفانوس نے تھوڑی دیر تامل کر کے سفانہ سے کہا۔ مگر دیکھئے صدق نیت اور خلوص ایمانی اسے کہتے ہیں۔ حالت نازک ہے۔ مدینہ اور حرمِ رسول تک خطرناک حالت میں ہیں۔ لوگ سمجھاتے اور رد کرتے ہیں مگر یہ مجال نہیں کہ حضورؐ رسولِ اکرمؐ کے حکم کی تعمیل نہ ہو اور خدا نے چاہا تو یہی چیز جس کو لوگ ہر طرح سے

خلاف مصلحت تصور کرتے ہیں اسلام کے حق میں فائدہ بخش ثابت ہوگی کیونکہ اگلی پیشین گوئیوں کے مطابق یہ دین مٹ نہیں سکتا. لہٰذا جو کارروائی کیجائے گی مفید ہی ثابت ہوگی۔

اب یہ لوگ جناب سلمان کے وعدے کے مطابق ان کے تئیسویں خط کے منتظر تھے اور بے صبری کے ساتھ روز دن گنا کرتے تھے. اس لئے کہ اسلام کے سیاسی افق پر خوفناک گھٹائیں چھائی نظر آرہی تھیں. خدا خدا کرکے پندرہ دن گزر گئے اور انتظار کی تکلیف اور بڑھ گئی۔ یہ طلائی قاصد دو روز بعد یعنی بائیسویں خط کے پہنچنے کے سترھویں دن پہنچا مگر اس سے معلوم ہوا کہ جناب سلمان نے اسے پندرہویں ہی دن خط دیدیا تھا مگر اس سے طے منازل میں دو دن کی دیر ہوگئی. استفانوس نے اس خط کو پڑھا تو حسب ذیل تھا۔

جنابِ سلمانؔ کا تیئسواں خط

ازجانب خاکپائے رسول رحمٰن سلمان۔ بخدمت شیدائے توحید استفانوس۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے پہلے خط میں اسود عنسی کے قتل ہونے اور جیش اسامہ کی روانگی کا حال لکھا ہے مگر آپ یہ اُمید نہ رکھیں کہ یہ لشکر بصریٰ تک پہنچ کے حضور سرورِ عالم کے وعدے ـــــ کو پورا کرے گا اور بصریٰ و فلسطین زیر سایۂ توحید ہوجائیں گے درمیان کا سارا ملک بر سر شورش ہے اور ہر طرف ارتداد و بغاوت کا زور و شور ہے۔

اسامہ کے روانہ ہوتے ہی نظر آیا کہ سارے عرب مرتد و باغی ہیں۔ ملک

یں ہر طرف شعلے سے بھڑک اُٹھے اور ہر قبیلے کے لوگ مرتد ہو گئے بعض قبائل یں تو سب کے سب مرتد ہیں اور بعض یں اختلاف پڑ گیا ہے. کچھ لوگ دین پر قائم ہیں اور اکثر مرتد ہیں بجز قریش اور بنی ثقیف کے کوئی قبیلہ نہیں جو اس بلا سے بچا ہو۔

مگر سب سے زیادہ معاملہ مسیلمہ کذاب اور طلیحہ کا ہے. ان دونوں کو دعوے ہے کہ ہم کو خدا نے پیغمبر بنا کے اپنی قوم میں بھیجا ہے اور سفانہ کو یہ سنکر بڑی تکلیف ہوگی کہ بجز خاص خاص لوگوں کے سارے بنی طے بھی طلیحہ کے سپرد ہو گئے ہیں اور بنی اسد بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اس پر یہ قیامت ہوئی کہ عینیہ بن حصین نے جو بنی غطفان کا سردار ہے یہ کہنا شروع کیا کہ" قریش کے پیغمبر سے ہمیں اپنے حلیف قبیلوں بنی طے اور بنی اسد کا پیغمبر زیادہ محبوب ہے خصوصاً اس لئے کہ پیغمبر قریش محمدؐ مر گئے۔ اور طلیحہ جیتا جاگتا موجود ہے" اس کے بہکانے سے غطفانی بھی مرتد ہو گئے۔ انجام یہ ہوا کہ حضور سرور عالم نے یمامہ اور بنی اسد وغیرہ یں جن لوگوں کو عامل مقرر فرما کے بھیجا تھا واپس آ گئے۔ آپ کے عطا کئے ہوئے فرمان ابوبکرؓ کو واپس کر دیئے اور بتایا کہ مسیلمہ و طلیحہ نے کیسی آفت مچا رکھی ہے اس کے بعد یکایک جیسے دنیا بدل گئی۔ ہر طرف سے بغاوت و ارتداد کی خبریں آنے لگیں اور جن جن لوگوں کو حضور سرور عالم نے ممالک و علاقجات عرب یں حاکم و محصل زکوٰۃ مقرر فرما کے بھیجا تھا ان سب کے پاس سے اطلاعیں آئیں کہ جزیرہ نمائے عرب کے تمام عوام و خواص مرتد ہو گئے۔ مسلمانوں یں ان کے روکنے اور دبانے کی قوت نہیں ہے اور وہ زکوٰۃ دینے اور اطاعت کرنے سے بالکل برگشتہ ہیں۔

لیکن ابوبکر صدیقؓ اس پر اڑے ہوئے ہیں کہ رسول خدا صلعم جس بنا پر جہاد

فرمایا کرتے تھے۔ اسی بنا پر میں بھی جنگ و پیکار کو قائم رکھوں گا۔ یہ نہ ہوگا کہ ان لوگوں کے بگڑنے اور دباؤ ڈالنے سے میں کسی شرط کو چھوڑوں گا یا امورِ دین میں کسی قسم کی نرمی اور درگزر اختیار کروں۔ زکوٰۃ میں جو جو چیزیں وہ دیتے رہے ہیں انہیں دینا ہوں گی۔ اور نہ دینگے تو میں لڑوں گا۔ مگر حالت ایسی نازک ہے کہ سب لوگ ابوبکرؓ سے کہتے ہیں کہ زکوٰۃ معاف فرما دیجئے یا ان لوگوں کی بعض شرائط کو منظور کر لیجئے۔ مگر ان کو بھی خدا نے پیروی شرع میں ایسا استقلال عطا فرمایا ہے کہ کسی کی نہیں سنتے۔ ایک دن اکثر صحابہ رسول اللہ نے زیادہ مجبور کیا تو ایسا جوش آیا کہ تلوار لے کے اکیلے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا تم سب ساتھ چھوڑ دو۔ اکیلا میں ہی چلا جاؤں گا۔ اور جو امور خدا و رسول نے مقرر کر دیئے ہیں انمیں یہ لوگ ایک ذرہ برابر بھی تفرقہ ڈالنا چاہیں گے تو ان سے لڑوں گا۔

مگر ابھی تک فوج کشی کی نوبت نہیں آئی ہے۔ جانشینِ رسالت قاصد بھیج بھیج کے اور خط لکھ لکھ کے لوگوں کو سمجھاتے اور احکامِ دین کی دعوت کر رہے ہیں۔ اتنا غنیمت ہے کہ حضرت رسولِ انام علیہ السلام کے مقرر فرمائے ہوئے عامل و والی عموماً دین پر قائم ہیں اور باوجود ساری قوم کے بگڑ جانے کے وہ لوگوں کو سمجھا رہے ہیں مگر ان میں سے بھی دو ایک بدنصیب کافر و مرتد ہو گئے ہیں۔ چنانچہ بنی سعد خزیم میں حضور سرورِ عالم کا عامل معاویہ والبی تھا۔ وہ شامت زدہ اپنے قبیلے والوں کے ساتھ خود بھی گمراہ ہو گیا ہے اور سب لوگوں کو علانیہ بہکا بہکا کر دین اسلام کی مخالفت و بغاوت و ارتداد پر آمادہ کر رہا ہے۔ سب سے بڑا فتنہ جس نے مدینے والوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ طلیحہ کی شورش ہے یہ خویلد

نام ایک المدہی شخص کا بیٹا ہے اور آنحضرت کی زندگی ہی میں نبی بن گیا تھا۔ مگر جب حضور سرورِ عالم نے بنی اسد میں ضرار بن ازور کو بھیجا تو اس کا زور ٹوٹ گیا۔ ضرار نے پکڑ بلایا اور اس کو تلوار ماری۔ تلوار اوچھی پڑی اور اس نے بھاگ کر مشہور کیا کہ مجھ پر تلوار اثر ہی نہیں کر سکتی اس کا پھر کچھ اثر پڑنے لگا تھا کہ حضور رسول خدا صلعم نے سفرِ آخرت فرمایا اور یہ اچھا خاصہ نبی بن گیا۔

اب یہ لوگوں سے کہتا ہے کہ مجھ پر جبرائیل آتے ہیں۔ مقفی عبارتیں بنا کے پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وحی الہیٰ ہے۔ دین میں اتنی ترمیم کی ہے کہ نمازیں سجدے نہ کرو۔ تمہارے چہرا اُٹھوانے اور تمہارے ماتھوں پر مٹی لگنے سے خدا کو کچھ مل نہ جائے گا۔ قومی عصبیت کے باعث بہت سے لوگ اس کے طرفدار ہو گئے جن میں زیادہ تر بنی اسد بنی غطفان بنی فزارہ اور بنی طے ہیں۔ فزارہ و غطفان تو طیبہ کے جنوب کی طرف بڑھ گئے ہیں۔ بنی طے اپنے ہی حدود پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بنی اسد سمیرا میں پہنچے اور بنی عبس بنی ثعلبہ بنی سعد اور بنی مرہ علاقہ زبذہ کے مقام ابرق میں فروکش ہوئے ہیں۔ بہت سے بنی کنانہ بھی ان میں جا ملے اور جب ان کی تعداد بڑھی تو چونکہ ابرق میں گنجائش نہ تھی دو گروہ ہو گئے ایک ابرق میں ٹھہرا دوسرا مقام ذی القصہ میں پہنچا جو مدینے کے قریب ہے طلیحہ نے اپنے بھائی حیال کو ان پر سردار مقرر کیا۔ اور یہ لوگ مدینے پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور انکے علم کے نیچے بنی دُئل بنی لیث اور بنی مدلج کے بھی بہت سے لوگ آ گئے تھے۔

ان لوگوں نے ابو بکر صدیق کے پاس پیام بھیجا کہ ہم نماز تو پڑھیں گے۔ مگر زکوٰۃ نہ دیں گے۔ ابو بکر صدیق نے کہلا بھیجا زکوٰۃ کا چھوڑنا تو درکنار جناب

رسول اللہ صلعم کے عہد میں اگر تم کوئی تسمہ بھی دیتے تھے اور آج نہ دو گے تو میں اس کے لئے جہاد کروں گا۔ ان قاصدوں نے جا کر اپنے لوگوں سے کہا کہ مدینے میں تھوڑے ہی لوگ ہیں۔ ابھی اگر حملہ کیا گیا تو آسانی سے قبضہ ہو جائیگا۔ ابو بکرؓ کے دل میں بھی خدا نے اس کا اندیشہ ڈال دیا۔ فوراً فوجی انتظام شروع کر دیا۔ انصار کا ایک لشکر مرتب کر کے اُس پر علیؓ مرتضیٰ۔ طلحہ۔ زبیر اور عبد اللہ بن مسعود کو افسر مقرر کیا اور انہیں شہر کی حفاظت پر مامور کیا۔ پھر تمام اہلِ مدینہ کو حکم دیا کہ مسجد نبوی میں حاضر رہا کریں تاکہ ضرورت پیش آئے تو ڈھونڈنا نہ پڑے۔

اس انتظام کو تین ہی دن ہوئے تھے کہ دشمن ایک رات کو آ ہی پہنچے اور ایک گروہ مقام ذی حسی میں ٹھہرا رہا کہ ان لوگوں کے بعد وہ آ پڑے۔ مدینے کی حفاظت پر جو فوج مامور تھی اُس نے ان کو باہر ہی روکا۔ ابو بکر صدیقؓ کو خبر ہوئی تو اہلِ مسجد کو ساتھ لے کر وہ بھی دوڑ گئے اور ایسا دلیرانہ حملہ کیا کہ دشمن شکست کھا کے بھاگے۔ ابو بکرؓ ان کو رگیدتے اور ہٹاتے ہوئے ذی حسی تک جا پہنچے۔ وہاں کے ٹیلوں پر جو دشمن جمع تھے انہوں نے یہ عجیب حرکت کی کہ دہی جمانے کے مشکیزے پھونک کر اور رسیوں میں باندھ کر اوپر سے لڑھکا دیئے جن سے ڈر کے اہلِ مدینے کے اونٹ ایسے بھڑکے کہ بے تحاشا پلٹ کر بھاگے اور مع سواروں کے مدینہ میں پہنچکر دم لیا۔ اس وقت موقعہ پا کر ذی القصہ کے گروہ والے بھی ان مرتدوں سے آملے۔

ابو بکر صدیقؓ رات بھر فوج کی ترتیب اور لڑائی کا بندوبست کرتے رہے صبح ہوتے ہی حملہ کر دیا۔ طلوعِ آفتاب سے پہلے ہی مسلمان اس ٹیلے پر پہونچ گئے جس پر دشمنوں کا جماؤ تھا۔ قبل اس کے کہ انہیں خبر ہو ان پر مسلمانوں کی تلواریں پڑنے

لگیں۔ اور صحابۂ رسولِ اکرم نے اس کام کو ایسی خوبی اور ایسی بہادری سے انجام دیا کہ سورج پورا نکلنے نہیں پایا تھا کہ مرتد بھاگے۔ ابو بکرؓ نے تعاقب کیا اور ذی القصہ تک ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ ذی القصہ میں پہنچکر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالدیا اور بعد وفات سرورِ عالم مسلمانوں کی یہ پہلی فتح تھی۔ اس کے بعد ابو بکرؓ نے نعمان بن مقرن کو چند مسلمانوں پر سردار مقرر فرما کے وہیں چھوڑا اور خود مدینے میں واپس آئے۔ مشرکین نے بنی عبس اور بنی ذبیان کو ان مسلمانوں کی مخالفت میں اُبھادیا جنہوں نے نرغہ کر کے ان سب کو شہید کر ڈالا۔ یہ خبر ابو بکر صدیق کو پہنچی انہیں بڑا صدمہ ہوا۔ اور قسم کھا گئے کہ ان لوگوں نے جتنے مسلمان شہید کئے ہیں اتنے ہی بلکہ ان سے زیادہ ان کے آدمی جب تک قتل نہ کر لوں گا چین نہ لوں گا۔

اس فتح سے مسلمانوں کا اثر بفضلہ تعالیٰ بڑھ گیا ہے اور جابجا سے صدقات کی رقمیں مدینے میں آنے لگیں، ادھر اُسامہ کے پاس سے خبر آئی ہے کہ انہوں نے مرتدین بنی قضاعۂ شام کو لوٹا مارا۔ اور راستے کے دیگر قبائل کی اصلاح کرتے ہوئے واپس آرہے ہیں۔ ان کے آنے کے بعد پھر زیادہ اطمینان ہو جائے گا۔ اس لئے کہ مدینے کے بہترین سپاہی ان کے ساتھ ہیں۔

دو چار روز ہوئے عمرو بن عاص عمان سے واپس آئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ وہاں بھی اور وہاں سے یہاں تک سارے راستے میں بغاوت و ارتداد کا زور ہے۔ حضور سرورِ عالم نے حجۃ الوداع سے واپس آتے وقت ان کو فرمانروائے عمان جیفر کے پاس بھیجا تھا۔ وہیں تھے کہ حضور رسالت نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ یہ خبر سن کر وہ بحرین میں گئے اور سُنا کہ وہاں کا حاکم

منذرین ساوی مر گیا ہے۔ وہاں سے بھی کوچ کیا اور بنی عامر میں پہنچے اُن کا سردار قرہ بن ہبیرہ نہایت اخلاق سے ملا۔ دعوت اور بڑی خاطر داشت کی مگر جب وہ رخصت ہونے لگے تو الگ لے جاکے کہا "عمرو سُن لو کہ اہلِ عرب میں سے کوئی شخص بھی تم کو کچھ دینے پر راضی نہ ہوگا۔ اس لئے اگر رقم مقررہ زکوٰۃ کے ادا کرنے سے ہمیں معاف کر دو تو سب تمہاری سنیں گے ورنہ یاد رکھو کہ کوئی تمہارا ساتھ نہ دے گا" یہ سُن کر وہ چوکنا ہوئے۔ اور کہا "قرہ کیا تو کافر ہوگیا اور ہمیں عرب کا خوف دلاتا ہے۔ سُن رکھ کہ ہمارے گھوڑے اس طرح پامال کر دیں گے کہ تمہارا ایک گھر بھی باقی نہ رہے گا" اس کے بعد وہ وہاں سے واپس چلے آئے اور دیکھا کہ راستوں میں ہر جگہ علانیہ بغاوت شروع ہوگئی ہے اور مقام دبا سے لیکر مدینے تک دشمن پھیلے ہوئے ہیں۔

اس خبر نے اہلِ مدینہ کو اور پریشان کر دیا۔ عمر فاروقؓ حالات سفر دریافت کرنے کے لئے عمرو بن عاص کے پاس آتے تھے راستے میں دیکھا کہ جناب علیؓ مرتضیٰ۔ عثمان بن عفان طلحہ۔ زبیر۔ عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ مگر عمرؓ فاروق کو پاس سے گزرتے دیکھکر سب نے زبان روک لی عمر نے پوچھا "کیا باتیں ہو رہی تھیں؟" مگر سب حضرات اب بھی خاموش رہے۔ جناب فاروق نے کہا "شائد اس کا تذکرہ ہوگا کہ فی الحال اہلِ عرب سے قریش کے لئے کیا خطرہ پیدا ہوگیا ہے؟ سب نے کہا۔ جی ہاں یہی تذکرہ ہو رہا تھا" حضرت عمر نے کہا ان سے نہ ڈرو۔ میں تو بخدا تم کو عرب کے حق میں اس سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں جتنے کہ اہلِ عرب قریش کے حق میں خطرناک ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کے

معاملے میں خدا سے ڈرو" یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور عمرو بن عاص سے جو حالات دریافت کرنا تھے دریافت کئے۔

اب اہل یمن کے ارتداد کا حال بھی سن لیجئے۔ یہ تو آپ کو میں بتا چکا ہوں کہ اسود عنسی کے مارے جانے کے بعد اس کے گروہ والے شہر صنعاء اور نجران کے درمیان لوٹ مار اور ڈکیتی کرنے لگے تھے اور گو کہ سارا یمن پھر اسلام کے قبضے میں ہو گیا تھا۔ مگر اسود کے فتنے کی جڑ ابھی تک باقی تھی گو وہ خود واصل بہ جہنم ہو گیا تھا۔ آنحضرت کی وفات کی خبر پہونچی تو اس گروہ کا زور یک بیک بڑھا اور سارا یمن مرتد ہو گیا۔ وہاں کے والی عتاب بن اسد نے یہ حال بارگاہِ خلافت میں لکھا۔ اور ساتھ ہی بتایا کہ میں نے اپنے بھائی خالد کو تہامہ کی طرف بھیجا ہے جہاں بنی مدلج بنی خزعہ اور بنی کنانہ کا ایک گروہ خباب بن سلمی کی سرداری میں جمع ہے۔

اِدھر طائف سے وہاں کے والی عثمان بن ابی عاص نے ایک لشکر بہ سرداری عثمان ابی ربیعہ شنوہ میں بھیجا ہے جہاں بنی ازد بنی بجیلہ اور بنی خشعم کے مرتدوں کا گروہ عظیم حمیضہ کی سرداری میں جمع ہے بنی عک کے مرتدوں نے تہامہ کے علاقہ میں سب سے پہلے ہنگامہ مچایا۔ اشعریوں میں کے مرتد بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اور انہوں نے مقام اعلاب میں جماؤ کیا ہے۔ ان کے مقابلے کیلئے طاہر بن ابی ہالہ روانہ ہوئے ہیں اور انکے جھنڈے کے نیچے مسلمانان بنی عک ہیں۔

ہاں یمن والوں میں سے ایک اہلِ نجران نے یہ نیکی اور دینداری کا کام کیا کہ جیسے ہی رحلت حضرت سرورِ عالم کا سانحہ ہوش ربا سُنا اپنے نائبوں کی ایک جماعت بارگاہ خلافت میں بھیجی تاکہ وہ لوگ اپنے قبیلے کی

طرف سے اطاعت و پابندیٔ دین کا اظہار کریں اور ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر اس معاہدہ کی تجدید و توثیق کریں جو حضرت خیر البشر کے ساتھ ہو چکا تھا۔ ابوبکرؓ صدیق ان لوگوں سے ملکر بہت خوش ہوئے۔ اور انہیں ایک نیا اپنا دستخطی وثیقہ عطا فرما کر رخصت کیا۔

اسی سرزمین یمن کے علاقہ بجیلہ سے ان کے سردار جریر بن عبداللہ بجلی اظہار انقیاد و اطاعت کے لئے مدینے میں آئے تھے۔ ابوبکر صدیق نے ان کو حکم دیا کہ فوراً واپس جا کر اپنی قوم کے ان لوگوں کو جو دین بر حق پر قائم ہیں جمع کر کے ان کی ایک فوج مرتب کرو۔ اس کے بعد پہلے اپنے قبیلے کے مرتدوں سے لڑو۔ پھر بنی خشعم پر جا کے ان کو سیدھا کرو۔

اسود عنسی کے قتل سے یمن میں سکون ہو گیا تھا اور تمام والیانِ دربارِ نبوت اپنے اپنے علاقوں میں آ کے تبلیغ دین کرنے لگے تھے کہ یکایک وفاتِ سرور عالم کی خبر پہنچی۔ یہ سنتے ہی قیس بن عبد یغوث جو اسود کا سپہ سالار تھا پھر اٹھ کھڑا ہوا اور اس فکر میں مشغول ہوا کہ فیروز وغیرہ ایرانی الاصل قاتلانِ اسود سے اسود کے خون کا انتقام لے۔ ابوبکر صدیق چونکہ اس سرزمین کی سیاسی حالت سے بخوبی واقف تھے اس لئے انہوں نے مسند نشین خلافت ہوتے ہی یمن کے سرداروں عمر ذی مران۔ سعید ذی زود۔ ذی الکلاع۔ حوشب ذی ظسعم اور شہر ذی نیاف کو جدا جدا لکھ بھیجا کہ تم سب لوگ دین پر استقلال سے قائم رہو۔ احکامِ الٰہی کی پابندی کرو اور عجمی النسل سردارانِ یمن کی مدد کرو۔ خصوصاً فیروز کا جو منشا ہو اس پر عمل کرو۔

ان خطوں کا حال قیس کو معلوم ہوا تو اُسے سخت ناگوار گزرا۔ اس جوش میں اُس نے ذی الکلاع وغیرہ کے پاس پیام بھیجا کہ عجمی سرداران کے خاندان کے قتل و قمع میں میری مدد کرو۔ ان لوگوں نے اس کی سماعت نہ کی۔ مگر عجمیوں کی بھی انہوں نے کچھ مدد نہ کی۔ اس پر قیس کو غصہ آیا۔ اسود کے منتشر لوگوں کو جو رہزنی کر رہے تھے اور شہروں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ بلا کے اپنے پاس جمع کیا۔ یہ کارروائی اگرچہ اُس نے مخفی طور پر کی تھی مگر اہلِ صنعا کو اس کی خبر ہو گئی۔

اِسی دوران میں قیس ایک دن اپنے معاملہ میں مشورہ کرنے کے بہانے فیروز اور اس کے عجمی دوستوں واذویہ اور جشنس سے ملا۔ اور کچھ پوچھکر مزید غور کے لئے ان کو اپنے گھر پر دعوت میں بلایا اور اپنے وہاں ایسا بندوبست کیا کہ یہ لوگ جیسے ہی آئیں اسود کے خون کے انتقام میں ان کو قتل کر ڈالے"۔ بدقسمتی سے واذویہ سب سے پہلے پہنچا اور پہنچتے ہی مار ڈالا گیا۔ فیروز اس کے مکان تک پہنچ گیا تھا کہ کسی عورت نے دوسری سے کہا "یہ شخص بھی وہاں جاکے واذویہ کی طرح مار ڈالا جائے گا"! یہ سنتے ہی فیروز پلٹ پڑا اور رستے میں جشنس ملا تو اس کو بھی یہ حال بتا کے لوٹا لے گیا۔ اب قیس کو جو معلوم ہوا کہ بھانڈا پھوٹ گیا تو آدمی دوڑائے کہ یہ دونوں سردار جہاں جائیں وہاں سے پکڑ لائے جائیں۔ فیروز اور جشنس جان بچا کے بھاگے تو بنی خولان کے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ وہاں فیروز کے بعض رفقا بھی اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس نے انہیں پہاڑوں سے حضرت صدیقِ اکبر کو اِن سب واقعات کی اطلاع دی۔

اُدھر قیس نے پوری قوت کے ساتھ بڑھ کے صنعا پر قبضہ کر لیا اور

وہاں چونکہ عجمی سرداران کے تمام اہل وعیال موجود تھے۔ لہٰذا اُن سب کو گرفتار کر لیا۔ ان میں سے جن لوگوں نے اس کا ساتھ دیا ان کو اور اُن کے اہلِ وعیال کو تو اپنی حالت پر رہنے دیا باقی سب کے دو گروہ کئے۔ ایک گروہ کو عدن روانہ کیا کہ وہاں جہازوں پر سوار کرا کے ارضِ عرب سے نکال دیئے جائیں اور ایک گروہ کو صحرائے عرب میں ہنکا دیا اور کہا کہ یہاں سے نکلو اور اپنے ملک اور اپنی سرزمین کا راستہ لو۔ اور ان دونوں گروہوں کے ساتھ اپنے سواروں کا زبردست رسالہ بھیجا کہ ان کو ملک سے نکال آئیں۔

یہ حالات فیروز نے سُنے تو بنی عقیل اور بنی عک سے مدد مانگی۔ ان دونوں قبیلوں کے اُن لوگوں نے جو حامی دین تھے مدد کی۔ چنانچہ ایک گروہ کو بنی عقیل اور دوسرے گروہ کو بنی عک قیس کے سواروں کا قتل و قمع کر کے چھڑا لانے اور اور زبردست لشکر کی وضع سے فیروز کے ساتھ ہو گئے وہ اس لشکر اور تیز اپنے ہمراہیوں کو لے کے بڑھا۔ صنعا کے قریب اس کا اور قیس کا سامنا ہوا اور بڑی سخت خونریزی کے بعد قیس شکست کھا کے بھاگا۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی بیان کے قابل ہے کہ فروہ بن مسیک یمن سے حضور سرورِ عالم کی خدمت میں حاضر ہو کے ایمان لائے تھے آپ نے ان کو بنی مراد میں اور ان لوگوں میں جو بنی مراد کے پاس رہتے ہوں محصل زکوٰۃ اور اپنا والی بنا کے روانہ فرمایا تھا۔ عمرو بن معدیکرب زبیدی نام ایک نامور سردارِ یمن بھی ان دنوں بنی مراد میں مقیم تھا اور سب کے ساتھ اس نے بھی دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب اسود مرتد ہوا اور بنی مذحج اسکے سپرد ہوئے تو عمرو بھی مرتد ہو کے

اس سے جا ملا۔ یہ عمرو ایک مدت تک خالد بن سعید بن عاص کے ساتھ رہا تھا۔ خالد نے جو اس کے مرتد ہونے کا حال سُنا تو اس کے پاس گئے اور اس کے سامنے تلوار کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ وہ بجائے مقابلہ کرنے کے تلوار پھینک کے پیدل بھاگا اور خالد نے اس کی مشہور تلوار صمصامہ اور اس کا گھوڑا اپنے قبضے میں کر لیا۔

اس کے بعد اسود نے عمرو کو فردہ کے مقابلے پر بھیجا۔ مگر عمرو اور فردہ میں پُرانی دوستی تھی۔ لہذا عمرو چلا تو آیا لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ چنانچہ اب تک دونوں ایک دوسرے کے مقابل پڑے ہوئے ہیں۔ اگرچہ اسود کا کام تمام ہو گیا اور اس کے رفقا منتشر ہونے کے بعد قیس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوئے اور فیروز سے شکست کھا کے پھر بھاگ گئے ہیں۔

اِدھر حضرموت میں بھی وفات سرورِ کائنات کے ساتھ ہی ہنگامۂ عظیم اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہاں آپ کے سامنے عکاشہ قبائل سکاسک و سکون میں اور خاص حضرموت اور وہاں کے بنی کندہ میں زیاد بن لبید تھے مگر اس کے بعد یہاں کی حکومت آپ نے مہاجرین ابی امیہ کو دی تھی جو حضرت اُم المومنین ام سلمہ کے بھائی ہوتے تھے غزوۂ تبوک میں اُن کے بے وجہ شریک نہ ہونے کے باعث آپ ان سے ناراض تھے۔ حضرت بی بی ام سلمہ نے ایک دن آپ کا سر دھوتے وقت حسرت کے لہجے میں کہا "مجھے کیسے چین پڑ سکتا ہے۔ جبکہ آپ میرے بھائی سے ناخوش ہیں۔" اُن کی زبان سے یہ الفاظ سُن کے آپ کے چہرے سے افسوس کے آثار نمایاں ہوئے۔ جناب ام سلمہ نے لونڈی کو اشارہ کیا کہ مہاجر کو بلا لاؤ۔ مہاجر آئے اور اپنے عذرات پیش کرنے لگے۔ آخر آپ اُن سے راضی ہوئے۔ اور اسی وقت ان کو حضرموت اور بنی کندہ میں

اپنا عامل مقرر فرمایا۔ روانگی میں دیر ہوئی اور وہاں بنی کندہ و بنی سکون کی رقابت کی وجہ سے جھگڑے پیدا ہوئے۔ اور بنیاد محض اتنی تھی کہ ایک قبیلہ دوسرے کی رقم زکوٰۃ کے لے جانے کے لئے اپنے بار برداری کے اونٹ نہ دیتا تھا۔ زیاد بن لبید منتظر تھے کہ مہاجر آئے اس کا فیصلہ کر دیں گے مگر مہاجر کو پہنچنے میں دیر ہوئی تو انہوں نے زیاد ہی کو اپنی طرف سے نائب والی مقرر کر دیا۔

اب زیاد نے رعب بٹھانے کے لئے لوگوں کو دبانا چاہا۔ بعض سرکش لوگ گرفتار بھی کر لئے گئے مگر کسی طرح جھگڑا طے نہ ہوتا تھا اور قریب تھا کہ تلوار چل جائے آخر انہوں نے خود ہی اسیروں کو چھوڑ دیا۔ مگر اُن لوگوں نے چھوٹنے کے بعد اور ہنگامہ مچایا۔ اور اب حضرت سرور عالم صلعم کی وفات کی خبر پہونچنے سے ان لوگوں کا جوش سرکشی اور بڑھ گیا۔ اُن کا ایک بڑا زبردست لشکر مرتب ہو گیا اور سب نے کہنا شروع کیا کہ اب تو ہم زکوٰۃ نہ دیں گے۔ اور یہ سب باغی لوگ اپنے حصاروں میں جا کے جمع ہوئے۔ چار سرداران حضرموت جمد۔ مشرح۔ مخوص۔ ابضعہ جو ملوک کہلاتے تھے جدا جدا حصاروں میں ٹھہرے اور ان کی بہن عمردہ بھی ان کے ہمراہ تھی۔ یہ چاروں ایسے باغی و سرکش ملوک کندہ تھے کہ حضور سرور عالم نے ان پر لعنت بھیجی تھی۔ اب بہت سے لوگ بھی آ کے ان کے شریک ہو گئے اور اسلام کے خلاف ایک خوفناک قوت قائم ہو گئی۔

ان لوگوں میں سے شرجیل بن سمط اور اس کا بیٹا تو مع اپنے چند ہم قوم رفقار کے مسلمان اور مسلمانوں کے ساتھ تھے۔ باقی سب علم بغاوت بلند کر رہے تھے۔ امراء القیس بن عابس سے جو شرجیل کے ہاتھ تھا۔ سکاسک سکون کے ان چند

ان لوگوں نے جو دینِ اسلام پر قائم تھے کہا "دشمنوں پر جسقدر جلد ہو سکے شبخون مارنا چاہئے ورنہ ان کی قوت اور بڑھ جائے گی"۔ امراء القیس نے منظور کیا۔ اور سب کے سب راتوں رات چل کھڑے ہوئے۔ حصاروں میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ لوگ اطمینان کے ساتھ الاؤ کے گرد بیٹھے تاپ رہے ہیں ان لوگوں کی شوکت و حشمت اگرچہ بڑھی ہوئی تھی مگر مسلمان رات کے وقت پانچ طرف سے جو ان پر یک بیک جا پڑے تو سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور ان کے ہمراہی بھاگنے میں بکثرت مارے گئے۔

یہ مغرور لوگ یہاں سے بھاگ کر اشعث نام اپنے ایک دوست اور سردار کے پاس گئے۔ اس نے ان کو غیرت دلائی۔ ان میں جوش بغاوت کو بڑھایا۔ اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے از سرِ نو فوج جمع کی۔ یہ حال دیکھکر زیاد بن لبید نے مہاجر کو لکھا۔ وہ مدینے سے روانہ ہو چکے تھے کہ راستے میں انکو یہ خط ملا۔ فوراً عجلت سے کوچ کرتے ہوئے پہنچے۔ اور اس کے بعد ہی سرکش بنی کندہ کے مقابلے پر روانہ ہو گئے۔ حصار زبرقان میں دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ لڑائی ہوئی اور بنی کندہ شکست کھا کر بھاگے۔ بہت سے بھاگنے میں مارے گئے۔ بقیۃ السیف نے قلعہ بخیر میں جا کے پناہ لی۔ اب یہاں بھی بہت سے بنی کندہ جمع ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ اور مہاجر نے بڑھ کے محاصرہ کر لیا۔ اور ابھی تک محاصرہ کئے پڑے ہیں۔

باغیوں اور مرتدوں کے جو کچھ حالات اس وقت تک مدینہ میں لوگوں کو معلوم ہو سکے وہ میں نے لکھ دیے۔ آئندہ جو کچھ معلوم ہوگا بعد والے خط میں لکھوں گا۔

والسلام فدائے حضرت رسولِ آخر الزماں۔ سلمان

اس خط کے پڑھے جانے کے بعد استفانوس اور سفانہ دونوں کے دونوں سخت پریشان ہوئے اور سفانہ نے کمال اندوہ و حسرت کے لہجے میں کہا۔ "مجھے نہایت ہی صدمہ ہے کہ میری قوم والے ایسی جہالت و ضلالت میں مبتلا ہو گئے۔"

استفانوس:۔ "اگرچہ بظاہر حالت نہایت ہی نازک نظر آتی ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ یہ سب جھگڑے بہت ہی جلد مٹ جائیں گے۔

سفانہ:۔ "خدا کرے مٹ جائیں۔ معلوم نہیں بھائی عدی کہاں ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ خدا کرے اپنی قوم کی اس گمراہی سے وہ الگ رہے ہوں۔"

استفانوس:۔ "انشاءاللہ وہ اس آفت سے بچے رہیں گے۔ وہ ایسے بیوقوف نہیں ہیں کہ جاہلوں کی باتوں میں آ جائیں۔"

سفانہ:۔ "شائد آئندہ خط میں ان کا کچھ حال بھی ہو۔ اب آج کل تو ہمیں دم مارنے کی مجال نہیں۔ بجز اس کے کہ خاموش بیٹھکر اپنے مہربان بزرگ سلمان کے خطوں کا انتظار کریں اور کچھ نہیں کر سکتے۔

اس کے بعد مسلمانانِ بصریٰ پھر صبر و تحمل کے ساتھ جناب سلمان کے خط کا انتظار کرنے لگے۔ یہ خط چودھویں ہی روز مِل گیا جس کو ایک تیسرا طائی شخص لایا۔ سفانہ نے اس کو اپنے سامنے بلایا اپنے بھائی عدی کے حالات پوچھے تو معلوم ہوا کہ عدی بن حاتم نہایت استقلال سے دینِ اسلام پر قائم ہیں۔ اور اپنی قوم کے جن لوگوں سے ممکن ہوا زکوٰۃ کی رقم وصول کر کے مدینۂ طیبہ میں آ گئے تھے مگر اپنے قبیلے کی برگشتگی کا حال سنکر

واپس گئے۔ اس لئے کہ بنی طے بنی اسد کی رفاقت میں طلیحہ کی نبوت کا دم بھر رہے ہیں اور مدینے کے قریب ہی پڑے ہوئے ہیں کہ دشمنوں کے ساتھ مل کر مدینہ طیبہ پر یورش کریں۔" یہ سُنکر سفانہ نے بھائی کے استقلال پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اور اپنی قوم کی گمراہی وجہالت پر افسوس کرنے لگی۔ اتنی دیر میں استفانوس نے اس قاصد بنی طے سے خط کے پڑھنا اور سُنانا شروع کیا جو حسب ذیل تھا۔

جنابِ سلمانؓ کا خط!

سلمان خستہ جاں کی طرف سے برادرِ دین استفانوس کو حمدِ خدائے دوجہاں ونعت رسولِ اخرالزماں کے بعد معلوم ہو کہ خداوندتعالیٰ دین کی مدد کر رہا ہے اور ہماری حالت جو نازک ہوگئی تھی روز بروز قابلِ اطمینان ہوتی جاتی ہے۔ سفانہ کے بھائی عدی اپنی قوم کے ایک گروہ کو پیرو اسلام بناکے ان سے رقم زکوٰۃ وصول کرلائے۔ ہر طرح کی اعانت کا وعدہ کرتے اور کامیابی کی طرف سے پورا اطمینان دلاتے ہیں۔ چنانچہ اسی غرض سے وہ پھر بنی طے میں گئے ہیں۔

مگر سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ اُسامہ سرحدِ شام تک جائے اور بنی قضاعہ اور راستے کے سرکش قبائل کی بخوبی گوشمالی کر کے چالیس دن کے اندر ہی واپس آگئے۔ اور ان کے آتے ہی اہلِ مدینہ کا حوصلہ بڑھ گیا یا تو لوگوں کو اندیشہ تھا۔ کہ ان کے بعد دشمن اس شہر نبوی پر غالب آجائیں گے

اور مدینے والوں سے روک تھام نہ ہو سکے گی۔ یا اب سب یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کا جانا نہایت ہی مناسب ہوا۔ اس لئے کہ جن جن دشمنوں نے اُن کی روانگی کا حال سُنا دربار خلافت سے مرعوب ہو گئے۔ اور خیال کیا کہ اگر مسلمانوں میں پوری قوت نہ ہوتی تو ایسے نازک وقت پر یہ مہم ہرگز نہ بھیجی جاتی اور بہت سے قبائل جو بغاوت و فساد پر آمادہ تھے سرکشی کرنے سے رُک گئے۔

ان کے آتے ہی ابو بکرؓ صدیق نے یہ کیا کہ انہیں اور ان کے تمام ہمراہیوں کو آرام لینے اور ستانے کے لئے مدینے میں چھوڑ دیا۔ اور خود اس فوج کو لے کے جو جمع ہو چکی تھی چلے کہ مرتدوں اور دشمنوں کا استیصال کریں اس موقع پر مدینے کے تمام بڑے بڑے لوگوں نے ان کو قسمیں دلا دلا کر روکنا چاہا اور کہا کہ آپ مسندِ خلافت پر بیٹھے رہیں۔ ہم لوگ جا کے مقابلہ کریں گے۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی اور فوراً کوچ کر کے ذی حسی اور ذی قصہ ہوتے ہوئے ابرق میں پہنچے جہاں دشمنوں کا لشکر عظیم جمع تھا اور پہنچتے ہی مشرکوں پر حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر تک تو ان لوگوں نے پامردی دکھائی مگر آخر حق پرستوں کی جانبازی سے حق غالب آیا۔ مرتد شکست کھا کے بھاگے۔ اُن کا سردار حطیئہ پکڑ لیا گیا۔ اور اُس کی گرفتاری سے یہ فائدہ ہوا تھا کہ سارے بنی عبس اور بنی بکر میدان چھوڑ کر بھاگے۔

اس فتح کے بعد ابو بکر صدیق چند روز وہیں فروکش رہے بنی ذبیان اور اُن کی بستیوں پر قبضہ کر کے ان کو مسلمانوں کے مویشیوں کے لئے محفوظ کر دیا اِدھر شکست خوردہ بنی ذبیان و بنی عبس طلیحہ کے پاس پہنچے اور اس کو

اپنی ناکامی کی خبر کی۔ وہ مقام بزاخہ میں تھا یہ حال سنتے ہی تمام رفقا کے ساتھ سمیرا میں آیا اور وہاں ٹھہر کر مقابلے کی تیاریاں کرنے لگا۔ لیکن ابو بکر صدیق بجائے اس کے کہ اُس کے مقابلے کے لئے آگے بڑھیں مدینے میں واپس چلے آئے۔

اب اسامہ کی پوری فوج آرام لے چکی تھی جابجا سے صدقات وزکوٰۃ کی رقمیں معتدبہ مقدار میں آگئی تھیں۔ اور حمایت دین کے لئے مدینہ میں فوج بھی کافی موجود تھی۔ لہذا جناب صدیق نے قوت کے ساتھ دشمنوں کے استیصال کا انتظام شروع کیا چنانچہ انہوں نے گیارہ جھنڈے بنائے پھر ان میں سے ایک جھنڈا خالد بن ولید کو دیا اور کہا تم طلیحہ کے مقابلے پر روانہ ہو۔ اور جب طلیحہ سے فراغت ہو جائے تو علاقہ بطاح کی طرف بڑھ کے مالک بن نویرہ سے مقابلہ کرو۔ دوسرا جھنڈا عکرمہ بن ابی جہل کو دیا اور ان کو حکم دیا کہ تم مسیلمہ کذاب کے مقابلے پر جاؤ۔ تیسرا جھنڈا مہاجر بن ابی اُمیہ کو دے کر فرمایا۔ تم یمن کی طرف جا کے اسود عنسی کے سرکش لشکر کا استیصال کرو۔ اور اس سے فراغت ہو جائے تو حضر موت میں جا کر بنی کندہ کا زور توڑو۔ چوتھا جھنڈا خالد بن سعید کو دیا۔ اور کہا تم شام کے سرحدی علاقے پر جاؤ اور وہاں جو سرکش و مرتد قبائل نظر آئیں تو انکو سزا دے کر راہِ راست پر لاؤ۔ پانچواں جھنڈا عمرو بن عاص کو دیا اور ان کو بنی قضاعہ کی طرف بھیجا جو شمال و مشرق عرب میں تھے اور ان قضاعیوں سے الگ تھے جنہوں نے شام کے قریب سکونت اختیار کر لی تھی۔ چھٹا جھنڈا

حذیفہ بن محصن الغطفانی کو دیا اور ان کو اہل دبا کے مقابل بھیجا۔ ساتواں علم عرفجہ بن ہرثمہ کو دیا اور انہیں قبائل مہرہ کی طرف روانہ کیا اور یہ بھی حکم دیا کہ آگے بڑھ کر حذیفہ ایک دوسرے سے مل جانا۔ اٹھواں جھنڈا شرجیل بن حسنہ کو عطا فرمایا۔ اور حکم دیا کہ تم عکرمہ بن ابی جہل کے پیچھے پیچھے روانہ ہو۔ اور جب مسیلمہ کذاب سے فراغت ہو جائے تو بنی قضاعہ کی طرف بڑھ جاؤ۔ نواں جھنڈا معن بن حاجر کو دیا اور ان کو بنی سلیم اور ان کے ہم آہنگ رفیقوں بنی ہوازن کی طرف روانہ کیا۔ دسواں علم سوید بن مقرن کو دیا۔ اور کہا تم یمن کے علاقہ تہامہ میں جاؤ۔ اور گیارھواں جھنڈا علاء بن الحضرمی کو دیا۔ اور انہیں بحرین کی طرف بھیجا۔

ان سب مقاموں اور قبیلوں میں ابو بکر صدیق نے پہلے اپنے قاصدوں کے ہاتھ اس مضمون کے خطوط روانہ کئے کہ دین اسلام کو پھر قبول کرو۔ اور راہ راست پر آؤ۔ ورنہ ارتداد کے انجام سے ڈرتے رہو۔ اس کے بعد یہ سب سردار اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ جا کے پہلے ذی القصہ میں جمع ہوئے اور وہاں سے ان مقامات کی راہ لی جہاں بھیجے گئے تھے۔

مگر سب سے اہم سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے قریب طلیحہ کا معاملہ تھا۔ جس نے بنی طے کے اندرونی قبائل جدیلہ اور غوث کو بھی اپنے لشکر میں ملا کے جمع کر لیا تھا۔ جن میں سے کچھ تو فوراً اس کے پاس چلے گئے اور بعض نے وعدہ کیا کہ ہم بعد کو آملیں گے۔ ادھر جناب ابو بکر صدیق نے یہ انتظام فرمایا کہ سب سے پہلے عدی بن حاتم کو جو

ابھی ابھی رقم زکوٰۃ لے کے آئے تھے بھیجا کہ فوراً جاکے اپنی قوم کی اصلاح کریں۔ اُن کے پیچھے خالد کو روانہ کیا۔ اس کے بعد خود آمادہ ہو گئے کہ ایک مختصر جمعیت کے ساتھ جنیبر میں جائیں اور خالد کے لشکر سے جاملیں تاکہ دشمنوں پر سطوتِ دین کا اثر پڑے

عدی بن حاتم نے جاتے ہی بنی طے کو سمجھایا اور انجام سے ڈرایا اور اسلام کی دعوت کی۔ اُن کے کہنے کا ایسا اثر پڑا کہ جتنے لوگ ملے سب مسلمان ہو گئے اور کہا۔ آپ لشکر اسلام کو اتنا روکیں کہ ہمارے قبیلے کے جو لوگ طلیحہ کے فریب میں آکر اس کے لشکر میں چلے گئے ہیں ان کو واپس بلالیں۔ عدی نے خالد کو خبر کی اور وہ دور ہی پڑے رکے رہے۔ دو چار روز میں سارے بنی طے طلیحہ کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے آئے اور اب بفضلہ تعالےٰ ان میں سے اکثر مسلمان اور پیروِ ایمان ہیں۔

بنی طے کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد خالد بن ولید نے ارادہ کیا کہ بنی جدیلہ کی طرف بڑھیں مگر عدی نے اس سے بھی روکا اور کہا۔ پہلے مجھے وہاں جانے دیجئے! چنانچہ عدی نے تنہا جاکر ان کو اسلام کی طرف بلایا۔ اور مخالفت دین کے اندیشوں سے ڈرایا۔ وہ بھی راہ راست پر آ گئے اور عدی ان کی اصلاح کا بھی مژدہ لے کے خالد کے پاس آئے۔ بنی طے اور بنی جدیلہ کے موافق ہو جانے سے خالد کے لشکر میں ایک ہزار جرّار سوار اور بڑھ گئے۔

اب خالد اس لشکر کو لے کے طلیحہ کی طرف چلے اور دو انصاری

بہادروں، عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرن کو اپنی فوج طلیعہ کا سردار بنا کے آگے بڑھایا۔ طلیحہ کا بھائی حبال یک بیک خالد کے اس لشکرِ طلیعہ پر آپڑا مگر دونوں بہادرانِ اسلام نے ثابت قدمی سے مقابلہ کر کے دشمنوں کو شکست دے دی۔ اور حبال کے رفقا اس کو میدانِ جنگ میں مردہ چھوڑ کر بھاگے۔ بھائی کے مارے جانے کا حال سُنکر طلیحہ بیتاب ہو گیا اور دوسرے بھائی سلمہ کو ساتھ لے کر بڑے غیظ و غضب سے طلیعہ اسلام پر آپڑا۔ اس قدر کثیر التعداد فوج اس کے ہمراہ تھی کہ خالد کے طلیعہ والے ان کے زغے کو نہ روک سکے۔ عکاشہ اور ثابت دونوں لڑائی کی کشمکش میں شہید ہوئے اور جب تک خالد پہونچیں طلیحہ نقصان پہونچا کر واپس گیا۔

اس کے جانے کے بعد خالد پہنچے تو ان دونوں بہادرانِ انصار کی لاشوں کو خاک و خون میں پڑا ہوا دیکھکر نہایت ملول ہوئے اور تمام مسلمانوں کو اس سانحہ کا بڑا صدمہ ہوا۔ اس واقعے سے خالد کو معلوم ہو گیا کہ طلیحہ کے ہمراہ بہت زیادہ لشکر ہے اور اس کے جھنڈے کے نیچے بڑے بڑے کارآزمودہ پہلوان ہیں۔ لہذا بجائے آگے بڑھنے کے وہ بنی طے میں واپس آئے۔ اور اُن سے مدد مانگی۔ انہوں نے کہا "بنی قیس کے مقابلے میں تو ہم آپ کو کافی مدد دے سکتے ہیں۔ مگر ہم بنی اسد سے نہ لڑیں گے اس لئے کہ اگرچہ وہ مرتدوں اور مشرکوں کے ساتھ ہیں مگر ہمارے حلیف ہیں۔ خالد نے کہا "تم جس سے چاہو لڑو۔ مگر ہمارا ساتھ دو، ہم اس پر اصرار نہ کریں گے کہ فلاں قبیلے سے ضرور لڑو۔" عدی جو دینداری

کے جوش میں تمام دنیوی تعلقات کو بھول گئے ہیں۔ اس موقعے پر بولے
مگر مجھے کسی کا حلیف ہونے کی پرواہ نہیں۔ جب بنی اسد نے دشمنانِ اسلام
کا ساتھ دیا تو ہمارے حلیف بھی نہیں باقی رہے ہیں تو بلا تامل اُن سے
لڑوں گا۔ خالد نے کہا "جیسا جہاد بنی اسد سے لڑنا ہے ویسا ہی بنی قیس سے
مقابلہ کرنا ہے۔ اسمیں اصرار نہ کرو۔ اور وہی کرو جسمیں تمہارے قبیلے والے خوش ہوں"۔
اب خالد نے بہت سے بنی طے کو ساتھ لے کے اپنا لشکر مرتب کیا اور طلیحہ
کے مقابلے کے لئے بڑھے اور بزاخہ میں پہنچے۔ بنی عامر یہاں سے قریب ہی تھے
انھوں نے کسی کا ساتھ نہ دیا۔ اور منتظر رہے کہ جو گروہ غالب آئے گا۔
اس کے طرفدار ہو جائیں گے۔

طلیحہ بزاخہ میں موجود ہی تھا۔ اس نے اپنی صفیں درست کیں اور
میدان جنگ گرم ہوگیا۔ نامور شجاع عرب عینیہ بن حصین طلیحہ کے ساتھ تھا اور
اس کے جھنڈے کے نیچے سات سو فزاری تھے جو نہایت ہی ثابت قدمی و
پامردی سے لڑ رہے تھے۔ اور خود طلیحہ ایک چادر اوڑھے پیمبری کی
شان دآن بان سے اپنے لشکر کے پیچھے کھڑا تھا۔ دیر تک کے جدال وقتال
میں جب کوئی نتیجہ نہ ظاہر ہوا۔ تو عینیہ اس کے پاس گیا اور پوچھا۔ فرمایئے
آپ پر جبرائیلؑ آئے۔ اور کوئی خبر لائے؟" بولا "ابھی نہیں"۔ عینیہ پھر
میدان میں جا کے اپنے فزاریوں کو لڑانے اور داد مردانگی دینے لگا۔ لیکن
جب دیکھا کہ کسی طرح لڑائی کا فیصلہ نہیں ہوتا اور پھر آیا اور پوچھا۔ "اب
جبرائیل آئے؟" جواب ملا "نہیں"۔ اس پر دلشکستگی کے ساتھ یہ کہتا ہوا پھر

میدان میں گیا کہ کوئی کب تک انتظار کرے؟ جبرائیلؑ آتے ہی نہیں۔ اور ہمارا کام تمام ہوا جاتا ہے۔ اب وہ پھر جان بازی کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ مگر اب مسلمان پہلے سے زیادہ جوش و خروش سے حملہ کر رہے تھے اور طلیحہ کے ہمراہی بدحواس ہوتے جاتے تھے۔ آخر عینیہ پھر گھبرایا ہوا طلیحہ کے پاس آیا اور کہا۔ "فرمایئے اب بھی جبرائیل آئے یا اسی طرح انتظار کرا رہے ہیں؟" طلیحہ نے کہا "ہاں آئے اور یہ وحی لائے کہ "اِنَّ لَکَ رُحًی کَرُحَاہٗ وحدیثا لا تنساہ"؎ طلیحہ کی زبان سے یہ الفاظ سُنکر عینیہ کو یاس ہو گئی۔ چلا کر اپنے قبیلے والوں یعنی بنی فزارہ سے کہا "بیشک خدا کو معلوم ہے کہ عنقریب ایسا معاملہ پیش آنے والا ہے۔ جس کو ہم زندگی بھر نہ بھولیں گے۔ اے بنی فزارہ! بس ہو چکا۔ اب واپس چلو۔ یہ پیغمبر نہیں جھوٹا۔ مکار ہے" اپنے سردار کا اشارہ پاتے ہی بنی فزارہ بھاگے۔ ساتھ طلیحہ کے سارے لشکر کو شکست ہو گئی۔ طلیحہ نے پہلے سے اپنی بیوی نوار کے لئے گھوڑا اور زادِ راہ مہیا کر رکھا تھا۔ فوراً اس گھوڑے پر سوار ہو کر نوار کو اپنے پیچھے بٹھایا اور سب سے پکار کے کہا:۔

؎ تمہارے پاس ویسی ہی چکّی ہے جیسی اس کے پاس ہے اور تیرا ذکر بھی ایسا ہے جس کو تو کبھی نہ بھولے گا۔ عرب لوگ لڑائی کو چکی سے تعبیر کرتے تھے۔ اس لئے کہ جیسے لڑائی آدمیوں کو پیستی ہے۔ ویسے ہی چکی دانوں کو۔ مطلب یہ کہ تمہیں بھی ویسی ہی جنگ پیش ہے۔ جیسی تمہارے دشمنوں کو۔ اور اپنے اس میدان کے واقعات کبھی تم کو نہ بھولیں گے۔

"لوگو جس کسی سے بن پڑے میری طرح اپنی جورو کو لے کے بھاگے" پھر یہاں سے راہِ فرار اختیار کی تو سرحد شام پر جاکے دم لیا اور بنی کلب میں اُترا۔

میں نے بنی عامر کی نسبت اس خط میں لکھا ہے کہ طلیحہ کی لڑائی کے وقت وہ دونوں حریفوں سے الگ رہے اور اس تجویز میں تھے کہ جو گروہ غالب آئے گا۔ اُس کے طرفدار ہو جائیں گے۔ چنانچہ فتح ہوتے ہی وہ یہ کہتے ہوئے حضرت خالد کے پاس حاضر ہوئے کہ ہم نے جس دین کو چھوڑا تھا اُس کو پھر اختیار کر کے مسلمانوں میں شامل ہوں گے۔ اور خدا و رسول پر ایمان لائیں گے۔ خالد نے ان کی درخواست قبول کی۔ اُن سے بیعت لی اور مسلمان کرتے وقت ان کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر یہ الفاظ کہے۔ تمہارے ذمے خدا کا عہد و پیمان ہے کہ خدا و رسول پر ایمان لاؤ۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ اور انہیں شرطوں پر اپنی اولاد اور اپنی عورتوں سے بھی بیعت لو۔" چنانچہ اس گھڑی سے یہ لوگ پھر دیندار مسلمان ہو گئے۔

مگر ان کے پیشتر کے واقعات یہ ہیں کہ ان لوگوں سے بنی اسد بنی غطفان بنی کعب اور بنی کلاب سے تعلقات دوستی تھے اور بنی کلاب کا سردار علقمہ بن علاثہ عہد رسالت صلعم میں حضور انور کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا تھا۔ مگر طائف کے فتح ہونے کے بعد وہ مرتد ہو کر شام میں بھاگ گیا۔ پھر وہاں جب خبر سُنی کہ حضرت رسالت مآب نے وفات پائی تو فوراً واپس آکر بنی کعب میں خیمہ زن ہوا۔ اور شورش پھیلانے لگا۔ حضرت صدیق کو اُس کے آنے کی خبر ہوئی تو قعقاع بن عمرو کی سرداری میں ایک لشکر اُسکے

فتنے کے استیصال کے لئے روانہ کیا علقمہ اپنے رفیقوں کے ساتھ ایک تالاب کے کنارے اترا ہوا تھا مگر نہایت ہی ہوشیار تھا۔ اور ہمیشہ چوکنا رہتا جیسے ہی سواران اسلام کے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سُنی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے بھاگا اور اہل وعیال اور لڑکوں بالوں کو چھوڑ گیا جو سواران اسلام کی صورت دیکھتے ہی مسلمان ہو گئے اور ان کو لا کے قعقاع نے حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر کر دیا۔

اس کے بعد بنی اسد بنی غطفان بنی عامر اور نیز وہ بنی طے اور بنی عامر وغیرہ جنہوں نے دغا بازی کر کے مسلمانوں کو جان ومال کا نقصان پہنچایا تھا سب ایمان لانے پر تیار ہو گئے۔ مگر اُن کی توبہ اسوقت تک قبول نہ کی گئی۔ جب تک ان سے گزشتہ نقصانات کا معاوضہ نہ کرا لیا گیا اور ان کے سرکش سردار قرہ بن ہبیرہ اور زہیر مع چند اور لوگوں کے گرفتار کر کے ابو بکرؓ صدیق کی خدمت میں بھیجے گئے

اس سلسلہ میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ بنی غطفان بنی طے بنی سلیم اور بنی ہوازن کے چند لوگ اُم زبل سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ نام ایک عورت کے پاس جا کر جمع ہوتے۔ یہ عورت اُم زبل اپنی ماں اُم فرقہ کی زندگی میں گرفتار ہو کر بارگاہِ نبوت میں آئی تھی۔ اور عائشہ صدیقہ کی لونڈی بنی تھی۔ جناب عائشہ نے چند روز بعد اس کو آزاد کر دیا۔ اس نے یہاں سے واپس جا کے پھر ارتداد اختیار کر لیا اور علمِ بغاوت بلند کر کے اپنے ساتھ بہت سے لوگ جمع کئے۔ اس سرکش وفتنہ انگیز عورت کا حال خالد بن ولید نے سُنا تو اس کی طرف بڑھے۔

قریب پہنچے تو اُم زبل کو مقابلے کے لئے تیار پایا۔ دونوں جانب جنگ کی صفیں مرتب ہوئیں اور بڑی سخت لڑائی ہونے لگی۔ اُم زبل ایک ناقہ پر سوار میدان جنگ کے درمیان میں تھی اور لوگ اس کے اونٹ کے نیچے عجیب جانبازی سے لڑتے اور کٹتے مرتے تھے۔ آخر مسلمانوں کو یقین ہوگیا کہ جب تک یہ اونٹنی کھڑی ہے دشمنوں کو شکست نہیں ہوسکتی۔ اس خیال سے سواران اسلام نے ام زبل پر حملہ کیا۔ ان تمام لوگوں کو مار مار کے گرایا۔ ہٹایا جو اونٹ کو اپنے جھرمٹ میں لئے ہوئے تھے۔ اس ناقے کی کونچین کاٹ کر اسے گرایا۔ اونٹ کی محمل سے گرتے وقت اُم زبل کسی مسلمان کے ہاتھ سے ماری گئی جسکے بعد اس کے رفقا بھاگے اور خالد نے یہ واقعات بارگاہِ خلافت میں لکھے۔

انہیں بدبخت و مرتد قبائل عرب میں ایاس بن عبد یالیل نام ایک شخص تھا۔ اس نے یہ بدمعاشی کی کہ مسلمان بن کر ابو بکر صدیق کے پاس آیا اور کہا۔ "مجھے اچھے اسلحہ دیجئے تاکہ جاکر مرتدوں کا قلع وقمع کروں"۔ انہوں نے اس کو بہت سے ہتھیار دیئے اور اس کو اپنے گروہ پر باضابطہ طریقے سے سردار مقرر فرمایا۔ اس کے بعد اس نے پابندی دین اور مسلمانوں کی رفاقت پر رحلت اٹھائی اور واپس گیا۔ مگر یہاں سے جاکر باغی ہوگیا۔ مقام جواء میں ٹھہر کے بنی شرید کے چند لوگوں کو بھیجا کہ بنی سلیم و بنی ہوازن و بنی عامر میں سے جو لوگ مسلمان ہوگئے ہیں ان کو جاکے قتل وغارت کرو۔ ان لوگوں نے جاکر ان مسلمانوں کو لوٹا مارا جلایا۔ اور بالکل مٹادیا۔ یہ حالات ابو بکر صدیق کو معلوم ہوئے تو بہت ہی ملول اور اندوہگین ہوئے اور طریفہ میں حاجز کو لکھا

کہ فوراً اپنے لوگوں کو جمع کرکے ایاس سے انتقام لو۔ پھر عبداللہ بن قیس نام ایک اور دلیر سردار کو بھی طریفہ کی کمک پر روانہ کیا۔ ان لوگوں نے جاتے ہی ایاس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا اور خوب قلع وقمع کرکے اُن کے بعض سرداروں کو پکڑ کے دارالخلافت میں بھیج دیا۔

مرتدین بنی سلیم میں خنساء شاعرۂ عرب کا بیٹا ابو شجرہ بن عبدالعزی بھی ہے۔ جو مسلمانوں کی مذمت میں اور مرتدوں کو جوش دلانے کے لئے پر جوش اشعار کہہ کہہ کے پھیلاتا ہے۔

انہیں دنوں ایک اور واقعہ پیش آیا جو لطف سے خالی نہیں۔ میں نے پہلے خط میں آپ کو لکھا ہے کہ عمرو بن عاص عمان سے واپس آتے وقت بنی عامر کے ایک سردار قرہ بن ہنیرہ کے مہمان ہوئے تھے۔ اور اس نے اس سے کہا تھا کہ زکوٰۃ لینا چھوڑ دو۔ ورنہ عرب تمہاری اطاعت نہ کریں گے۔ اِن دنوں وہی قرہ گرفتار ہو کے حاضر دربارِ خلافت ہوا اور حضرت ابوبکر رضؓ سے کہا۔ "میں مسلمان ہوں اور میرے مسلمان ہونے کے گواہ عمرو بن عاص ہیں" ابوبکر صدیق نے عمرو بن عاص کو بلا کر ان کی شہادت لی۔ انہوں نے قرہ کے تمام الفاظ بیان کر دیئے۔ مگر جب زکوٰۃ کے مسئلہ پر اس کے قول کا اعادہ کرنا چاہا تو اس نے روک کے کہا۔ "بس بس زیادہ بیان کرنے کی آپ کو ضرورت نہیں ہے۔ عمرو نے کہا۔ خوب یہ نہ ہوگا۔ میں نے تم سے جو کچھ سنا ہے سب بیان کروں گا۔ یہ کہہ کے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ مگر حضرت صدیق نے اس کا قصور معاف کر دیا اور اس کی توبہ قبول کر لی۔

اسی سلسلہ میں بنی تمیم کے حالات بھی سن لیجئے۔ اس قبیلے نے حضور سرور عالم میں اپنے وفد بھیجکر دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور آپ نے انہیں جابجا اپنے والی اور محصلین زکوٰۃ مقرر فرما دیئے تھے جن میں سب سے زیادہ ممتاز زبرقان۔ سہیل۔ قیس بن عاصم۔ صفوان۔ سبرہ وکیع اور مالک بن نویرہ تھے۔ آنحضرت کی وفات کی خبر سننے کے بعد صفوان تو اپنے حلقے یعنی بنی عمرو کی رقم زکوٰۃ لے کر ابوبکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مگر قیس وہیں ٹھہر کر انتظار کرنے لگا۔ دیکھیں زبرقان کا کیا طرز عمل رہتا ہے اور جب زبرقان سے کوئی خبر نہ ملی تو اپنے دوستوں سے کہا۔ یہ شخص مجھے پریشان کریگا۔ جو رقم میرے پاس جمع ہے اس کو ابوبکرؓ کے پاس پہنچا دوں اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لوں تو اس کے پاس جو کچھ رقم جمع ہو گئی ہے اس کو بنی سعد میں تقسیم کر کے مجھے اُن لوگوں میں بدنام کرے گا۔ اور اگر میں ہی اس رقم کو بنی سعد میں تقسیم کر دوں تو وہ سیدھا ابوبکر صدیق کے پاس جاکے انہیں میرے خلاف کر دیگا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ آخر اس نے اپنی تحویل کی رقم بنی سعد میں بانٹ دی۔

زبرقان کے اس کے خیال کے مطابق یہ کیا کہ بہت سے اپنے ماتحت قبائل بنی تمیم کی رقمیں وصول کر کے ابوبکر صُدّیق کو پہنچا دیں۔ یہ سنکر قیس اپنے فعل پر پچھتایا۔ پچھتا ہی رہا تھا کہ حضرت صدیق کی جانب سے علاء بن حضرمی عسکر اسلام کے ساتھ پہنچے۔ اُن کا آنا سنتے ہی وہ بہت سی رقم زکوٰۃ لے کر اُن کے پاس حاضر ہوا۔ اور انہیں کے ساتھ ہو گیا۔

اب تمام قبائل بنی تمیم کی یہ حالت تھی کہ مختلف جھگڑوں میں اُلجھے ہوئے

تھے اور ثمامہ بن اثال حنفی کو جو مسیلمۂ کذاب سے لڑ رہے تھے۔ ان لوگوں کی برابر مدد مل رہی تھی۔ مگر جب اِن لوگوں میں جھگڑے پیدا ہوئے تو ثمامہ کو مدد ملنا موقوف ہوگئی۔ اسی حال میں عکرمہ بن ابی جہل علمِ صدیقی لئے ہوئے جا پہنچے۔ عین اس موقع پر کہ یہ لشکر اسلام ان کے مقابل تھا اور ان میں جو مسلمان تھے اپنے ہم قوم مرتدوں اور باغیوں سے جھگڑ رہے تھے کہ یکایک شجاع بنت حرث نام ایک تمیمیہ عورت نمودار ہوئی۔ جو ارض جزیرہ سے ایک زبردست لشکر لئے ہوئے آئی۔ اور دعویٰ کرنے لگی کہ میں نبیۃ اللہ ہوں۔ نئی شریعت لائی ہوں۔ اور مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ یہ ایک جوان و خوبرو عورت ہے جس کا مردوں پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ بنی تغلب سے اس سے ناہالی قرابت ہے جس کی وجہ سے ہذیل بن عمران بنی تغلب کے گروہ عظیم کے ساتھ اس کا رفیق و مشیر بن گیا۔ یہ ہذیل مسیحی تھا لیکن اب دین عیسوی چھوڑ کر سجاح کی نبوت پر ایمان لے آیا۔ اسی طرح اور بہت سے نامی لوگ اس عورت کے ساتھ ہوگئے سجاح ابوبکر صدیق کی فوجوں سے لڑنا چاہتی تھی۔ اس مصلحت سے اُس نے مالک بن نوہرہ سردار بنی یربوع کے پاس پیام صلح بھیجا۔ مالک نے اس کی درخواست قبول کرلی۔ اور سجاح نے کہا میں بھی بنی یربوع ہی میں سے ہوں اور عورت ذات ہوں۔ لہذا جو حکومت و سلطنت ملے گی در اصل تمہاری ہی ہوگی۔ اب سجاح نے دیگر قبائل بنی تمیم کی طرف توجہ کی۔ اور اس کا ایسا خوف طاری ہوا کہ مسلمان سردار عطارد بن حاجب وغیرہ اپنے علاقوں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور ان میں سے وکیع اور مالک بن نویرہ خلافت اسلام کی اطاعت چھوڑ کر سجاح

کے دوست ہو گئے اور وہ عربی کی عبارتیں بنا بنا کر انہیں سُنانے لگی. چنانچہ ایک وُحی یہ بھی کہ "اعدُّا الرکاب واستعدوا للنهاب. ثم اغیروا علی الرباب فلیس دونهم حجاب" یعنی سواروں کو تیار کرو. تاخت و تاراج کے لئے مستعد ہو جاؤ. پھر بنی رباب پر تاخت کرو. ان کے تمہارے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے. اس حکم ربانی میں تاخیر کیسے ہوتی؟ فوراً بنی رباب پر حملہ کر دیا گیا مگر وہ لوگ بھی جان پر کھیل گئے. بنی ضبہ اور بنی عبد مناۃ نے ان کا ساتھ دیا. اور بڑی خونریز لڑائی ہوئی جس میں دونوں طرف کے بہادروں نے بعض حریفوں کو اسیر کر لیا مگر انجام میں صلح ہو گئی

سجاح یہاں سے کوچ کر کے مقام نباج میں پہنچی. یہاں اوس بن علقمہ ہجیمی نے قبیلہ بنی عمرو کے جان بازوں کو اپنے ساتھ لے کر مقابلہ کیا اور ایسی جوانمردی سے حملہ کیا کہ سجاح کے رفیقوں ہذیل اور عقہ کو میدان میں گھیر کے گرفتار کر لیا. آخر سجاح نے ان لوگوں سے ان شرطوں پر صلح کی کہ اس کے اس کے رفقا چھوڑ دیئے جائیں اور وہ ان لوگوں کے علاقے میں نہ گھسے گی. نہ لوٹ مار کرے گی. بلکہ خاموشی سے گذر جائے گی.

اب سجاح پر وحی اُتری کہ اپنے لشکر کو یمامہ کی طرف لے جائے. یہ بنی حنیفہ کی سرزمین ہے جہاں ان دنوں مسیلمہ کذاب کا طوطی بول رہا ہے اس نے جو سنا کہ سجاح ایک لشکر عظیم کے ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے تو بہت گھبرایا دل میں کہا. سپہ سالاران اسلام ثمامہ اور شرجیل بن حسنہ میرے مقابلے پر موجود ہیں. اسی وقت اگر مجھے سجاح کی طرف توجہ کرنا پڑی تو میرے مستقر

شہر حجر پر وہ آسانی سے قبضہ کر لیں گے۔

چنانچہ استمالت کے لئے اس نے سجاح کے پاس بہت سے تحفے اور ہدیئے بھیجے اور درخواست کی کہ اگر مجھے جان کی امان دی جائے تو خود حاضر ہو کر آپ سے ملوں۔ سجاح نے اس کی درخواست قبول کی مسیلمہ اپنی قوم بنی حنیفہ کے چالیس نامور لوگوں کے ساتھ اس سے ملنے کو گیا اور بروقت ملاقات وحی الہٰی کے انداز سے اس کو خدا کا یہ جعلی فیصلہ سنایا کہ" آدھی زمین بنی حنیفہ کی تھی اور آدھی قریش کی بشرطیکہ وہ اس فیصلے کے قبول کرنے سے انحراف نہ کرتے لہٰذا ان کا وہ نصف حصہ خدا نے تم کو عطا کیا جس کو قریش نے ناشکری سے مسترد کر دیا ہے۔

مسیلمہ نے اپنے پیروؤں کو جو شریعت دی ہے اس کے احکام یہ ہیں کہ جس کسی کے ایک لڑکا پیدا ہو جائے جب تک وہ زندہ رہے اس کو اس کی ماں یا کسی عورت کے پاس جانا حرام ہے۔ ہاں اگر وہ لڑکا مر جائے تو جب تک دوسرا نہ پیدا ہو وہ عورت کے پاس جا سکتا ہے۔ لیکن سجاح کی صورت زیبا دیکھتے ہی اپنی اس شریعت کو بھول گیا۔ سجاح نے اس کو اپنے پاس ٹھہرانا چاہا تو بولا۔ اگر مجھے آپ اپنے پاس ٹھہراتی ہیں تو اپنے رفقا کو حکم دیجئے کہ چلے جائیں۔ میں تنہا رہوں گا۔ سجاح نے فوراً اپنے ساتھ والوں کو ہٹا دیا۔

اسی بات سے مسیلمہ سمجھ گیا کہ سجاح پر جوانی و شباب کا جوش غالب ہے۔ ہمراہیوں سے کہہ کر اپنی فرودگاہ میں حجلۂ عروسی کی شان کا ایک خیمہ کھڑا کرایا۔ اس کو خوب آراستہ کیا، خوشبوؤں سے معطر و معنبر کرایا اور اسی میں

سجاح سے ملا۔ ان برانگیختہ کرنے والی چیزوں نے سجاح کے دل پر بڑا اثر کیا اسی حالت میں وہ بولی "آپ پر کوئی وحی اتری ہو تو سنایئے" مسیلمہ نے کہا سنئے۔ الم ترالی ربک کیف فعل بالحبلیٰ اخرج منہا نسمۃً تسعیٰ۔ بین صفاق وحشیٰ" یعنی کیا تو نے اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا کہ حاملہ کے ساتھ اس نے کیا کیا۔ اس سے ایک چلنے پھرنے والا جاندار مخلوق برآمد کیا۔ جو جھلیوں اور انتڑیوں کے درمیان تھا۔ ظاہر ہے کہ ان الفاظ نے سجاح کے جذبات اندرونی کو بہت ابھار دیا ہوگا مگر اس نے ضبط کرکے کسی اور وحی کے سنانے کی فرمائش کی۔ مسیلمہ نے کہا اور سنئے۔ ان اللہ خلق للنسار افراجًا۔ وجعل الرجال لہن ازواجًا فتولج فیہن ایلاجًا۔ ثم یخرجہا اذا یشار اخراجًا فینتجن لنا سجالًا انتاجًا" ہم فحش ہونے کی وجہ سے ان الفاظ کا ترجمہ تو نہیں کر سکتے۔ مگر سجاح پر اس وحی کا اس قدر اثر ہوا کہ بے تحاشا کہہ اٹھی۔ اشہد انک نبی۔ میں آپکی نبوت کی گواہی دیتی ہوں۔

اب اس کمزور اور دل از دست دادہ عورت کو اپنے قابو میں پاکر مسیلمہ نے کہا۔ تو پھر یہ نہ ہو کہ ہم آپ ایک ہو جائیں۔ باہم نکاح کرلیں اور میں اپنی اور آپ کی متحدہ قوت سے کام لے کر سارے جزیرہ نمائے عرب کو ہضم کر جاؤں"؟

وہ بولی "ہاں یہی ہونا چاہیے"

اس کے بعد چند نہایت ہی فحش اشعار کے ذریعے سے جو تاریخوں میں مذکور ہیں۔ درخواست وصال کرکے مسیلمہ سجاح کو خلوت میں لے گیا اور تین شبانہ روز تک دونوں تنہا اسی حجلہ عروسی میں رہے۔ تیسرے دن مسیلمہ اس سے رخصت ہوکر اپنے قلعہ میں واپس گیا۔ اور سجاح خلوت سرا سے

نکل کے اپنے لوگوں میں گئی انہوں نے اپنی نبیہ کی شرم سے جھکی ہوئی آنکھیں دیکھ کر پوچھا "کیا فیصلہ ہوا؟" بولی یہ شخص نبی برحق ہے اسلئے میں نے نکاح کر لیا۔ انہوں نے کہا: نکاح ہو گیا تو پھر اس نے آپ کو مہر کیا دیا کہنے لگی: "مہر کا تو تذکرہ نہیں آیا۔ میں مہر مانگنا ہی بھول گئی۔ رفیقوں نے کہا: نکاح کے لئے مہر لازمی ہے۔ ہمیں واپس چل کے اس سے مہر مانگنا چاہئے۔ چنانچہ بعض رفیقوں کو ساتھ لے کر وہ مسیلمہ کے قلعے پر پہنچی۔ مسیلمہ نے فوراً قلعہ کے پھاٹک بند کرا دیئے اور کوٹھے پر سے پوچھا "اب تم کیوں آئی ہو؟ سجاح نے کہا مجھ سے نکاح کیا ہے تو مہر ادا کرو"، بولا تو تمہارا موذن کون ہے؟ سجاح نے کہا میرا موذن شبث بن ربعی ریاحی ہے"، مسیلمہ نے فوراً شبث کو بلوایا اور اس سے کہا "اپنے لوگوں میں جاکے پکار دو کہ محمد (صلعم) جو پانچ نمازیں لائے تھے ان میں سے دو یعنی فجر اور عشا کی نمازوں کو رسول اللہ نے تمہاری نبیہ سجاح کے مہر میں لوگوں پر سے معاف کر دیا اب وہ فقط تین نمازیں پڑھا کریں۔ یہ سنکر سجاح اپنی فوج میں واپس گئی۔ اسکے بعد سجاح اور مسیلمہ میں ان شرطوں پر صلح ہوئی کہ مسیلمہ اپنے علاقہ یمامہ کی سالانہ پیداوار کا نصف حصہ اپنے لئے رکھ لیگا اور نصف سجاح کو دیا کرے گا چنانچہ اپنی طرف سے ہذیل۔ عقہ اور زیاد کو یہ موعودہ خراج یمامہ وصول کرنے کے لئے بنی حنیفہ میں چھوڑ دیا اور خود ارض الجزیرہ میں واپس چلی گئی۔

اب میں اپنے اس خط کو یہیں پر ختم کرتا ہوں۔ اگرچہ مرتدوں کے بہت سے حالات لکھنا باقی ہیں سارے عرب میں بغاوت وارتداد کی آگ لگی ہوئی ہے

اور ہر جگہ مسلمانوں سے لڑائیاں ہو رہی ہیں جن کی خبریں دربار خلافت میں برابر آتی ہیں۔ اور لوگوں میں مشہور ہوتی ہیں۔ میں آپ کو ان سب واقعات سے آگاہ کر دوں گا۔ لیکن آج کل میں بیمار ہوں اور شائد آیندہ خط پندرہ روز نہ بھیج سکوں۔ اب میں آپ کو تین چار مہینے بعد کل حالات کا پتہ لگا کر اکٹھا مطلع کروں گا۔ والسلام۔ (اُمیدوار رحمت رحمٰن سلیمان رضہ)

فکر و پریشانی کے چند مہینے

یہ خط سُنکر سفانہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اپنے بھائی کی کارگزاریاں سن کر وہ نہایت ہی مسرور ہوئی اور بولی " جناب استفانوس صاحب آپ نے دیکھا کہ بھائی عدی نے کیسا کام کیا؟ مجھے ایسے دیندار اور صادق العقیدہ بھائی پر ناز ہے"

استفانوس "ان پر جسقدر ناز کیا جائے بجا ہے اور اُنسے مجھے یہی اُمید تھی۔ انہوں نے فقط یہی نہیں کیا کہ دین برحق پر قائم رہے بلکہ اپنی قوم کو بھی ہلاکت و ضلالت سے بچا لیا"

سفانہ " مگر افسوس کہ اب مدت تک جناب سلمان رضہ کا خط نہ آئے گا اور ان کے کارنامے معلوم نہ ہو سکیں گے

استفانوس :- اور نہ یہ معلوم ہوگا کہ مرتدوں اور مسلمانوں میں کیا فیصلہ ہوا۔ اگرچہ میں یقینی جانتا ہوں کہ مسلمان برحق ہیں اور حق کو فتح ہوگی مگر پھر بھی دل لگا رہیگا"

سفانہ :- لیکن خلیفہ رسولِ اکرم ابوبکر صدیق نے کمال کیا کہ سارے عربوں کے

بگڑ جانے پر بھی کسی بات کی پروانہ کی اور جو حدود شرع حضرت رسول آخرالزماں مقرر فرما گئے تھے ان سے ذرہ برابر تجاوز نہیں کیا۔

استفانوس :- یہ خدا کی مرضی ہے جو ان کے ذریعے سے پوری ہو رہی ہے۔ خدا اپنے رسول برحق کے مبارک دین کو بڑھانا۔ ساری دنیا میں پھیلانا اور تمام مخالفانہ کوششوں پر غالب کرنا چاہتا ہے۔ اسی کے یہ آثار نظر آرہے ہیں۔

اب اسکے بعد سے یہ معمول تھا کہ استفانوس روز صبح کو سفانہ کے پاس آکر دو ایک گھنٹہ بیٹھتا جو کچھ واقعات آنے جانے والوں سے سنتا بیان کرتا پھر اسکے بعد جا کے خانقاہ والوں کو دین کی تعلیم دیتا اور روز بروز ان کو زیادہ راسخ العقیدہ اور سچا پیرو اسلام بناتا۔ مدینہ طیبہ کے حالات بہت کم معلوم ہوتے۔ سارے عرب میں لڑائی چھڑ جانے کی وجہ سے ادھر کے آنے جانے والے بھی کم ملتے۔ اس لئے کہ تاجرانہ قافلوں کا راستہ رک گیا تھا اور تمام قبائل عرب دنیا کا سارا کاروبار چھوڑ کر جنگ و جدال میں مصروف ہو گئے تھے اور تمام لوگوں میں اضطراب و وحشت پیدا ہو جانے کے باعث اگر کبھی کسی شخص سے کوئی خبر مل بھی جاتی تو وحشت ناک اور پریشان کرنیوالی ہوتی۔

ان فکروں اور پریشانیوں کی وجہ سے استفانوس اور سفانہ نے ان تین چار طائی لوگوں کو جو جناب سلمان کے خطوط لے کر آئے تھے۔ خبریں لانے کے لئے قرب و جوار کے قبائل میں بھیجا مگر ان سے بھی کوئی اطمینان بخش بات معلوم نہ ہو سکی۔

اسی لاعلمی اور الجھن میں تین مہینے گزر گئے۔ ایک دن استفانوس بصری سے واپس آکے اپنی خانقاہ کے پھاٹک میں داخل ہو رہا تھا کہ جنوب کی جانب دور پر ایک شتر سوار دکھائی دیا۔ اسے دیکھ کر وہ رک گیا کہ شائد اس سرزمین عرب

کے کچھ حالات معلوم ہوں۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں یہ شخص قریب آیا اور بجائے اس کے کہ بصریٰ کا رُخ کرے پھاٹک میں مڑکر خانقاہ کی طرف چلا۔ اب استفانوس نے اس بات کا اندازہ کرنے کے لئے کہ یہ مسلمان ہے کہ نہیں کہا "اسلام علیکم"۔ اس نے فوراً جواب دیا "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اور یہ جواب دیتے ہی اونٹ سے کود پڑا۔ اور مصافحہ کرکے بولا۔ "میں نے آپکو پہچانا نہیں۔ میں نبی طے کے سواروں میں سے ہوں۔ جو ہماری محترم خاتون سفانہ کے حکم سے محمل کے ہمراہ مدینہ طیبہ گئے تھے اور آپ کی خدمت میں جناب سلمانؓ کا خط لایا ہوں۔

استفانوس۔ (نہایت خوش ہوکر) مرحبا مرحبا۔ اب کی اس خط نے بڑا انتظار دکھایا۔

ناقہ سوار (جو اب اونٹ کی مہار پکڑے پا پیادہ استفانوس کے ساتھ خانقاہ کی طرف جارہا تھا۔) بیشک آپکو اور ہماری خاتون کو تکلیف ہوئی ہوگی۔ مگر جناب سلمانؓ ان دنوں سخت بیمار ہوگئے تھے اور اس قابل نہ تھے کہ آپکو خط لکھیں۔ علاوہ بریں وہ نہایت ہی سن رسیدہ بزرگ ہیں۔ عمر سو برس سے کم نہ ہوگی۔ ذرا سی بھی بیماری میں ضعف اتنا ہوجاتا ہے کہ مہینوں کام کرنے قابل نہیں رہتے۔

استفانوس۔ "بیشک ہمیں بھی ان سے کوئی شکایت نہیں۔ ان کی بڑی عنایت ہے کہ باوجود اس ضعف اور اپنے دینی مشاغل کے وہاں کے مفصل و مشرح حالات لکھ کے ہمارے دلوں کو روشن و مطمئن کردیا کرتے ہیں۔ خیر اب میں ان کا خط تو پڑھوں گا۔ پہلے تم بتاؤ کہ تم نے وہاں کیا دیکھا؟ اور مدینۃ النبی کو کس حال میں چھوڑا"؟

ناقہ سوار:۔ اب تو بفضلہ تعالیٰ ہر طرح کا اطمینان ہے۔ جب میں وہاں پہنچا ہوں اس وقت البتہ یہ حالت تھی کہ ہر وقت دھڑکا لگا رہتا تھا کہ مدینہ اب لُٹا اور اب لُٹا۔ اب تو ساری پریشانیاں دُور ہو گئیں اور ہر شخص چین اور آرام سے سوتا ہے۔ ابھی تک عرب کے تمام صوبوں میں فساد جاری ہے اور ہنگامہ مچا ہوا ہے۔ مگر سپہ سالارانِ اسلام جو ان کی صلاح کے لئے بھیجے گئے ہیں ہر جگہ کامیاب ہو رہے ہیں۔"

استفانوس:۔ میں نے سُنا تھا کہ تمہاری قوم نے بھی باغی و مرتد ہو کر طلیحہ پر ایمان لے آئے تھے۔؟

ناقہ سوار:۔ جی ہاں۔ بعض نادان سرداروں کی حماقت سے یہ ہوا مگر جیسے ہی ہمارے سردار عدی نے جا کر سمجھایا سب نے گمراہی سے توبہ کی جو لوگ طلیحہ کے لشکر میں پہنچ گئے تھے وہ بھی واپس چلے آئے۔ اور آخر طلیحہ ہی کے مقابلے میں انہوں نے خالد بن ولید کے عَلم کے نیچے کھڑے ہو کر اپنی قومی بہادری دکھا دی۔"

استفانوس:۔ یہ مژدہ سنکر سفانہ بہت خوش ہو گی۔ جو رات دن دعا مانگا کرتی ہیں کہ خدا ان کی قوم کو گمراہی سے بچائے!

ناقہ سوار:۔ انکی دعا قبول ہوئی اب سارے بنی طے توحید کے علم کے نیچے اپنا خون بہا رہے ہیں"

اِن باتوں میں سفانہ کا کمرہ آگیا اور استفانوس اس شخص کو لے کر اُن کے پاس پہنچا۔ ناقہ سوار نے ادب سے اپنے سردار کی محترم بہن کو سلام کیا اور اپنی قبا میں ہاتھ ڈالکر سینے پر سے ایک خط نکال کے استفانوس کو دیا اور

کہا" جناب سلمانؓ نے آپ کو یہ خط دیا ہے"!
اس کے بعد چند لمحوں تک سفانہ اُس سے اپنے قبیلے اور بھائی کے حالات پوچھتی رہی۔ اور جب پوچھ چکی تو اس کو رخصت کر کے استفانوس سے کہا۔"اب آپ اِس خط کو سنائیں"۔

جناب سلمانؓ کا پچیسواں خط

استفانوس نے خط کو کھولکر پڑھنا شروع کیا جو حسب ذیل تھا۔
از جانب سلمانؓ نیم جاں بنام برادرم استفانوس۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ۔ بعد حمد الٰہی وثنائے حضرت رسالت پناہی عرض ہے کہ بفضل حضرت جلّ علا دین کو نما فیومًا فتح اور ترقی حاصل ہو رہی ہے۔ کفر وار تداد شکستہ حال اور معبودانِ باطل پامال ہیں۔ مگر مسلمانوں کو ان دنوں ایک بہت بڑا صدمۂ جانکاہ پیش آیا جس کا پہلے ہی سے اندیشہ تھا اس لئے کہ حضور سرورِ عالم نے اپنی وفات سے پہلے ہی اس واقعہ کی خبر دیدی تھی۔ چنانچہ وہی ہوا۔ دو مہینے سے زیادہ زمانہ ہوا کہ جگر گوشۂ رسول اور معصومہ بتول جناب سیدۃ نسار جنت حضرت فاطمہ زہراؓ نے سفر آخرت فرمایا۔ اور اپنے دوستوں بلکہ تمام مسلمانوں کے دلوں کو داغ دے گئیں۔ آپ کے ننھے ننھے معصوم بچے جو آغوشِ رسالت میں کھیلا کرتے تھے۔ اپنی مادرِ مہربان کی وفات پر بلک بلک کر روتے ہیں اور جو دیکھتا ہے اس کا کلیجہ پاش پاش ہو جاتا ہے۔ ان کی وجہ سے حضرت علی مرتضیٰ خاموش اور مطمئن بیٹھے تھے۔ اُنکی

وفات کے بعد انہوں نے خود جا کے ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ان کو خلیفۂ رسول تسلیم کر لیا جس کا یہ نہایت عمدہ نتیجہ ظاہر ہوا۔ کہ اس وقت تک جو چند لوگ ابوبکر صدیقؓ کی بیعت سے رُکے ہوئے تھے ان لوگوں نے بھی بیعت کر لی اور سارا جھگڑا مٹ گیا۔ اب ابوبکرؓ کے خلاف کوئی نہیں ہے اور میں نے بھی حضرت علی کے بعد جا کے بیعت کر لی۔

مرتدوں کا زور بہت کچھ ٹوٹ گیا اور روز بروز ٹوٹتا جاتا ہے بڑے بڑے زبردست دشمن خاک میں مل گئے اور اُن کا قلع قمع ہو گیا۔ صرف چند منتشر قبائل باقی رہ گئے ہیں وہ بھی عنقریب مطیع ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ابوبکر صدیقؓ کے استقلال نے تمام مخالفتوں پر فتح پائی یا تو پہلے سب کہہ رہے تھے کہ ابوبکر کی ضد مصلحت کے خلاف ہے اور مرتدوں اور باغیوں سے تالیف قلوب کی کارروائی کرنی چاہیے۔ یا اب سب لوگ حیرت کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کس بہادری و استقلال سے ضلالت وارتداد کا مقابلہ کیا اور دین میں رخنہ نہ پڑنے دیا۔

اب میں ان تمام واقعات کو ترتیب سے بیان کرتا ہوں جن کا سلسلہ پہلے خطوں میں ناتمام رہا تھا۔ طلیحہ کی نسبت میں نے بتایا تھا کہ وہ شکست کھاتے ہی بھاگ کے شام میں ہو رہا۔ اب معتبر ذریعوں سے معلوم ہوا کہ وہ حدود شام ہی پر ہے۔ بنی کلب میں ٹھہرا ہوا ہے اور جب اُسے خبر پہنچی کہ قبائل بنی اسد و بنی غطفان مسلمان ہو گئے تو اس نے بھی کفر و طغیان سے توبہ کر کے دین اسلام قبول کر لیا۔

اس کے رفقا میں سے عیینہ بن حصین گرفتار کر کے ابوبکرؓ کے سامنے

لایا گیا جس وقت اس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں اور مدینے کی گلیوں میں گزر رہا تھا تو لڑکے چلا چلا کے کہتے "دشمن خدا تو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گیا؟" وہ بار بار اس کے جواب میں کہتا "خدا کی قسم میں ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی اس سے پہلے خدا پر ایمان نہیں لایا تھا۔ اس کے بعد ابوبکرؓ صدیق کے سامنے جب اس نے توبہ کی اور اظہارِ اسلام کیا تو انہوں نے اسکا قصور معاف کر دیا۔

مدعیہ نبوت سجاح تمیمیہ کے چلے جانے کے بعد جب خالد بن ولید یمامہ کے قریب جا پہنچے تو ان تمام لوگوں نے جو سجاح کے دین میں داخل ہوئے تھے۔ اس سے برگشتہ ہو ہو کے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر مالک بن نویرہ بہت پریشان ہوا۔ اپنے کئے پر پچھتایا اور حیران تھا کہ کیا کرے۔ وکیع وسماعہ بھی اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے اور فوراً انہوں نے نیک دلی سے ایمان قبول کر لیا اور اپنی قوم سے زکوٰۃ کی رقم وصول کر کے خالد کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ وہ وقت تھا جبکہ خالد بنی فزارہ بنی غطفان بنی اسد اور بنی طے کا فتنہ مٹا کے لبطاح کی طرف جا رہے تھے۔ مالک بن نویرہ لبطاح ہی میں تھا اور ایک گومگو کے عالم میں پڑا ہوا تھا۔

اس موقع پر خالد کے لشکر میں ایک نازک جھگڑا پیدا ہوا۔ ان کے ساتھ انصار کا بہت بڑا گروہ تھا۔ ان لوگوں نے کہا طلیحہ کی مہم فتح کر لینے کے بعد جب تک خود خلیفہ رسول اللہ ہم کو کوئی اور حکم نہ دیں ہمیں آگے نہ بڑھنا چاہیئے خالد نے کہا انہوں نے مجھکو آگے بڑھنے کا حکم دیا ہے۔ رہا یہ کہ اب کون مہم اختیار کی جائے۔ اس کا مجھے اختیار ہے۔ میں فوج کا سپہ سالار ہوں۔

اگر جنابِ خلافت مآب کو لکھا جائے تو وہاں سے بھی یقیناً یہی حکم آئے گا۔ جو میں کہتا ہوں۔ مگر ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہاں لکھیں اور جواب آئے اور فرض کرو کہ کسی امر کا بھی حکم نہ ملا ہو تو کیا ہمیں یہ اختیار نہیں ہے کہ جو کارروائی مناسب معلوم ہو اس کو اختیار کریں؟ میں تو اب مالک کی طرف بڑھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی میرے ساتھ اُدھر جائیں گے۔ حالانکہ ان میں سے کسی کو میں زبردستی نہیں لئے جاتا ہوں۔" یہ کہکر خالد نے ان لوگوں کو چھوڑ کر کوچ کردیا اور ان کے جانے کے بعد انصار اپنے فعل پر پچھتائے۔

بہر تقدیر خالد بطاح میں جا پہنچے مگر وہاں کوئی لشکر نہیں نظر آیا۔ اس لئے کہ مالک نے خود ہی اپنی فوج کو منتشر کر دیا تھا مگر اپنے قبیلے یعنی بنی یربوع کو (جو تمیموں کی ایک شاخ ہے) کسی جگہ جماؤ کرنے کی ممانعت کردی۔ اور ان سے کہا "ہم ایک امر کی جانب بلائے گئے جس کے قبول کرنے میں ہم نے دیر لگائی اور یہ ایسی غلطی تھی کہ ہمیں اب فلاح کی امید نہیں ہے میں نے اس معاملے میں بہت غور کیا۔ اور اب مجھے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم لڑائی سے بچیں اور جب ہم نہ لڑیں گے تو وہ لوگ بھی ہم سے نہ لڑیں گے ہذا تم سب لوگ چاروں طرف منتشر ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس کے بعد خالد پہنچے اور کسی کو مقابلے پر نہ پایا تو اطراف و جوانب میں فوجیں روانہ کیں۔ اور سب کو دین اسلام کی طرف بلانے لگے۔ پھر اپنے لوگوں میں یہ حکم جاری کیا کہ جو کوئی اسلام کو قبول کرے اس سے تعرض نہ کرو اور جو نہ مانے اُس سے لڑو۔ ابوبکر صدیقؓ نے روانہ کرتے وقت اُن سے

کہدیا تھا کہ تم جس جگہ جا کے اترو وہاں اذان دینا۔ اگر وہاں کے لوگ بھی اذان دیں تو اُن سے مزاحمت نہ کرنا اور اگر اُن سے اذان کی آواز نہ سننا تو لڑنا اور ان کو تاخت و تاراج کرنا۔ پھر جب وہ دعوتِ اسلام قبول کر لیں تو ان سے رقم زکوٰۃ طلب کرنا۔ اگر دینے کا اقرار کریں تو ان سے صلح کر لینا اور انکار کریں تو مقابلہ کرنا۔

خالد نے یہاں اطراف میں جو لشکر بھیجے ان میں سے ایک فوج میں ابو قتادہ الضاری بھی تھے۔ اس فوج میں مالک بن نویرہ بنی یربوع کے چند سواروں کے ساتھ خود ہی چلا آیا۔ مجاہدین اسلام نے اذان دی اور نماز پڑھی مگر مالک اور اس کے ہمراہیوں کی جانب سے نہ آذان کی آواز آئی اور نہ ان کو نماز پڑھتے دیکھا گیا۔ یہ دیکھکر سردار فوج اسلام نے حکم دیا کہ وہ سب گرفتار کر لئے جائیں۔ اب سب لوگ رات کو خالد کے پاس لائے گئے۔ جاڑوں کی ٹھنڈی رات تھی خالد نے حکم دیا کہ "دافئوا اسراکم" خالد کا مطلب تھا کہ اسیروں کو ٹھہراؤ۔ مگر لوگ بنی کنانہ کے محاورہ کے مطابق یہ مطلب سمجھے کہ اپنے اسیروں کو فنا کر دو۔ چنانچہ ضرار بن الازور نے ارشاد ہوتے ہی مالک بن نویرہ کو قتل کر ڈالا۔ خالد نے یہ حال سنا تو گھبرا کے خیمے سے باہر نکل آئے اور کہا "خدا کا جو ارادہ ہوتا ہے بے پورا ہوئے نہیں رہتا"۔ اس کے بعد خالد نے مالک بن نویرہ کی جورو اُم تمیم سے نکاح کر لیا۔

بعض لوگ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ مالک اور اس کے ہمراہیوں پر جب مسلمان رات کو حملہ آور ہوئے تو ان لوگوں نے کہا "ہم مسلمان ہیں"

کہا گیا: "مسلمان ہو تو ہتھیار ڈال دو۔ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے نماز بھی پڑھی لیکن اثنائے گفتگو میں مالک نے آنحضرت صلعم کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا کہ کیا تمہارے صاحب نے ایسا نہیں کیا ہے؟ خالد کو اس پر طیش آگیا اور کہا "کیا وہ تیرے صاحب نہیں ہیں؟" اور ساتھ ہی اس کا سر اڑا دیا۔

یہ خبر مدینے میں پہونچی تو عمر فاروق کو نہایت ہی ناگوار گذرا۔ اور انہوں نے ابوبکر صدیق سے جاکر کہا "خالد کی تلوار نے مسلمان کی جان لی"! ابوبکر پہلے تو ٹالتے رہے مگر جب بار بار انہوں نے یہی کہا تو ابوبکر صدیق نے فرمایا "خالد نے تاویل کی اور اُن سے غلطی یا غلط فہمی ہو گئی۔ لیکن تم خالد کی مخالفت سے باز آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جو تلوار کافروں پر بلند کی ہے۔ اُسکو میں نہیں روک سکتا"۔

اس کے بعد ابوبکرؓ نے خالد کو جوابدہی کے لئے مدینے میں بلوایا۔ وہ آئے۔ اور اس وضع سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے کہ ایک قبا پہنے تھے۔ اور عمامے میں کئی تیر گھسے ہوئے تھے۔ عمر ان کی صورت دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ پاس آئے۔ ان تیروں کو اپنے ہاتھ سے نوچ کے پھینک دیا اور کہا "تم نے ایک مسلمان کو مار ڈالا۔ اور اس کی جورو پر تصرف کیا۔ میں تم کو رجم کروں گا"۔ خالد نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ مگر دل میں خیال کیا کہ یہی رائے جو میری نسبت عمرؓ کی ہے ابوبکرؓ کی بھی ہوگی۔ ڈرتے ہوئے ابوبکرؓ کے سامنے گئے۔ مگر جب وہاں پہونچکر ساری سرگذشت بیان کی اور معذرت خواہ ہوئے تو ابوبکرؓ نے ان کا عذر قبول کر لیا اور قصور معاف کیا۔ لیکن اس نکاح پر اُن کو سرزنش کی جس کو اہلِ

عرب جنگ کے زمانے میں بہ کراہت گوارا کرتے تھے۔

دربار صدیقی سے مطمئن ہو کر خالد باہر نکلے تو عمر فاروق کو سامنے بیٹھے دیکھکر بلایا۔ وہ اُن کے چشم و ابرو سے سمجھ گئے کہ خلیفۂ رسول اللہ نے ان کا عذر قبول کر لیا۔ اس لئے کچھ نہ بولے۔ اور خاموش بیٹھے رہے۔

اس کے بعد مالک بن نویرہ کا بھائی اپنے بھائی کی خون بہا وصول کرنے کو مدینے میں آیا۔ اور درخواست کی کہ اُس کی قوم کے اسیر چھوڑ دیئے جائیں حضرت صدیق نے سب کو چھوڑ دیا۔ اور خزانہ خلافت سے خون بہا کی رقم ادا کر دی۔

اب ابوبکر صدیق نے خالد بن ولید کو بلا کے کہا "اب تم یمامہ میں حجر کیطرف جاؤ اور مسیلمۂ کذاب کے فتنہ کو دور کرو۔ جس نے بڑی آفت مچا رکھی ہے۔ اس سے پہلے ابوبکرؓ نے اس کے مقابلے پہ آگے عکرمہ بن ابی جہل کو اور ان کے پیچھے شرجیل بن حسنہ کو روانہ کیا تھا۔ عکرمہ جلدی جلدی کوچ کر کے مسیلمہ کے مقابلے پر پہنچ گئے فوراً لڑائی شروع کر دی اور اس لڑائی میں شکست کھائی۔ شرجیل یہ حال سنکر راستے ہی میں ٹھہر گئے اور عکرمہ نے اپنی شکست کا حال دربار خلافت میں لکھا۔ ابوبکر صدیق نے فوراً جواب لکھا کہ خبردار وہاں سے واپس نہ چلے آنا۔ ورنہ لوگوں کے دل کمزور پڑ جائیں گے۔ تم مسیلمہ کو چھوڑ کر حذیفہ اور عرفجہ کی طرف چلے جاؤ۔ اور اہل عمان و مہرہ سے مقابلہ کرو۔ پھر اس کے بعد یمن کی طرف کوچ کر کے یمن و حضرموت میں مہاجر سے جا ملنا۔" عکرمہ کو تو یہ حکم بھیجا اور اسی وقت شرجیل بن حسنہ کو لکھا کہ "میں خالد بن ولید کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ جب تک وہ پہنچیں تم جہاں ہو وہیں مقیم رہو۔ اس کے بعد جب مسیلمہ کی مہم سے فراغت ہو جائے

تو تم عمرو بن عاص سے جا ملنا. جو بنی قضاعہ کے مقابلے پر گئے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد جب خالد کو اس عظیم الشان مہم پر روانہ کیا تو بہت سی مہاجرین والضار ان کے ہمراہ گئے. گروہ الضار کے سردار ثابت بن قیس بن شماس تھے. اور مہاجرین کے سردار ابو حذیفہ اور زید بھی اور زید بن الخطاب. عمر فاروق کے بھائی ہمراہیان مسیلمہ کذاب یعنی بنی حنیفہ کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان میں چالیس ہزار نبرد آزما موجود تھے. شرجیل نے خالد کی روانگی کا حال سُنا تو ان سے پہلے ہی کوچ کر کے حملہ کر دیا اور لڑائی شروع کر دی خالد نے سنا تو اس پر انکو سرزنش کی ادھر ادھر ابو بکر صدیق نے یہ انتظام کیا کہ خالد کے بعد انکی کمک کے لئے سلیط کو بھی ایک لشکر کیا تھا روانہ کر دیا تا کہ کسی کو اسکا موقع نہ ملے کہ خالد کی پشت کی طرف سے آکے ان پر حملہ کرے۔

ابو بکر صدیق کا معمول ہے کہ اہل بدر کو لڑائی پر بہت کم بھیجتے ہیں اور اکثر کہا کرتے ہیں کہ خدا ان کے اسلحہ کی نسبت ان کے اعمالِ خیر کی برکت سے ہماری زیادہ مدد کیا کرتا ہے. مگر عمر فاروق اس کے خلاف ہیں ان کی رائے ہے کہ شرکار غزوۂ بدر ہی عساکر اسلام کے سپہ سالار مقرر کئے جایا کریں۔

مسیلمہ نے دعوائے نبوت کر کے اپنی چالاکیوں اور کرشمہ سازیوں سے عجب آفت مچا رکھی تھی. سجاح کے لشکر عظیم اور بنی تمیم کی زبردست بلا کو اس نے جس چالاکی سے دُور کیا. اس کا حال میں آپ کو بتا ہی چکا ہوں. اس نے مؤذن اور تکبیر کہنے والے سب مقرر کر رکھے تھے. عبداللہ بن نواجہ مؤذن تھا. حجیر بن عمیر تکبیر کہا کرتا تھا. وہ تکبیر میں کہتا: "اشہدان مسیلمہ یزعم انہ رسول اللہ" یعنی میں اقرار کرتا ہوں کہ مسیلمہ کے خیال میں ہے کہ وہ خدا کا رسول ہے. یہ سنکر مسیلمہ نے اس سے

کہا فصاحت کو ذرا زیادہ دخل دیا کرو اور صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ میں رسول اللہ ہوں؟ شک میں بھلائی نہیں ہے۔

وہ حضور سرورِ عالم کے جو واقعات سُن لیتا خود بھی ان کی نقل کرنے لگتا مگر اکثر انجام الٹا ہوا کرتا۔ اُس نے سنا کہ حضور رسول اللہ صلعم کے کلّی کر دینے سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا تھا۔ اپنے معتقدوں کے کنووں میں جا کے کلّی کی نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں جتنا پانی تھا وہ بھی جاتا رہا۔ باغوں میں حضور ختم الانبیا کی طرح اپنے ہاتھ سے درخت بٹھائے مگر سب خشک ہو گئے۔ دو ایک بچوں کے منہوں میں جناب رسولِ خدا کی طرح اپنے منہ سے کچلکر خرمے ڈالے اور اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرا۔ مگر برکت یہ ظاہر ہوئی کہ ان کی زبانوں میں لکنت پیدا ہو گئی اور سر گنجے ہو گئے۔

ان کے ہمراہیوں میں ایک معزز شخص تھا طلحہ نمیری۔ اس نے ایک دن آ کے اس سے کہا۔"اپنی نبوت کی کچھ شان تو بیان کیجئے"۔ بولا۔ "اندھیرے میں میرے پاس آنے والا (فرشتہ) آیا کرتا ہے"۔ اس نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم بالکل جھوٹے ہو۔ اور محمدؐ یقیناً سچے ہیں۔ مگر اس کو کیا کروں کہ مجھے بنی ربیعہ کا جھوٹا بنی مضر کے سچے سے زیادہ عزیز ہے"۔

مسیلمہ کے ہمراہیوں میں سب سے زیادہ مفسد و متفنی نہار الرجال بن عنفوہ نام ایک شخص تھا۔ یہ پہلے حضور سرورِ عالم کے رفقا میں تھا۔ آپ کے ساتھ اس نے ہجرت کی تھی۔ قرآن کی تعلیم پائی تھی۔ دین میں بصیرت حاصل کی تھی۔ اور آپ نے اس کو اپنی طرف سے معلم دین مقرر فرما کے اہل یمامہ

ہیں بھیجا تھا۔ یہ مسیلمہ کے فریب میں شریک ہو گیا۔ اور تمام بنی حنیفہ میں کھڑے ہو کے شہادت دی کہ رسول اللہ صلعم نے مسیلمہ کو اپنے ساتھ نبوت میں شریک بنایا۔ جس کی وجہ سے بنی حنیفہ کے حق میں وہ ایک فتنۂ عظیم بن گیا اور مسیلمہ کوئی کام بغیر اس سے مشورہ کئے نہیں کرتا تھا۔

بہرحال خالد بن ولید نے خاص اس کے علاقہ میں مقام عقربا میں پڑاؤ ڈالا۔ وہاں کے لوگ بھاگ کر مسیلمہ کے پاس پہنچے اور انہیں لشکرِ اسلام کے آنے کی خبر کی اور ان کی طرف سے ایک شریف و نامور سردار مجاعہ بن مرارہ تھوڑی سی فوج کے ساتھ نکلا اور بڑھ کر مسلمانوں کے قریب آیا۔ مسلمانوں نے اس کو اور اس کے تمام ہمراہیوں کو پکڑ لیا۔ ہمراہی جن کا شمار چالیس سے ساٹھ تک تھا قتل کر ڈالے گئے۔ مگر خود اس کو خالد نے زندہ رہنے دیا اور پابزنجیر اپنے ساتھ اور اپنی محترم بیوی کی نگرانی و حراست میں رکھا۔

اب مسیلمہ نے خود مقابلے کا انتظام کیا۔ مال و اسباب کو لشکر کے پیچھے رکھا۔ اور اس کے بیٹے شرجیل بن مسیلمہ نے بنی حنیفہ کے مجمع میں کھڑے ہو کے یہ غیرت و جوش دلانے والی تقریر کی کہ "لوگو لڑو۔ آج غیرت کا دن ہے۔ شکست ہوئی تو تمہاری بیویاں اور بیٹیاں لونڈیاں بنیں گی۔ اور جن کے نکاح میں ہیں ان کے پہلو سے نکل کر دوسروں کی حرمیں ہو جائیں گی۔ لہذا اپنے نسب کو یاد کرو اور اپنی عورتوں کو بچاؤ۔" بہرحال بنی حنیفہ جوش و خروش ہی آئے۔ اور لڑائی چھڑ گئی۔

اب نہایت ہی جوش و خروش سے لڑائی ہو رہی تھی۔ حق و باطل پوری قوت سے لڑ رہے تھے اور کوئی ہٹنے کا نام نہ لیتا تھا۔ بنی حنیفہ کی طرف سے

سب سے پہلا حملہ نہار الرجال نے کیا اور کمال پامردی سے مسلمانوں کی صفوں میں گھس پڑا۔ مگر حضرت عمر کے بھائی زید بن الخطاب نے مقابل ہو کے اس کا کام تمام کر دیا۔ نہار الرجال کے مارے جانے کے بعد مسیلمہ کے لوگ اور زیادہ سر بکف ہو کر لڑنے لگے۔ اب دونوں طرف کی فوجیں ایک میں مل گئیں تھیں اور کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے۔ اتنے میں بنی حنیفہ نے اس زور سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ سرداروں نے ہزاروں کا سنبھالا۔ مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی تھی۔ مہاجرین کے علم بردار عبداللہ بن حفص شہید ہو گئے۔ تب ابو حذیفہ کے غلام سالم نے بڑھ کے جھنڈا اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا۔ لوگوں نے کہا۔ جھنڈا تو اُٹھا لیا ہے مگر تم بھی مارے جاؤ گے۔ انہوں نے کہا:۔ اگر میں مارے جانے سے ڈرتا ہوں تو بہت ہی بُرا حامل قرآن ہوں۔" مگر باوجود افسران اسلام کی ان جانبازیوں کے مسلمان برابر پیچھے ہٹتے اور بھاگتے چلے جاتے تھے۔ اسوقت بنی حنیفہ نے موقعہ پا کر خاص خالد بن ولید کے خیمے پر حملہ کیا کہ اپنے قیدی سردار مجاعہ کو چھڑا لیں۔ دشمنوں کی یورش دیکھ کر خود خالد کو خیمہ چھوڑ کر ہٹ جانا پڑا اور وہ لوگ مجاعہ کے پاس پہونچ گئے۔ جہاں خالد کی محترم بیوی بھی موجود تھیں۔ حملہ آوروں نے ارادہ کیا کہ اس نیک خاتون کو مار ڈالیں۔ مگر مجاعہ نے اپنی شرافتِ نفس سے ان کو روکا اور کہا۔ ان کا میں ذمہ دار ہوں اور تم کو فقط مردوں سے تعلق رکھنا چاہیے۔ عورتوں کو قتل کرنا مردانگی نہیں ہے۔" اس کے بعد ان لوگوں نے خالد کا خیمہ طنابیں کاٹ کے گرا دیا اتنے میں مسلمانوں نے مرتب ہو کر پھر حملے شروع کئے اور خالد نے اس زور و شور

سے حملہ کیا کہ بنی حنیفہ مجاعہ کو اسی طرح پا بزنجیر چھوڑ کر بدحواسی کے ساتھ الٹے پھرے اور خالد ان کو بڑی دور تک پیچھے دھکیلتے چلے گئے۔

اب بنی حنیفہ نے پھر قدم جما لیا۔ اور قیامت خیز لڑائی ہونے لگی مسلمانوں کو ایسی سخت لڑائی اس سے پہلے کبھی نہیں پیش آئی تھی۔ اور سچ یہ ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلعم کو ایسے مصیبت و آزمائش کے دن سے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ سب کے سب مضطر و سراسیمہ تھے اور بار بار درگاہ رب العزت میں ہاتھ اُٹھا کے دعا کرتے تھے کہ خداوندا اپنی توحید اور اپنے دین برحق کی مدد کر۔ میدان جنگ کی یہ حالت تھی کہ کسی وقت معلوم ہوتا کہ مسلمان شکست کھا کے بھاگا ہی چاہتے ہیں اور کسی وقت یہ نظر آتا کہ بنی حنیفہ میں اب دم نہیں رہا پیٹھ دکھانے کو ہیں اسی دار و گیر میں لشکر مہاجرین کے دونوں سردار ابو حذیفہ اور زید بن الخطاب شہید ہو گئے اور ابو حذیفہ کے غلام سالم نے بھی فردوس بریں کی راہ لی جو مہاجروں کا علمبردار تھا۔ انصار کے سردار اور علمبردار ثابت بھی واصل بحق ہوئے مہاجرین و انصار دونوں میں سے بہت لوگ شہید ہوئے اور لڑائی کا وہی رنگ تھا۔

دونوں جانب کے لوگ کثرت سے مارے گئے۔ اور کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ کون زیادہ خسارے میں ہے۔ لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر خالد نے دل میں کہا۔ جب تک مسیلمہ زندہ موجود ہے اس کے لوگوں کو شکست نہ ہوگی۔ یہ سوچتے ہی انہوں نے اپنے چند رفقا کے ساتھ سر ہتھیلیوں پر رکھ کر حملہ کیا۔ اور "یا محمداہ" کے نعرے لگاتے ہوئے دشمنوں میں گھس پڑے جو سامنے آیا اُسے مار کے گرا دیا۔ مسیلمہ کے قریب پہونچ گئے۔ اور ان کا نام لے کے پکارا۔ اُس نے جواب دیا کہ "کیا

کہتے ہو میں موجود ہوں۔" خالد اور قریب پہنچے اور اپنی طرف سے چند ایسی شرائط صلح پیش کیں جو دشمنوں کے موافق تھیں۔ خالد ہر شرط کو پیش کرتے اور وہ ایک جانب منہ پھیر کے یعنی اپنے مشیر فرشتے سے پوچھ کے ہاں یا نہیں، جواب دیتا۔ ایک شرط پر جیسے ہی اس نے فرشتے سے مشورہ کرنے کے لئے منہ پھیرا خالد اُس پر جھپٹ پڑے اور وہ پیٹھ پھیر کے بھاگا۔ اس کے بھاگتے ہی ساتھ والوں کو بھی شکست ہو گئی۔ خالد نے پکار کے کہا "ابھی صلح کی شرطیں توطے ہو جانے دو۔ مگر بدحواسی میں کون سنتا ہے۔ بنی حنیفہ میں سے محکم نام ایک ان کے سردار نے غل مچا مچا کے اپنے مفرور لوگوں سے کہا "باغ میں۔ باغ میں۔" فوراً سب ایک باغ میں گھس گئے جو قریب تھا۔ اور اندر داخل ہوتے ہی کا پھاٹک بند کر لیا۔

مسلمانوں میں براء بن مالک کے بھائی اسد بن مالک کی یہ عجیب شان تھی کہ میدانِ جنگ میں قدم رکھتے ہی سر سے پاؤں تک کانپنے لگتے لوگ یہ دیکھ کے اُن پر چڑھ بیٹھتے۔ اور وہ لوگوں کے بوجھ سے دبکر پیشاب کرتے۔ اس کے بعد وہ سچ مچ شیر غراں بن جاتے۔ یہی واقعہ آج بھی پیش آیا پیشاب کرنے کے بعد وہ بنی حنیفہ میں خون کے دریا بہا رہے تھے کہ دشمنوں نے باغ میں گھس کر پھاٹک بند کر لیا۔ اور اسد نے چلا چلا کے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ مجھے کسی طرح اچھال کے باغ کے اندر ڈال دو۔" لوگوں نے کہا "یہ تو ہم سے نہ ہو گا۔" انہوں نے کہا "نہیں۔ تم سے ہو گا۔" یہ کہتے ہی انہوں نے جست کی اور ایک ہی جست میں دیوار کے اوپر تھے اور قبل اس کے

کہ باغ والے ان کی طرف رُخ کریں اندر پھاند پڑے۔ بنی حنیفہ نے اکیلا پاکے چاروں طرف سے نرغہ کیا۔ مگر وہ سب سے لڑتے بھڑتے پھاٹک کے پاس پہونچے اور اُسے کھول لیا۔ پھاٹک کھلتے ہی سارے مسلمان اندر گھس پڑے اور بنی حنیفہ پر مسلمانوں کی تلواریں قہر الٰہی کی بجلیاں گرانے لگیں۔

اب زور شور سے لڑائی ہو رہی تھی کہ یکایک ایک شخص نے گویا پردۂ غیب سے نمودار ہو کے مسیلمہ پر ایسا نیزہ مارا کہ وہ گر پڑا۔ ساتھ ہی ایک انصاری بزرگ نے جو قریب کھڑے تھے بڑھ کے جوش کے ساتھ اس پر ایسی بھرپور تلوار ماری کہ اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اتنے میں کسی نے جوش و خروش سے نعرہ مارا کہ "غلام حبشی نے مسیلمہ کو مار ڈالا" اور بنی حنیفہ اپنے پیغمبر کو خاک و خون میں غلطاں چھوڑ کے بھاگے۔ اب خالد کو جستجو ہوئی کہ مسیلمہ کا اصل قاتل کون ہے، تفتیش کے بعد ظاہر ہوا کہ یہ کارنمایاں جبیر بن معطم کے اسی حبشی غلام وحشی سے ظاہر ہوا جس نے غزوۂ اُحد میں سید الشہدا عم رسول اللہ صلعم حضرت امیر حمزہؓ کو دغا بازی سے شہید کیا تھا۔ اسی نے اس موقعہ پر مسیلمہ کی جان لی اور محض حسبۃً للہ اور اس اُمید پر کہ شاید یہ کام اس گزشتہ جرم کا کفارہ ہو سکے۔

لڑائی اب ختم ہو چکی تھی۔ بنی حنیفہ چاروں طرف بھاگ رہے تھے اور مسلمان ان کو رگید کے قتل کر رہے تھے۔ اس وقت خالد نے پابزنجیر مجاعہ کو اپنے ساتھ لیا۔ اور میدان جنگ میں گشت لگانے لگے جہاں چاروں طرف لاشیں بچھی ہوئی تھیں۔ محکم یمامہ کی لاش دیکھ کر خالد نے مجاعہ سے پوچھا۔ "تمہارا پیغمبر یہی ہے؟" محکم خوش رُو اور وجیہ تھا۔ اس وجہ سے خالد کو اسپر

مسیلمہ کا شبہ ہوا۔ مجاعہ نے کہا "یہ نہیں۔ یہ اس سے اچھا اور زیادہ معزز شخص ہے۔ یہ محکم ہے۔" اب خالد باغ کے اندر داخل ہوئے وہاں ایک شاندار لاش نظر آئی جس کے بال کچھ کھلے تھے اور کچھ بندھے ہوئے تھے۔ چہرہ زرد تھا اور سب سے الگ پڑی ہوئی تھی۔ اس کو دیکھتے ہی مجاعہ نے کہا "یہ ہے وہ شخص جس کے لئے آپ لوگ یہاں آئے ہیں اور اب آپ کو اس کے ہاتھ سے نجات مل گئی۔" خالد بولے "اسی نے تم کو خراب کیا!" محکم خلیفہ رسول اللہؐ کے بہادر فرزند اور اور اُم المومنین عائشہ صدیقہ کے سگے بھائی عبدالرحمٰن کے ہاتھ سے مارا گیا۔ انہوں نے اس کو دیکھا کہ بھاگتے پر بھی بنی حنیفہ کو اُبھارتا اور حوصلہ دلا دلا کے لڑاتا ہے۔ یہ دیکھتے ہی انہوں بڑھ کر اس کے حلقوم میں ایسا کاری نیزہ مارا کہ ذبح ہو کے گر پڑا اور تڑپ کے جان دیدی۔

جب لڑائی اور قتل و غارت کے جھگڑے ختم ہو چکے اور انتظام کا وقت آیا۔ تو مجاعہ نے کہا مسیلمہ کی مدد پر جلدی میں جو لوگ پہنچ سکے وہی آنے پائے ورنہ قلعوں میں فوج بھری ہوئی ہے اور ابھی کثرت سے لڑنے والے باقی ہیں اس بیان کو سچ خیال کر کے خالد نے ان شرائط پر اہل یمامہ کی جان بخشی کی کہ سب لوگ چھوڑ دیئے جائیں ان کے پاس جو کچھ سونا چاندی ہو اور جتنے اسلحہ ہوں سب لے لئے جائیں مگر دوسرے دن حال کھلا کہ مجاعہ کا فریب تھا۔ اس نے بنی حنیفہ کو اشارہ کر دیا تھا کہ تمام زن و مرد ہتھیار لگا کے اونچی بن جائیں اور عورتیں مردوں کی وضع سے بال کھول کر قلعہ کے برجوں اور بلندیوں پر چڑھ جائیں تاکہ دُور سے قلعہ سپاہیوں سے بھرا نظر آئے۔ خالد کو جب یہ حال معلوم ہوا

تو انہوں نے مجاعہ سے کہا۔ "تو نے مجھے فریب دیا" اس نے کہا۔ یہ میری قوم کا معاملہ تھا۔ فریب ہی سے ان کی جان بچ گئی تو مجھے غنیمت معلوم ہوتا ہے" خالد نے اس کا یہ عذر تسلیم کر لیا۔ اور وہی شرطیں برقرار رہیں۔

اس محشر خیز لڑائی میں اگرچہ خدا نے کامیاب کیا مگر مسلمانوں نے کوئی معمولی نقصان نہیں اُٹھایا۔ مدینہ طیبہ کے مہاجرین اور انصار میں سے ۳۶۰ بزرگان امّت واصل بہ حق ہوئے اور مہاجرین غیر مدینہ یعنی مکّے کے رہنے والوں میں سے ۳۰۰ صحابیوں نے شربت شہادت پیا۔ اور بڑے بڑے نامی گرامی صحابہ آخرت کو سدھارے۔ جن میں بہت سے بدری تھے بعض آغاز عہد نبوت کے رفقائے رسالت تھے خود خالد بن ولید کے چچازاد بھائی زبیر بن عوام کے سگے بھائی اور زید بن ثابت کے بھائی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس لڑائی کے یادگار واقعات میں سے ایک یہ ہے۔ کہ انصار کے سردار ثابت بن قیس کی ٹانگ کسی دشمن کی تلوار سے کٹ کر الگ ہو گئی تھی انہوں نے اپنی وہی کٹی ہوئی ٹانگ اُٹھا کر اس کو اس زور سے کھینچ ماری کہ چوٹ کھا کے گرا اور دم توڑ دیا اور اپنے قاتل کو اس طریقے سے قتل کر کے ثابت نے فردوس بریں کی راہ لی۔

بنی حنیفہ کے سات ہزار آدمی عقربار کے میدان میں سات ہزار باغ نے اندر اور اتنے ہی بھاگتے میں کل ۲۱ ہزار آدمی مارے گئے فتح کی خبر سننے کے بعد ابوبکر صدیق نے خالد کو لکھا تھا کہ ان مرتدوں میں جتنے بالغ اور کام کے آدمی ملیں سب قتل کئے جائیں۔ مگر خالد نے اس پر عمل نہیں کیا اور جو معاہدہ کر چکے تھے اس پر قائم رہے۔

عمر فاروق کے فرزند عبداللہ بن عمر بھی اس لڑائی میں موجود تھے گھر میں واپس آئے تو پدر بزرگوار نے کہا تیرے چچا زید مارے گئے اور تو زندہ واپس آیا! تو بھی کیوں نہ مر گیا! خبردار پھر مجھے اپنی صورت نہ دکھانا۔ عبداللہ نے کہا۔" ابا جان۔ چچا نے خدا سے شہادت کی تمنا کی اور خدا نے ان کی آرزو پوری کردی میری بھی یہی تمنا تھی۔ مگر خدا نے اس کو پورا نہ کیا تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟" اس جواب سے عمر فاروق کو تسلی ہوئی اور بیٹے کا قصور معاف کیا۔

یہ خط بہت طولانی ہو گیا اور واقعات کثرت سے باقی ہیں مگر مجھ میں اب لکھنے کی طاقت نہیں ہے۔ مہینہ بھر کے بعد دوسرا خط بھیجوں گا۔ اس میں وہ حالات بھی بتاؤں گا جو گزر چکے ہیں مگر لکھنے سے رہ گئے۔ والسلام

خاکپائے رسول آخر الزماں سلمان۔

اس خط کے مضمون اور ان واقعات سے واقف ہو کر استفانوس اور سفانہ بہت خوش ہوئے اور استفانوس نے جوش کے لہجے میں کہا:" میں نہ کہتا تھا کہ ولی بحیرا کی پیشین گوئی غلط نہیں ہو سکتی؟"

سفانہ۔ بیشک بارہا آپ نے یہ فرمایا ہے مگر میں تو کہتی ہوں کہ ولی بحیرا کا کہنا چاہے پورا ہو یا نہ ہو حضور رسول آخر الزماں نے جو فرمایا ہے وہ بے ہوئے نہیں رہ سکتا

استفانوس:" یقیناً جب ولی بحیرا کا کہنا پورا ہو جاتا ہے تو حضرت رسول اکرم کا ارشاد کیسے پورا نہ ہوگا۔ ان کا مرتبہ تو سب سے بڑا ہے۔ مگر آپ دیکھیے کہ سارے قبائل عرب کے بگڑ کھڑے ہونے سے لوگ کسقدر گھبرا گئے؟ اور کیسے کیسے لوگوں کے قدم کو لغزش ہونے لگی تھی؟"

سفانہ:۔ خدا تعالیٰ جزائے خیر دے خلیفۂ رسول اللہ صدیق اکبر کو کہ انہوں نے اسلام کی بات رکھ لی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ رسول کو اس تھوڑی مدت میں جتنی کامیابیاں حاصل ہوئیں ان میں سے بہت سی ابھی ہم کو نہیں معلوم ہوئیں"۔

استفانوس:۔ "یہ تو جناب سلمان خود ہی لکھتے ہیں مگر بیچارے کیا کریں۔ بڑھاپے اور بیماری نے اتنا کمزور کر دیا ہے کہ تھک گئے اور زیادہ نہ لکھ سکے"۔

سفانہ:۔ "پھر بھی انہوں نے بہت لکھا۔ اب مہینہ بھر کے بعد ان کا خط آئے گا۔ دیکھئے مسلمان اِدھر کا کب رُخ کرتے ہیں؟ مگر اس خط سے مجھے سیدۃ النسار فاطمہ زہرا کی وفات کا بیحد صدمہ ہوا۔ ان کو اپنے پاس بلا کر خدا نے دنیا پر سے اپنی بہت بڑی برکت اُٹھا لی۔ جنّت کی عورتوں کی تو وہ سردار ہی ہیں۔ مگر افسوس دنیا کی مسلمان بیویوں کو بے سر کر گئیں"۔

استفانوس:۔ جس طرح قیامت تک مسلمانوں کو ان کی برکتوں سے محروم ہو جانے کا صدمہ نہ بھولے گا۔ اسی طرح یہ واقعہ بھی قیامت تک یاد رہیگا کہ ان کے شوہر حضرت علی مرتضیٰؑ نے ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کو خلیفۂ برحق تسلیم کر لیا اور اسلام کے لیے جو سب سے بڑا خطرہ اور اندیشہ تھا دور ہو گیا۔

سفانہ:۔ حقیقت میں یہ بہت اچھا ہوا۔ اب ان لوگوں کو فتنہ انگیزی کا موقع نہ ملے گا۔ جو حضرت علی کو اُبھار کے لڑانا اور اسلام کے اتحاد میں خلل انداز ہونا چاہتے تھے خدا کرے اب مسلمانوں کو سرزمین عرب کے تمام جھگڑوں سے نجات ملجائے! اتحاد و یکجہتی کے ساتھ علم توحید ہاتھ میں لیکر عرب کے باہر نکلیں اور روم و عجم کی اصلاح کریں جہاں باہمی تعصبات نے حق کو باطل پر غالب کر رکھا ہے۔

اِن باتوں کے بعد استفانوس اور اس کی خانقاہ والے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے اور حضرت سلمان کے بعد والے خط کے لئے دن گنے جانے لگے۔ اس اثنا میں بعض طائی مخبروں نے آ کے مسلمہ کی ہلاکت اور بنی طے اور بنی اسد کے پھر پیرو اسلام ہونے کے واقعات شرح و بسط سے بتلائے اور ان سے یہ بھی پتہ چلا کہ مرتد اور باغیانِ عرب کے بہت سے مفرورین ارض شام میں آ آ کر پناہ گزین ہوئے ہیں۔ خصوصاً شمالی عرب کے بنی غسّان ان کو اپنے یہاں پناہ دے رہے ہیں جو ابتک دین مسیحی اور سلطنت روم کی غلامی کا دم بھر رہے ہیں اس کے ساتھ ہی یہ سنکر انہیں بڑا لطف آیا کہ طلیحہ جو رسولِ خدا ہونے کا دعویدار تھا مسلمانوں سے شکست کھا کے بھاگا تھا اور بنی کلب میں پناہ گزیں تھا بنی اسد اور بنی طے کے پھر مسلمان ہونے کا حال سنکر مسلمان ہو گیا اور اپنی وحیوں پر خط نسخ پھیر کے حضرت رسولِ آخر الزماں کی وحیوں پر ایمان لایا ہے۔

آخر خدا خدا کر کے مہینہ گزر گیا۔ اور ایک دن شام کو ایک طائی ناقہ سوار حضرت سلمان کا چھبیسواں خط لیکر آیا۔ نامہ بر کی صورت دیکھتے ہی اُس کے آگے شوق کی آنکھیں بچھ گئیں۔ فوراً استفانوس نے اپنے حجرے سے نکلکر بہ کمالِ ادب تعظیم اس کے ہاتھ سے خط لیا۔ اور اسی وقت سفانہ کے پاس آ کر سُنانا شروع کیا جو حسبِ ذیل تھا۔

جناب سلمان کا چھبیسواں خط

از جانب امیدوارِ رحمت و غفران سلمان بخدمت ہدایت مانوس استفانوس بعد حمد خداوند دو عالم و نعت رسول اکرم عرض ہے کہ الحمدللہ دینِ الٰہی بر سرِ اوج ہے

اور ضلالت کیش مرتدوں کو یوماً فیوماً معلوم ہوتا جاتا ہے کہ وہ کیسی غلطی پر تھے
جن لوگوں نے حضور سرورِ عالم کی نقالی کرنے کے لئے دعوے نبوت کیا تھا۔
کہتے تھے کہ فرشتہ ان پر وحی آسمانی لاتا ہے اور اپنی مصنوعی وحی کی آیتیں
سنا سنا کے لوگوں کو گمراہ کرتے تھے۔ ان کا پتہ نہیں۔ مارے گئے۔ بھاگ گئے
اور بعض پھر مسلمان ہو گئے۔ اب ان پیرو اُن کو لعنت ملامت کرتے ہیں
اور وہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ان کی وحیوں کے ساتھ دنیا مسخر کر رہی ہے اور
وہ ندامت سے سر اُٹھانا کیسا کسی کو اپنی منحوس صورت بھی نہیں دکھا سکتے

آج میں بعض ایسے واقعات بتاؤں گا جن سے آپ کو نظر آئیگا کہ جیسے
معجزات حضور رسول اکرم سے ظاہر ہوا کرتے تھے ویسے ہی کرامات اور واقعات
خوارق عادات سچے مومنوں کے ذریعے سے بھی کبھی نمایاں ہو جایا کرتے ہیں
میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ابو بکر صدیق نے ایک جھنڈا دیکر علاء بن الحضرمی کو
بحرین کی طرف روانہ کیا تھا۔ اب ان کی مہم چونکہ پوری ہو گئی اس لئے میں
بحرین کے مختصر ابتدائی حالات بتا کر بیان کرتا ہوں کہ علاء نے جو نہایت ہی
نیک نفس اور سچے ولی اللہ ہیں وہاں پہنچکے کیا کیا اور کیونکر کامیاب ہوئے۔

اِس سرزمین کے ممتاز و معزز لوگوں میں سے جارود بن معلی عبدی حضور
سرورِ عالم کے عہد میمنت عہد میں حاضر مدینہ ہو کر ایمان لائے تھے۔ عقائد
دین کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اور آپ نے ان کو بنی عبد القیس کا سردار مقرر
فرما کر واپس بھیجا تھا کہ اپنے اس قبیلے کے لوگوں کو بھی پیرو حق اور سچا دیندار
بنا دیں۔ وہ بنی عبد القیس میں تلقین دین کر رہے تھے کہ حضرت رسول خدا

نے اعلیٰ علیین کی راہ لی۔ بحرین کا حاکم ان دنوں منذر بن ساوی تھا اور وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ آپ کی وفات کے چندہی روز بعد وہ بھی دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اور اس کے مرتے ہی اہل بحرین میں ایک اضطراب پیدا ہوا جو اس نتیجے کو پہنچا کہ سب کے سب مرتد ہوگئے۔

مگر جارود نے یہ کارروائی کی کہ وفات سرور عالم کی خبر سنتے ہی اپنی قوم یعنی تمام بنی عبد القیس کو جمع کر لیا اور ان کے درمیان میں کھڑے ہو کر سب سے سوال کیا" جانتے ہو کہ قرون ماضیہ میں خدا کے بہت سے پیغمبر گزرے ہیں؟" سب نے کہا" ہاں جانتے ہیں"۔ پوچھا" تو پھر ان سب کا خاتمہ کیا ہوا؟ بولے یہ بھی جانتے ہیں۔ وہ سب مرگئے" اب انہوں نے کہا" تو پھر سنو اسی طرح ہمارے پیغمبر رسول آخرالزماں محمدؐ صلعم نے بھی سفر آخرت فرمایا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ" اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ"۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ سب دین اسلام پر قائم رہے اور یہ قبیلہ ارتداد کی شامت وضلالت سے بچ گیا۔

باقی تمام بنی ربیعہ جو ارض بحرین میں پھیلے ہوئے تھے سب مرتد ہوگئے اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اس ملک میں ہم منذر بن نعمان بن منذر کی حکومت پھر قائم کریں گے۔ منذر خود بھی مرتد ہوگیا جو اسلام قبول کر چکا تھا حطم بن ضبیعہ اور قبیلہ بکر بن وائل کا ایک گروہ اس کے ساتھ ہوا اور جب اس کے پاس بحرین کے تمام لوگ جمع ہوگئے تو اس نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ آگے بڑھ کر قطیف اور ہجر میں ٹھہرا اور اطراف وجوانب کے تمام لوگوں کو بہکا کے اپنے

ساتھ کرلیا۔ یہاں سے اس نے دو لشکر مرتب کئے۔ ایک شہر دارین میں بھیجا اور دوسرے کو مقام جوآثا کی طرف۔ جوآثا میں جارود اور ان کے ہمراہی مسلمان تھے جن کو ان مرتدوں نے محصور کر لیا۔ اور باہر کی رسد بالکل بند کردی۔ ان تھوڑے سے بیکس و بے دست و پا مسلمانوں کے حق میں یہ محاصرہ نہایت ہی سخت تھا۔ چنانچہ انہیں محصورین میں ایک بزرگ عبداللہ بن حذف تھے جو شاعر تھے انہوں نے اپنی مصیبت کے اظہار میں چند شعر کہے جو تمام مسلمانوں میں پھیل گئے۔ ان کا مضمون یہ تھا کہ "ابوبکرؓ اور جملہ جوانانِ مدینہ کو کوئی ہمارے حال کی خبر پہنچاوے اور پوچھے کہ تمہیں ان چند شریف لوگوں سے ہمدردی ہے جو جوآثا میں محصور بیٹھے ہیں؟ ان کے خون ہر راستے میں گویا آفتاب کی شعاعیں ہیں جن سے آنکھیں چکاچوندھ ہوجاتی ہیں۔ ہم نے خدا پر بھروسہ کیا اور دیکھ لیا کہ خدا پر بھروسہ کرنے والوں کو خدا کی مدد پہنچ ہی جاتی ہے"۔

آخر علاء بن حضرمی نے اس سرزمین میں اپنے لشکر جرار کے ساتھ پہنچکر ان مسلمانوں کو اس مصیبت سے نجات دلائی۔ ان کی مہم کی سرگزشت یہ ہے کہ مدینے سے چل کے یمامہ کے پہاڑوں میں پہنچے۔ یہاں ثمامہ بن آثال حنفی مسلمانانِ بنی حنیفہ کے ایک گروہ کے ساتھ ان سے آملے۔ پھر قیس بن عاصم منقری بھی اپنے گروہ کے ساتھ آگئے اور اس رقم زکوٰۃ کا معاوضہ لاکے پیش کیا جو انہوں نے وفات سرور عالم کے بعد لوگوں میں تقسیم کردی تھی پھر اور بہت سے سردار اپنی جمعیت کے ساتھ آئے کہ جو لشکر علاء کے ہمراہ تھا۔ اسکی تعداد دونی سے زیادہ ہوگئی۔

اس لشکرِ عظیم کو لیکر وہ آگے بڑھے تو رات ہوجانے کے باعث شہر دھناکے

اطراف میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اتفاقاً یہاں ایک ایسا اتفاق پیش آیا کہ تمام اونٹ جو ہمراہ تھے اور اسباب سے لدے ہوئے تھے بھڑک کر بھاگ گئے اور سارا اسباب اور پانی بھی لے گئے اب لوگوں کے پاس نہ کھانے کو کھانا تھا نہ پینے کو پانی۔ ہر شخص مضطرب بدحواس اور زندگی سے مایوس ہوتا بعض نے بعض کو وصیت بھی کر دی کہ ہمارے بعد یہ کرنا۔ علاء نے جو ہمراہیوں کی یہ حالت دیکھی تو ان کو بلا کے تسلی دی اور کہا۔ "تم لوگ اسقدر پریشان نہ ہو" لوگوں نے کہا پریشان کیسے نہ ہوں؟ صبحکو آفتاب نکلتے ہی ہم سب کا خاتمہ ہے۔ سب سے سب ہلاک ہوں گے اور ایک کا بھی جانبر ہونا دشوار ہے" علاء نے کہا۔ نہیں ڈرو نہیں تم مسلمان ہو خدا کی راہ میں نکلے ہو اور دین خدا کے انصار ہو۔ لہذا میں تم کو مژدہ سناتا ہوں کہ خدا کی قسم تم ذلیل و خوار نہ ہو گے"

اب صبح ہوئی سب نے نمازِ فجر ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی علاء بن حضرمی نے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور سب نے رقت قلب اور کمال خضوع و خشوع سے آمین کہنا شروع کی دعا مانگتے یا دیکھتے ہیں کہ تھوڑے فاصلے پر سامنے ایک تالاب ہے جس کا پانی لہریں لیتا نظر آرہا ہے۔ فوراً سب لوگ وہاں پہنچے۔ خوب سیر ہو کے پانی پیا۔ نہائے دھوئے۔ کپڑے دھوئے اور دن بھر اسی رحمتِ خداوندی سے لطف اُٹھاتے رہے۔ وہیں تھے اور دن ختم نہیں ہوا تھا کہ کیا دیکھتے ہیں چاروں طرف سے ان کے مفرور اونٹ اسی طرح سامان اور زاد راہ سے لدے پھندے آپ ہی آپ واپس چلے آرہے ہیں۔ کسی نے ان کے پکڑنے کی کوشش نہ کی اور وہ سب قریب آکے اطمینان سے بیٹھ گئے۔ آخر لوگوں نے اُٹھ کر ان

اونٹوں کو بھی اس تالاب میں پانی پلایا ابوہریرہ اس مہم میں علاء بن حضرمی کے ہمراہ تھے جنہوں نے یہ سب واقعات اپنے چشم دید بیان کئے۔

اب یہاں سے کوچ کر کے علاء خاص شہر ہجر میں اُترے ان مسلمانوں کو جو جواثا میں گھرے ہوئے تھے محاصرے کے عذاب سے نجات دلائی۔ اور جارود کے پاس کہلا بھیجا کہ تم اپنے قبیلے بنی عبدالقیس کے سپاہیوں کے ساتھ حطم کے مقابلے پر جا کے ٹھہرو۔ جو دشمنوں کا ایک نامور سردار تھا۔ اب مسلمانوں نے اپنی فوج کے گرد خندق کھود دیا۔ اُدھر کافروں نے بھی اپنے پڑاؤ کے گرد خندق کھودے مسلمان روز شام کو خندق کے پار ہو کر دشمنوں پر حملہ کرتے اور لڑ بھڑ کر واپس چلے آتے۔ کامل ایک مہینے تک یہی ہوتا رہا۔

ایک رات کو دشمنوں میں کچھ شور و غل سنا گیا۔ علاء نے کہا۔ کون خبر لائیگا کہ یہ کیسا غل ہے؟" عبداللہ بن حذف جن کے اشعار کا مضمون میں آپکو بتا چکا ہوں اگرچہ محصوری کی سخت تکلیفیں اُٹھا چکے تھے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ "میں اس کی خبر لاؤں گا"۔ علاء نے اجازت دی اور وہ دشمنوں کے خندق کے پاس کھڑے ہو کے دیکھنے لگے کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ اتفاقاً کسی کی نظر پڑ گئی۔ بہت سے دشمنوں نے زغہ کر کے انہیں پکڑ لیا۔ عبداللہ موصوف کی ماں بنی عجلان میں سے تھیں جن سے مقابلہ تھا اور ان کے ماموں ابجر اسی گروہ میں موجود تھے۔ جس نے ان کو اسیر کیا۔ اسیر ہوتے ہی قرابت کی امید پر انہوں نے نعرہ لگایا۔ "یا ابجراہ!" ابجر فوراً سامنے آیا اور انکو پہچان کر حال پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ حال کیا بتاؤں؟ بنی عجلان او بنی تیم اللات کے ہاتھ میں اسیر ہوں۔ ابجر

نے نورؔا اپنی قوم والوں کے پنجے سے نجات دلا کے انہیں اپنے ساتھ لیا اور کہا "تم بڑے بھانجے ہو اپنے ماموں کے پاس اسوقت رات کو اور اس شان سے آئے ہو" عبداللہ نے کہا "ملامت و سرزنش بعد میں کیجئے گا۔ اسوقت کچھ کھانے کو دیجئے بھوک سے لاچار ہو کے آیا ہوں"۔ انہوں نے کھانا کھلایا۔ کھانے پینے کے بعد انہوں نے کہا "اب زاد و راحلہ دلوایئے"۔ ابجرا کو یہ مشکل معلوم ہوتا تھا مگر یہ سالار فوج اور سارے لشکری شراب کے نشے میں مست اور غافل پڑے تھے۔ لہٰذا اس نے سواری کو اونٹ اور سامانِ سفر دے کر انہیں اپنے لشکر سے نکالدیا۔ یہاں سے چھوٹتے ہی عبداللہ بن خذف سیدھے علاء بن حضرمی کے پاس آئے اور بتایا کہ دشمنوں میں فقط اس بات کا شور و غل تھا کہ شراب پئے ہوئے بدمست تھے اور اسوقت سب مست و بیہوش پڑے ہوئے ہیں۔

یہ حال سنتے ہی علاء نے اسی وقت رات کے اندھیرے میں حملہ کر دیا اور قبل اس کے کہ کافروں کو خبر ہو مسلمان ان کے خندق میں داخل ہو کر تکبیر کے نعرے لگانے اور قتل کرنے لگے۔ مقابلہ کو کس کو ہوش تھا۔ سب بدحواسی کے ساتھ اُٹھ اٹھ کے بھاگنے لگے۔ اور مسلمانوں نے بے دریغ تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ انجام یہ ہوا کہ بہت سے بھاگ گئے۔ بہت سے بھاگنے میں مارے گئے۔ اور بہت سے پکڑ لئے گئے اور صبح کے وقت مسلمان ان کی لشکر گاہ پر قابض تھے۔ ابجر کو جان بچا کے بھاگنے کا موقع مل گیا۔ حطم مارا گیا۔ پہلے عفیف بن منذر تمیمی کی تلوار سے اس کی ٹانگ اڑگئی۔ اس کے بعد قیس بن عاصم کے وار نے اس کی زندگی کا چراغ گل کر دیا۔ منذر بن النعمان بن منذر گرفتار کر کے علاء کے سامنے لایا گیا۔ اس نے اسلام قبول کر کے اپنی جان بچائی۔ مگر ان سب سے بڑا سردار اعظم غلال جہازوں پر سوار ہو کے وا دین چلا گیا

جہانتک بغیر کشتیوں کے کوئی پہنچ نہ سکتا تھا۔ اسلئے کہ سمندر حائل تھا۔

علاء بن حضرمی نے یہ کارروائی کی کہ پہلے تو بنی بکر بن وائل کے دلدادہ توحید اور حق پرست سرداروں کو جن میں عنیبہ بن نہاس اور مثنیٰ بن حارثہ وغیرہ تھے۔ لکھا کہ ہر طرف مرتدوں اور شکست کھا کر بھاگنے والوں کی ناکہ بندی کردو اور جب یہ انتظام حسب دلخواہ ہو گیا تو سمندر کے کنارے پہنچے اور مسلمانوں سے کہا "میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ" اور جب دیکھا کہ لوگ صدق دل سے ساتھ دینے پر تیار ہیں تو کہا " اللہ جل شانہ نے خشکی میں تم کو اپنی ایک نشانی اور قدرت دکھا دی جس کا مقصد یہ تھا کہ تم سمندر کا بھی اندیشہ نہ کرو۔ اور اسے بلا تامل طے کر جاؤ" یہ کہتے ہی وہ پانی پر چل کھڑے ہوئے زبان سے کہتے جاتے تھے "یا ارحم الراحمین ۔ یا کریمُ ۔ یا حلیمُ یا احد یا صمدُ یا حییٌ یا محیی الموتٰی ۔ یا حی یا قیوم لا الٰہ الا انتُ یا ربنا" اور پانی پر پاؤں رکھتے جاتے تھے۔ ہمراہیوں کی زبان پر بھی یہی دعا تھی اور سب پا پیادہ سمندر پر اس طرح جا رہے تھے جس طرح کوئی لشکر ایک مسطح میدان کو طے کر رہا ہو۔ آخر سارے ہمراہیان علاء بن حضرمی مع گھوڑوں۔ خچروں۔ گدھوں اور اونٹوں کے گذر گئے اور گھوڑوں اور اونٹوں کے فقط سُم پانی میں ڈوبتے تھے۔ باقی جملہ جسم پر چھینٹ تک نہ پڑتی تھی۔ ساحل سے دارین تک ایک دن رات کا راستہ تھا جس کو پیغمبر خدا صلعم کے صحابیوں نے اسی شان سے طے کیا اور ساحل پر قدم رکھتے ہی دشمنوں پر جا پڑے۔ ان لوگوں کو اطمینان تھا کہ سمندر سے اُتر کے ہم تک کون پہنچ سکتا ہے؟ اب ہو بیکا یک عَلم توحید کو ایک کوکب ہدایت کی شان سے

چمکتے دیکھا تو حواس جاتے رہے۔ بھاگنے کا راستہ نہ تھا جان پر کھیل کے لڑنے لگے اور سخت لڑائی ہوئی۔ تھوڑی دیر میں کافروں کو شکست ہوئی اور بہت کثرت سے مارے گئے۔ فتح کے بعد مال غنیمت لوٹ کے اور عورتوں کو اسیر کر کے مسلمان اسی شان سے جزیرہ نمائے عرب میں واپس آئے جس طرح گہہ گئے تھے خشکی پر آ کے مژدہ فتح بارگاہ خلافت میں لکھا اور یہ معجزہ توحید سنکر مسلمانوں کے ایمان تازہ ہو گئے۔

یہ فاتحین بحر دواریں جب مدینہ طیبہ میں واپس آئے ہیں تو ان کے ساتھ ایک مسیحی راہب بھی تھا جس نے دین اسلام قبول کر لیا تھا جہاں لوگوں نے اس سے پوچھا "تمہارے اطمینان میں تو مسلمانوں نے خلل نہ ڈالا ہوگا۔ تم کیوں مسلمان ہو گئے؟ اس نے کہا۔ میں نے ایسی تین باتیں دیکھیں کہ مجھے اندیشہ ہوا اگر میں نے اس دین کو قبول نہ کیا تو میری صورت مسخ ہو جائے گی۔ پہلی بات تو یہ کہ صحرائے لق و دق میں جہاں رطوبت کا نام و نشان نہ تھا مسلمانوں کو پانی مل گیا۔ دوسری یہ کہ یہ لوگ نہایت ہی بے تکلفی کے ساتھ سمندر پر سے اس طرح گزر گئے جیسے کوئی خشک و سخت زمین پر گزرتا ہے تیسری یہ ہے کہ جس وقت یہ لوگ دریا پر جا رہے تھے میں نے آسمان سے ایک دعا سُنی جو مجھے یقین دلاتی تھی کہ یہ لوگ حق پر ہیں اور خود حق تعالیٰ انکا ممد و معاون ہے"۔

آجکل مسیحیوں میں طرح طرح کی کرامتیں مشہور ہیں اور ہر جگہ روحانی تصرفات کا چرچا ہے مگر ایسی کھلی نشانی اسوقت تک کسی نے نہ دیکھی ہے یہ سُنی ہے۔ استفانوس آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ نے پہلے ہی بحیرا مرحوم کی برکت سے حضور سرور عالم کے مرتبے کو پہچان لیا۔ مگر اب جو جو زمانہ گزرتا جاتا ہے۔ انوار قدس زیادہ آب و تاب سے چمکتے جاتے ہیں اور لوگوں کو معلوم ہوتا جاتا ہے کہ آپ کی ذات سے دنیا کو کتنی بڑی

نعمت عظمیٰ اور ابدالآباد تک قائم رہنے والی برکت حاصل ہو گئی میں اپنی زندگی کی اس گھڑی پر نازاں ہوں جب بچپن میں گھر چھوڑ کر حق کی تلاش میں نکلا تھا۔ اس جستجو میں بیسیوں ناکامیوں کے بعد جس انجام خیر کو پہنچا ہوں اُس پر خدا کا جس قدر شکر گزار ہوں کم ہے۔

انہیں دنوں ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ خالد کو اطلاع ملی بجیر کا بیٹا ربیعہ مرتدوں کے ایک گروہ کے ساتھ مقامات مضیح وحصید میں علم بغاوت بلند کر رہا ہے اور بجیر کی ناکامی نے بجائے اصلاح کے اس کو اور سرکش بنا دیا یہ سنتے ہی خالد خود ہی اس کے سر پر جا پہنچے مقابلہ کیا اور اسکو شکست دی۔ اس کا سامان لوٹ لیا اور اس کی بیٹی صہبا کو اسیر کر لیا۔ صہبا جب مال غنیمت کے ساتھ مدینے میں پہنچی تو ابوبکر صدیق کی فیاضی سے حضرت علیؓ مرتضیٰ کو مل گئی۔ اور ان کی حرم محترم بنی۔ بحرین سے قریب ہی عمان و مہرہ کے علاقے ہیں یہاں کے لوگ بھی مرتد ہو گئے تھے۔ عمان کے حکمران پہلے جیفر اور عیاذ تھے جو ایمان لا چکے تھے۔ اور دین توحید پر استقلال سے قائم تھے کہ یکایک آنحضرت کی وفات کی خبر پہنچی اور لقیط بن مالک ازدی جو ذوالتاج کے لقب سے مشہور تھا۔ اور عہد جاہلیت میں جلندی کے نام سے مشہور تھا اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں خدا کا پیغمبر ہوں عوام اس کے بہکانے میں ایسے آ گئے کہ جیفر اور عیاذ دونوں نے بھاگ کے پہاڑوں میں پناہ لی اور وہاں سے ابوبکر صدیق کو تمام حالات کی اطلاع دیکر مدد مانگی ان کا پیام پہنچتے ہی حضور جانشین رسالت نے حذیفہ بن محصن غطفانی کو جو بنی حمیر میں سے تھے اور عرفجہ بارقی کو جو بنی ازد میں سے تھے لشکر کے ساتھ روانہ کیا اول الذکر بزرگ کو عمان پر اور دوسرے صاحب کو مہرہ پر۔ دونوں نے پہلے عمان کے قریب پہنچکر جیفر کو اپنے آنے کی خبر کی۔ اور آگے کوچ کر کے عمان کے علاقے میں داخل ہو گئے۔

اس سے پہلے ابو بکر صدیق نے عکرمہ بن ابی جہل کو مسیلمہ سے شکست کھانے کے بعد لکھا تھا جیسا کہ میں آپکو بتا چکا ہوں کہ خبردار تم یہاں واپس نہ آنا بلکہ اُدھر ہی سے مع اپنی فوج کے عمان چلے جاؤ اور حذیفہ اور عرفجہ کی مدد کرو اور جب اس مہم سے فراغت ہو جائے تو جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے یمن چلے جانا۔ اس فرمان صدیقی کے مطابق عکرمہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ یہاں آ کے ان دونوں سرداروں سے مل گئے۔ ادھر عساکر اسلام کے آنے کا حال سنتے ہی جیفر اور عیاذ نے بھی اپنے گروہوں کے ساتھ آ کے شہر صحار میں پڑاؤ ڈالا۔ اور سرداران عساکر اسلام کو اپنے آنے کی خبر کی چنانچہ تینوں سردار عکرمہ حذیفہ اور عرفجہ بھی وہیں جا پہنچے اِدھر لقیط جلندی اپنے لشکر کے ساتھ بڑھ کر شہر دبا میں خیمہ زن ہوا۔

جیفر و عیاذ نے ان معززین عمان سے مراسلت کی جو جلندی کے ساتھ تھے اور ان کو توڑنا چاہا مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں ظاہر ہونے پایا تھا کہ لشکر اسلام بھی بڑھکر دبا میں جا پہنچا۔ اور جلندی کے مقابل صفیں مرتب کیں۔ لڑائی شروع ہو گئی اور بڑی سخت لڑائی ہوئی تھوڑی دیر کی میدان آرائی میں جلندی کا غلبہ ہوا اسکے ساتھیوں نے جان پر کھیل کے مسلمانوں کو ہر طرف دبانا اور پسپا کرنا شروع کیا۔ یہانتک کہ مسلمانوں کو اپنی حالت بہت ہی نازک اور خطرناک نظر آنے لگی۔ اور یقین ہو گیا کہ دشمن فتحیاب ہوا ہی چاہتے ہیں۔ عین اسی نازک حالت میں خریت بن راشد سردار بنی ناجیہ مسلمانوں کی مدد پر آ گیا ساتھ ہی سیحان بن صوحان سردار بنی عبد القیس بھی حق کی تائید پر آ پہنچا۔ اُن کے ماسوا اور بھی کئی فوجیں مسلمانوں کی کمک پر آ گئیں اور ایک بیک میدان کا رنگ بدل گیا۔ یا تو مسلمان پسپا ہو رہے تھے یا اب مرتد پیچھے ہٹنے اور بدحواس

ہونے لگے۔ یہ دیکھکر سرداران اسلام نے تکبیر کے نعرے لگا لگا کے ایسے زور شور سے حملے کئے کہ کافروں کے قدم اکھڑ گئے۔ بدحواسی کے ساتھ بھاگے۔ اور فتحیابوں نے تعاقب میں انکا قلع قمع کرنا شروع کیا۔ دس ہزار مرتد مارے گئے اور بہ افراط مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جو اطمینان ہوتے ہی باہم تقسیم کیا گیا۔ پانچواں حصہ جو خلافت کا حق تھا اس کو لیکر خود عرفجہ بارگاہ خلافت پناہ میں حاضر ہوئے اور مژدہ فتح کے ساتھ وہ دولت پیش کی۔ اِدھر حذیفہ عمان میں داخل ہو کر مفرور و مقتول مرتدوں کے مکانوں میں ٹھہرے۔

جب عمان فتح ہو گیا تو عکرمہ بن ابی جہل مع اپنے ہمراہی لشکر اور ان قبائل کے جنہوں نے معرکہ عمان میں نازک موقع پر مدد کی تھی جن میں ممتاز بنی ناجیہ بنی عبدالقیس بنی راسب اور بنی سعد تھے مہرہ کی طرف کوچ کیا۔ مہرہ میں باہم اختلاف پڑا ہوا تھا۔ اُن کے دو گروہ ہو گئے تھے ایک کا سردار سخریت تھا اور دوسرے کا سرگروہ مصبح تھا۔ زیادہ گروہ اسی کے ساتھ تھا۔ عکرمہ نے دونوں سے جدا جدا مراسلت کی اور دونوں کو دین اسلام کی طرف بلایا۔ سخریت نے انکی دعوت حق قبول کرلی اور فوراً اُنکے پاس آ کے مسلمان ہو گیا۔ مگر مصبح نے انکار کیا اور لڑنے پر آمادہ ہو گیا عکرمہ نے بھی لڑائی کا بندوبست کیا اور فوراً لڑائی چھڑ گئی۔ جسمیں سخت خونریزی کے بعد مرتدوں کو شکست ہوئی۔ مصبح مارا گیا اور مسلمانوں نے شکست خوردہ دشمنوں میں گھس کر خوب لوٹا مارا۔

اس کے بعد مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالکر نومسلم سخریت ہی کی زیرِ حفاظت ابوبکر صدیق کی خدمت میں بھیجا۔ اس فتح سے عکرمہ کی قوت بہت بڑھ گئی بڑا ساز و سامان ان کے قبضے میں آیا۔ اور ان کا لشکر نہایت ہی زبردست ہو گیا چند روز کے لئے وہ مہرہ

ہی میں ٹھہرے رہے جبکہ تمام لوگوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کر کے اسلام قبول کیا اور یہ سرزمین نجاست کفر و شرک سے پاک ہو گئی۔

اُدھر صنعا یمن سے بھی خبر آ گئی کہ عتاب بن اُسید کے بھائی خالد بن اُسید نے اپنے مسلمان رفیقوں کے ساتھ تہامہ میں پہنچکر وہاں کے مرتدوں پر جو بنی مدلج بنی خزاعہ اور بنی کنانہ کے لوگوں میں سے تھے حملہ کیا اور ان کا قلع وقمع کر دیا۔ اور اسود کے چند نام لیوا جو باقی تھے وہ بھی فنا ہو گئے۔ اِدھر طاہر ابن ابی ہالہ نے ان مرتدوں کو بڑی بھاری شکست دی جو احلاب میں جمع تھے اور لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ اس سرزمین پر دوسری جانب عثمان بن ربیعہ نے شنوہ میں پہنچکر حمیضہ نے ہمراہیوں کا استیصال کر دیا۔ جریر بن عبداللہ بجیلہ کے سرکشوں کی اصلاح کے لئے وہاں پہنچے تو کوئی زبردست حریف مقابلے پر نہیں آیا، سب منتشر ہو گئے۔ اور جو چند باغی متفرق طور پر ملے اُنکا انہوں نے قلع قمع کر دیا۔ اور سکے بعد حسب فرمان خلافت عکرمہ بن ابی جہل بھی یمن میں پہنچ گئے ان کے ہمراہ ان کا زبردست لشکر تھا۔ اسلام کی یہ قوت دیکھکر بنی نخع اور بنی حمیر نے کفر و ارتداد سے توبہ کر کے معافی مانگی۔ اِدھر عمرو بن معدی کرب بھی بھاگ کر روپوش ہو گیا اور آخر بغیر امان کا اقرار لئے مہاجر کے پاس حاضر ہو گیا۔ انہوں نے اس کو اور اس کے بعد قیس بن عبد یغوث کو بھی اسیر کر لیا جو سارے فسادوں اور ہنگاموں کی جڑ تھا۔ دونوں گرفتار ہوتے ہی ابوبکر صدیق کی خدمت میں بھیجدیئے گئے۔ حضرت جانشین رسول نے قیس کی صورت دیکھتے ہی فرمایا "تم نے بندگانِ خدا کو قتل کیا اور مسلمانوں کو چھوڑ کر مرتدوں میں پناہ لی۔" قیس نے کہا یہ مجھ پر اتہام ہے کہ میں نے داذویہ کو قتل کیا مجھے اس کے مارے جانے سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ اُس کا انکار کے باعث وہ قتل ہونے سے بچ گیا۔

اس کے بعد ابو بکر صدیق نے عمرو بن معدیکرب سے کہا "تم کو شرم نہیں آتی کہ روز شکست کھاتے اور اسیر ہوتے ہو؟ اگر دین الہٰی کی مدد کرتے تو خدا تمہارا مرتبہ بھی بلند کرتا"۔ عمرو نے جواب دیا کہ اب کی جو میں دین اسلام کو قبول کروں گا۔ تو پھر کبھی میرے قدم کو لغزش نہ ہوگی"۔ اس اُمید افزا وعدے کی بنیاد پر اس کی بھی جاں بخشی ہوئی اور دونوں مسلمان ہو کر اپنے گھروں میں واپس گئے۔

اُدھر مہاجر نے ان لوگوں کے اسیر کر لینے کے بعد اسود عنسی کے پیروؤں کا بالکل استیصال کر دیا۔ آخری جو چند لوگ رہ گئے تھے انہوں نے ہر کوشش میں عاجزانہ امان مانگی مگر وہ اس رعایت کے اہل نہیں سمجھے گئے۔ انجام یہ ہوا کہ اِدھر اُدھر بھاگتے پھرتے تھے اور جہاں جاتے مارے جاتے۔ یہاں تک کہ ان کا خاتمہ ہو گیا۔ اور مہاجر نے اپنی کارگزاریوں کا مفصل حال ابو بکر صدیق کو لکھ بھیجا۔

یمن کو کلیتہً مفتوح اور مرتدوں سے پاک کر کے عکرمہ علاقہ حضرموت میں پہنچے جہاں قلعہ بجیر میں بنی کندہ مع اپنے سردار اشعث کے محصور تھے۔ عکرمہ کے پہونچتے ہی محاصرے میں سختی ہوئی اور عکرمہ نے اپنے لشکر کی بہت سی ٹکڑیوں کو چاروں طرف گاؤں میں پھیلا دیا کہ سرکش بنی کندہ کے لوگ جہاں ملیں تہ تیغ ہوں، یہ حالات سن کر وہ لوگ قلعہ بجیر سے نکلکر صف آرا ہوئے مسلمانوں نے فوراً حملہ کر دیا اور اس لڑائی میں اُن کے لوگ اس کثرت سے مارے گئے کہ گھبرا کے بھاگے اور قلعہ میں گھس کر پھاٹک بند کر لئے۔ لیکن اب گو کہ قلعہ کے اندر تھے مگر سب کو زندگی سے یاس تھی اور انکے عمائد و روسا پر اضطراب کا عالم طاری تھا۔ یہ دیکھکر اشعث اپنے نو رفیقوں کے ساتھ قلعہ سے نکل کے مسلمانوں میں آیا اور امیر الجیش اسلام زیاد سے امان مانگی۔ زیاد نے امان دیدی اور

باہم یہ طے ہوا کہ مسلمان انکو اور انکے اہل و عیال کو امان دیں گے اور وہ لوگ قلعہ کے پھاٹک کھول کے اس پر مسلمانوں کا قبضہ کرا دیں گے ان شرائط کے زبانی طے ہو جانیکے بعد زیاد نے کہا "تم معاہدے کو لکھ لاؤ۔ میں اس پر دستخط کر دوں گا"۔ وہ معاہدہ کا مسودہ تیار کر رہا تھا کہ حجدم اس پر چھری لے کے جھپٹا اور کہا۔ معاہدہ لکھ کے مجھے جلدی دے ورنہ زندہ نہ چھوڑوں گا۔ اس نے گھبراہٹ اور جلدی میں معاہدہ لکھا تو امان پانیوالوں کی فہرست میں اپنے تمام رفقا کے نام لکھ دیئے مگر خود اپنا نام لکھنا بھول گیا اور دستخط کر کے دیدیا۔ اس کے بعد اس نے چپکے سے قلعہ کا پھاٹک کھول دیا۔ مسلمان اندر گھس پڑے اور مرتدوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ ان چند لوگوں کے سوا جنکو امان دی گئی تھی۔ جتنے لوگ مسلح اور مخالف ملے قتل کر ڈالے گئے۔ بچے اور عورتیں پکڑ لی گئیں اور مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

قلعہ کے فتح ہو جانے اور بخوبی امن قائم ہو نیکے کے بعد اشعث نے اپنے موعودہ حقوق حاصل کرنے کیلئے معاہدہ پیش کیا تو وہ خود اور تمام لوگ یہ دیکھکر حیران رہ گئے کہ معاہدے میں خود اس کا نام نہیں ہے۔ یہ دیکھ کے سپہ سالار اسلام مہاجر نے کہا۔ "الحمدللہ کہ او دشمن خدا خدا نے خود تیرا نام تجھے بھلا دیا۔ میری جیسی تمنا تھی کہ تو ذلیل و خوار ہو۔ خدا نے اس کا سامان کر دیا"۔ اس کے بعد انہوں نے ان تمام باتوں کی تعمیل کی جو معاہدہ میں درج تھیں۔ مگر خود اشعث کی مشکیں بندھوالیں۔ اب اکثر لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ اشعث کو گرفتار کر کے ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس بھیجا جائے اور اسکے معاملہ میں جو وہ مناسب سمجھیں گے فیصلہ کریں گے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بجیر پر جو محاصرے میں سختی ہوئی تو اشعث نکل کے مہاجر کے سامنے آیا اور اپنے لئے جان و مال کی امان مانگ کے خود ہی درخواست کی کہ مجھے آپ ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس بھیجدیں وہ جو فیصلہ مناسب سمجھیں گا صادر کرینگے اور اس کے معاوضے میں میں یہ کرونگا کہ

قلعہ کا پھاٹک کھول کے آپکو اندر داخل ہونیکا موقعہ دے دوں گا۔"

الغرض تمام اسیروں اور مالِ غنیمت کے ساتھ وہ دربار صدیقی میں حاضر کیا گیا مگر اُس کے اس غابازی کی حرکت سے اپنے پرائے سب اُس سے اسقدر ناراض تھے کہ راستے بھر تمام زن و مرد قیدی اور وہ مسلمان جنکی حراست میں جا رہے تھے سب اُسے گالیاں دیتے اور اسپر لعنت کی بوچھاڑ کرتے جاتے تھے۔ اس کی قوم کی عورتوں نے اس کا نام ہی "غدار" رکھ دیا تھا۔

مدینے میں پہنچکر جب وہ ابو بکرؓ صدیق کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے اُس سے پوچھا "تُو کیا سمجھتا ہی؟ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟" اُس نے کہا "مجھے کیا معلوم؟" فرمایا "ارادہ ہے کہ تجھے قتل کروں"۔ بولا "مگر یہ انصاف نہ ہوگا۔ میں وہ شخص ہوں جسنے اپنی قوم کو آپ کے ہاتھ بیچ ڈالا میرا خون آپ پر حلال نہیں ہو سکتا"۔ جناب صدیق نے کہا "یہ تحریر مہر ہوتے ہی مکمل ہو گئی۔ لیکن فقط ان لوگوں کے لئے جن کے نام اس تحریر میں درج ہیں تو اس سے پہلے بھی نالائق تھا۔ اب موت جو سامنے کھڑی نظر آئی تو باتیں بناتا ہے"۔ اس کے جواب میں وہ کہنے لگا "سنئے آپ کو مجھ میں کسی نیکی کا بھی خیال ہو تو مجھے چھوڑ دیجئے اور میرے ساتھ وہی سلوک کیجئے جو میرے سے لوگوں کے ساتھ کیا ہو اور میری بیوی کو بھی میرے سپرد کیجئے۔ میرے ساتھ ایسا سلوک ہوا تو دینداری میں آپ مجھے میرے ہموطنوں سے اچھا پائیں گے۔

اس نے جو اپنی بیوی کو مانگا اس کا واقعہ یہ ہی کہ خود ابو بکرؓ صدیق کی ہمشیر اُم فروہ اشعث کو بیاہی ہوئی تھیں۔ جب حضور سرور عالم کے عہد میں وہ اپنی بیوی کے لیجانے کو آیا تو آپ نے اُسے تنہا واپس کیا اور خیال فرمایا کہ بیوی کیلئے وہ پھر آئیگا۔ اس میں حضور رسالت مآب کی پیمبرانہ عاقبت اندیشی تھی کہ ایک دیندار

مومنہ اس کے ہاتھ میں پڑنے سے بچ گئی۔ اس لئے کہ آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی وہ مرتد ہو گیا لیکن اب اسکے دعاے پر پھر وکہ کے ابو بکر صدیق نے اس کی منکوحہ کو اس کے حوالے کر دیا اور وہ ایک مومن عبادت گزار بن کے مدینہ ہی میں اقامت گزیں ہو گیا۔

بس اسی پر عرب کے مرتدوں اور دین اسلام کے بیوقوف باغیوں اور اس عہد کے بنے ہوئے جھوٹے پیغمبروں کا قصہ ختم ہو گیا۔ اب کسی طرف نہ کوئی پیغمبری کا مدعی ہی نہ نئی شریعت لانیکا دعویدار۔ تمام قبائل عرب دیندار اور مطیع الاسلام ہیں اس کی تیاریاں ہو رہی ہیں کہ عساکر عرب جزیرہ عرب سے قدم باہر نکالکر غیر ملکوں پر حملہ کریں اور سچی توحید کو ان لوگوں میں پہنچا دیں جو انبیائے سلف کی تعلیموں کو بھول گئے ہیں اس لئے کہ دین اسلام نے خدا کی راہ میں جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض کر دیا ہے اور میں نے جہاں تک عرب کی حالت کا اندازہ کیا ہی لڑنا بھڑنا انکی سرشت میں داخل ہی اگر لڑائی کا کوئی مناسب موقع نہ بنایا گیا تو یہ آپس میں لڑنے لگیں گے اسلئے کہ انہیں بغیر لڑے بھڑے چین نہیں آتا۔

ابو بکر صدیق کا پہلا خیال یہی تھا کہ سب سے پہلے بنی غسان اور ارض فلسطین و شام پر حملہ ہو۔ اس لئے کہ حضور سرور عالم کے عہد میں دو بار ان لوگوں سے لڑائی ہو چکی تھی اور وفات کے وقت بھی آپ اسی ملک کی طرف اسامہ کی فوج کو روانہ فرما رہے تھے مگر اتفاق کی بات ہے کہ قدرتی طور پر مسلمانوں کی توجہ میرے وطن فارس کی طرف ہو گئی اور وجہ یہ ہوئی کہ بحرین و عمان کے مرتدوں کا استیصال ہونے کے بعد مثنیٰ بن حارثہ شیبانی نے جو عراق کے پڑوس میں رہتے ہیں۔ ابو بکر صدیق سے خود ہی درخواست کر کے عراق پر جہاد کرنے کی اجازت مانگی اور انہوں نے اجازت دیدی۔ مثنیٰ نے فوراً فوج کشی کر دی۔ اور ایک ایسی زبردست سلطنت سے لڑائی چھڑ گئی ہے کہ ابھی

اُمید نہیں کہ ابو بکر صُدیق کوئی مہم فتح شام کے لئے بھیج سکیں۔ سردست وہ ہمہ تن ایران کی لڑائی میں منہمک ہیں۔ چنانچہ اسی سال کے پہلے مہینے یعنی محرم میں انہوں نے خالد بن ولید کو لکھا کہ یمامہ کی مہم چونکہ ختم ہو چکی ہے لہٰذا تم اپنے لشکر کے ساتھ فوراً سرحد ایران پر جا کے مثنیٰ کی مدد کرو۔ جو ایرانیوں سے بر سر پیکار ہیں۔ اور ساتھ ہی عیاض بن غنم کو بھی اس طرف کوچ کرنے کا حکم دیا ہے۔

بہر حال ابھی آپ چند روز تک بُصریٰ میں خاموش بیٹھکر یہ دیکھیں کہ مجاہدین عرب اور حاملانِ لوائے توحید سرزمین عراق میں کیا کرتے ہیں۔ میں اس مہم کے حالات سے بھی آپکو برابر مطلع کرتا رہوں گا۔ لہٰذا میں اپنی اس تحریر کو ختم کرتا ہوں اور اس کے دو ماہ بعد میرا جو خط آپکو ملے گا۔ اس میں آپ جہادِ عجم کے مفصل و مشرح حالات پڑھیں گے۔ والسلام اُمیدوارِ رحمت خدائے گیہان۔ سلمانؓ

یہ خط نہ تھا ایک عمدہ ترین تہنیت نامہ تھا جس کو سُن کر استفانوس نے دیر تک ان واقعات کی مسرت پر غور کر کے کہا: "سفانہ دیکھو حضور سرورِ عالم کو دُنیا سے رخصت ہوئے ابھی پورا ایک سال نہیں ہوا مگر اسی ایک سال کے اندر سارے فتنے ایسے مٹ گئے کہ گویا تھے ہی نہیں۔

سفانہ: "جی ہاں۔ اور مسلمانوں کو اتنا بڑا اطمینان حاصل ہے کہ عرب کے بادیہ نشین ہزاروں برس کی زبردست دولت عجم سے جا ٹکرائے۔ یہ سب ابو بکر صُدیق کے استقلال کی برکتیں اور اُن کے انتظام کی خوبیاں ہیں۔"

استفانوس: "(جوش کے لہجے میں) ابو بکر کیا چیز ہیں یہ سب برکتیں حضرت رسالت کی سچی تعلیموں کی اور دین الٰہی کی حقانیت کی ہیں۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کو ابو بکرؓ اور

صحابہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ دین اسلام کر رہا ہی جو دنیا میں امن و امان قائم کرنے اور اہلِ عالم کو خدا پرست و حق شناس بنانے کے لئے آیا ہے۔"

سفانہ:۔ "بیشک. بیشک. آپکا فرمانا حق ہے مگر اب اسلام کے لئے نہایت سخت اور بہت نازک زمانہ درپیش ہے۔ دولت ساسانی کوئی معمولی سلطنت نہیں ہے اور اس سے لڑائی چھیڑ دینا نہایت ہی خطرناک ہے۔"

استفانوس:۔ "کچھ دشوار نہیں۔ فارس کے جن قصروں اور ایوانوں کو غزوۂ خندق میں حضور سرورِ عالم نے انوارِ رسالت میں ملاحظہ فرمایا تھا اُن کا اسلام کے قبضے میں آنا ضروری ہی۔ ہم آپ اب خاموش بیٹھکر غلبۂ اسلام کا تماشہ دیکھیں اور چند ہی روز میں معلوم ہو جائیگا کہ کیا ہونیوالا ہی۔ علاء حضرمی کا دشتِ بے گیاہ میں تالاب پیدا کر لینا اور سمندر کو ایک سطح میدان کی طرح عبور کر جانا ثابت کر رہا ہی کہ اس لشکر مجاہدین کے ساتھ خدا کی تمام قدرتیں اور قوتیں لشکر اسلام کے ساتھ ہیں اور فرشتے اِن حاملان لوائے توحید کے نقیب ہیں جو ہر دشمن و سرکش سے ڈانٹ کے "دور باش" کہدیتے ہیں۔

دو مہینے انتظار کی بیقراری و بیتابی میں گزرے لیکن اب وہ زمانہ آگیا تھا کہ دوست دشمن سب کی نگاہیں مسلمانوں کی نقل و حرکت پر لگی ہوئی تھیں اور بُصریٰ میں جتنے فرقوں اور مذہبوں کے پیرو اور ان کے مقتدا تھے سب ہی روز حدود و عراق و عجم اور اندرونی بلاد و عرب سے خبریں پہنچتیں اور ساری رعایا میں مشہور ہوتیں۔ غیر مسلم ان خبروں کو اگرچہ ناگواری سے سنتے مگر سب پر حق کی اسقدر ہیبت چھا گئی تھی کہ دشمن ہی عربوں کی بہادری و سبقت کو بڑھا بڑھا کے مبالغے کے ساتھ بیان کرنے اور جب وہ خبریں خانقاہ بحیرا میں پہنچتیں تو اگرچہ ان پر بھروسہ نہ کیا جاتا مگر سب

کی خوشی دوبالا ہو جاتی اور کوشش کرتے کہ مدینے سے بھی انکی تصدیق ہو جائے"۔
اسی حالت میں ایک روز خبر اڑی کہ خالد نے تاجدار آل ساسان کو گرفتار کر لیا اور اُسے مدینے میں پکڑے گئے۔ مسجد خانقاہ میں اس کی خوشی میں نماز شکرانہ پڑھی گئی اور استفانوس نے دعا مانگی کہ "بار الہٰا اس خبر کو تو سچ کر"۔ دوسرے ہی روز ایک ڈاکی نامہ بر حضرت سلمان فارسی کا خط لایا۔ جیسے ہی اس نے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے کہا کہ میں حضرت سلمان کا خط لایا ہوں"۔ ساری خانقاہ میں "مرحبا" کا غلغلہ بلند ہوا۔ سب نے اس کو اونٹ سے اپنے کندھوں پر اُتارا اور اس اونٹ کے قدم چومے جو خاک یثرب کو مس کرکے آیا تھا اور اُس کو اپنے کندھوں ہی پر سقانہ کے حجرے میں لے گئے۔ اور استفانوس نے اس سے خط لیکر پڑھنا شروع کیا جو حسب ذیل تھا۔

جناب سلمانؓ کا ستائیسواں خط

حضور سرور عالم کا ثنا خواں سلمان۔ چاک کن دلق سالوس برادرم استفانوس کی خدمت میں حمد حضرت سبحان و ثنائے رسول آخر الزماں کے بعد عرض کرتا ہے کہ اسلام و ایمان کا کوکب اقبال بفضل حضرت متعال و حدت رسالت کے عالم آرا جمال کے ساتھ بڑے زور و شور سے بت شکنی اور بیخ کنی شرک کا جلال دکھا رہا ہے
میں پہلی تحریر میں آپ کو مژدہ سُنا چکا ہوں کہ مملکت فارس پر مبلغان توحید کا حملہ شروع ہوگیا اور خالد بن ولید بارگاہ خلافت کا حکم پاتے ہی سرحد عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔ دو ہی مہینے کے بعد آپ کو یہ خوشخبری سناتا ہوں

کہ انکی تلوار عجب جلال و جبروت سے ارض عراق میں چمکی اور فتحوں کا سلسلہ جاری ہوگیا جو کسی طرح ایرانیوں کے روکے نہیں رکتا اگرچہ آپکی اسمیں کیسی قدر دشکنی ہوتی ہوگی کہ تبلیغ توحید کے لئے ایران کو شام و فلسطین سے مقدم سمجھا گیا مگر میں بہت ہی خوش ہوں کہ میرا وطن بہت جلد نجاست کفر و شرک سے پاک ہوجائیگا۔ اور محرمات ابدیہ کے حلال کر لینے کی شرمناک مصیبت دنیا سے دُور ہوا چاہتی ہے۔ خالد بن ولید کو حضرت رسول مقبول صلعم نے "سیف اللہ" یعنی "شمشیر الٰہی" کا خطاب فرمایا تھا۔ اب آپ دیکھیں کہ اس خطاب کی برکتیں کس شان اور کیسی آن بان سے ظاہر ہوکر دنیا پر اعجاز محمدی کا مستقل نقش بٹھاتی ہیں اور ایک پیغمبر کا خطاب دنیا میں کیسے کمالات دکھاتا ہے۔

الغرض اب آپ سنیں کہ خالد بن ولید یمامہ سے روانہ ہونے کے بعد پہلے عراق کی سرحدی شہروں مانقیا۔ بارو سما۔ اور لیس میں فروکش ہوئے۔ وہاں کے لوگوں نے فوراً حاضر ہوکر سر اطاعت جھکایا اور صلح کی درخواست کی۔ خالد نے انکی اطاعت کو اپنی مہم کا دیباچہ خیر تصور کرکے وہاں کے حاکم ابن سلوبہ سے دس ہزار دینار نذرانہ پر صلح کرلی۔ ان لوگوں سے یہ جزیہ وصول کرکے خالد آگے بڑھے اور خاص شہر حیرہ میں فروکش ہوئے جو تاجداران آل لعمان بن منذر کا مرکز حکومت رہ چکا ہے اور فی الحال ایک طائی سردار ایاس بن قبیصہ خسروان عجم کے والی کی حیثیت حکومت کر رہا ہے۔ وہ حیرہ کے عمائد اور تمام معزز سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ خالد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خالد نے مختصر الفاظ میں یہ شرطیں پیش کیں کہ ایمان لاؤ اور دین اسلام قبول کرو۔ یا جزیہ دو۔ اور ذلیل ہوکے رہو اور ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں

منظور ہے تو مقابلہ کرو۔ تلوار فیصلہ کرے گی۔ اور انجام میں ہتھیار اُٹھانے والے واجب القتل قرار پائیں گے۔ ایاس نے جزیہ قبول کر لیا اور نوّے ہزار ۹۰۰۰۰ درہم سالانہ جزیے پر صلح کر کے حیرہ اور اُس کا علاقہ اسلام کی حمایت و حفاظت میں لے لیا گیا۔ اور میرا خیال ہے کہ عربوں نے بہ برکتِ ذاتِ محمدی فارسیوں سے پہلے پہل اپنا حق تو آج سے تیس چالیس سال پیشتر معرکہ یوم ذی قار میں لیا تھا جو عہد جاہلیت عرب کی لڑائی خیال کی جاتی ہے اور پہلا جزیہ عجمیوں سے یہ حیرہ میں وصول کیا۔ اہلِ حیرہ کے مطیع ہوتے ہی اطراف و جوانب کے تمام گاؤں اور قصبات نے سر اطاعت خم کر کے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ اور آلِ نعمان کی ساری قلمرو صدیوں کے بعد دولتِ ساسانی کی غلامی سے آزاد ہو کر ملک عرب میں شامل ہوئی۔

فارس کی اس تبلیغی مہم کا خاکہ خود ابو بکر صدیقؓ نے بنا کے خالد کو حکم دیا تھا کہ تم شہر ابلہ کی طرف (جو حیرہ سے کہیں قریب ہی تھا) حملہ شروع کرو اور عیاض بن غنم کو لکھا تھا کہ تمہارا حملہ شہر مضیح کی طرف سے شروع ہو جو سرحدِ عراق کے زیادہ شمالی حصے میں ہے۔ ادھر سے قلمرو عراق میں داخل ہو کر برابر بڑھتے چلے جاؤ یہاں تک کہ خالد سے جا ملو۔ مثنیٰ بن حارثہ کو فارس پر حملہ کرنے کی پہلے اجازت مل گئی اور وہ لڑائی چھیڑ چکے تھے کہ خالد پہنچے اور ملک گیری شروع ہو گئی۔

ابو بکر صدیق نے اپنے دونوں فاتح عجم سپہ سالاروں کو اس بات کی بھی تاکید کر دی کہ اس لڑائی میں انہیں لوگوں سے کام لو جو مرتدوں سے لڑ رہے تھے مگر جو لوگ مرتد ہو گئے تھے اور مغلوب ہو کر پھر مسلمان ہوئے ہیں۔ ان میں

سے خبردار کوئی شخص تمہاری فوج میں نہ رہنے پائے۔ وفات سرور عالم کا حال سنتے ہی وہ باغی و مرتد ہو گئے تھے اور ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ ابھی اُن پر بھروسہ کیا جائے

دونوں نے ان احکام کی پابندی کی اور خالد نے اپنی زبردست مہم کے لئے بارگاہ خلافت سے مدد مانگی تو ابوبکر صدیقؓ نے قعقاع بن عمرو تمیمی کو تنِ تنہا خالد کی کمک پر روانہ کیا۔ وہ جا چکے تو بعض لوگوں نے جناب خلافت مآب سے حیرت کے لہجے میں کہا۔ خالد نے مدد مانگی اور آپ نے اکیلے ایک متنفس کو روانہ کیا ہے۔ فرمایا: اس پر تعجب نہ کرو۔ قعقاع وہ شخص ہیں کہ جس لشکر میں ان کا سا ایک جانباز ہو اس کو شکست نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح عیاض کی مدد پر ابوبکر صدیقؓ نے عبداللہ بن غوث حمیری کو بھیجا۔ پھر سرحدی عرب سرداران مثنیٰ۔ حرملہ۔ معذور اور سلمیٰ کو حکم بھیجا کہ تم سب مقام ابلہ میں خالد کے لشکر سے جا ملو۔ خالد بن ولید کے ہمراہ دس ہزار جنگجو بہادرانِ عرب پہلے سے تھے۔ اب مثنیٰ وغیرہ کے ہمراہ آٹھ ہزار سپاہی اور پہنچ گئے اور کل ۱۸ ہزار فوج اُنکے علم توحید کے نیچے جمع ہو گئی

اب خالد بن ولید نے اپنے لشکر کو تین حصوں پر تقسیم کر دیا اور ان تینوں حصوں کو جدا جدا راستوں سے بڑھایا۔ سب سے پہلے جو حصہ روانہ ہوا اس کے سردار مثنیٰ بن حارثہ ہیں۔ اس کے بعد والے حصے کے سردار عدی بن حاتم ہیں جن کے دینی خدمات کی بناء پر میں اُن کی بہن سفانہ کو مبارکباد دیتا ہوں اور تیسرے حصہ فوج کو لے کے خود خالد روانہ ہوئے۔ اور باہم قرار پا گیا کہ یہ تینوں لشکر جدا جدا راستوں سے روانہ ہو کر مقام حفیر میں ملجائیں۔ حفیر پہاڑوں کی ایک گھاٹی ہے جو فارس کی طرف جانے والی گھاٹیوں سے زیادہ بڑی اور سب سے

ہے کہ جو اس کی لذت سے آشنا ہوا پھر نہیں چھوڑ سکتا۔ اس کے بعد میں نے پوچھا اس سے غداری و عہد شکنی بھی کبھی ہوتی ہے۔ تم نے کہا نہیں۔ یہ بھی خاص سچے لوگوں کی شان اور پہچان ہے۔ لہذا اب سنو" اگر یہ سچ ہے جو تم کہہ رہے ہو تو یقین جانو کہ یہ میں جس پر میں قدم رکھے ہوں۔ اس کا بھی وہ مالک ہو جائے گا۔ کاش میں اس کے پاس ہوتا اور اس کے قدم دھوتا۔" خیر مجھے جو کچھ پوچھنا تھا پوچھا یا۔ اب تم لوگ آزاد ہو، جاؤ اپنا کام کرو۔"

اس ملاقات کے بعد ابوسفیان اور اس کے ہمراہی دربار قیصری سے نکلے میں تو کسی کے حواس بجا نہ تھے۔ دل میں کہہ رہے۔ تھے کہ رسول خدا نے کیا جادو کر دیا ہے کہ اتنا بڑا صاحب سطوت تاجدار جو قیصری تاج و تخت اور رومی عظمت و جبروت کا وارث ہے ان کے نام سے ڈرتا اور کانپتا ہے۔

ان لوگوں کے جانے کے بعد ہرقل نے وحیہ کو رخصت کیا اور خط اپنی معذرت ظاہر کر دی تھی۔ اس کے بعد مجھے حضرت رسالت کے اس خط کے پہنچنے کی کیفیت بھی معلوم ہو گئی جسے حاطب بن بلتعہ مصر میں شاہ مقوقس کے پاس لے گئے تھے۔ مقوقس نے بھی نامہ رسالت کو ادب و تعظیم سے لیا اور اگرچہ وہ بھی ہرقل کی طرح دین اسلام کو نہیں قبول کر سکا، مگر اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں وہ جناب رسول خدا کی عظمت مانتا ہے اس نے جواب میں بہت سے قیمتی ہدیوں کے ساتھ چار لونڈیاں آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجی ہیں اور کیا عجب کہ آئندہ مسلمان ہو جائے۔ ان دو خطوں کا حال تو مجھے خارجی ذریعوں سے یہاں معلوم ہو گیا۔ مگر دیگر فرمانرواؤں نے جو جواب دیئے ہوں۔ اُن سے آپ مجھے اطلاع دیجیئے گا۔ ہرقل کے کہنے سے پہلے ہی میرا خیال تھا کہ حضرت رسول آخر الزماںؐ

کی تبلیغ سارے عالم میں پہنچ جائے گی۔

میں تبلیغ کا کام کر رہا ہوں مگر افسوس بصریٰ میں ایسے متعصب مقتداؤں اور راہبوں کا مجمع ہے جن میں سے ہر ایک اپنا اثر بڑھانا چاہتا ہے اور اس دھن اور خود غرضی میں اُسے حق و باطل کا مطلق امتیاز نہیں باقی رہا ہے۔ یہ سب ایمان لائیں گے اس لئے کہ ہمارے مرحوم ولی بحیرا کی پیشین گوئی جھوٹی نہیں ہو سکتی مگر اس کی نہیں خبر کہ یہاں کے متعصب لوگوں کے حق پرست ہونے اور تبلیغ توحید کے قبول کرنے کے لئے خدا نے کونسا وقت مقرر کیا ہے۔ والسلام استفانوس

اس خط کو پڑھ کے حضرت سلمان بہت خوش ہوئے اور فکر ہوئی کہ کسی نامہ بر کے ذریعے سے حضرت سرور کائنات کے بعد کے حالات اور آپ کے دیگر خطوں کا جو انجام ہوا اُس سے استفانوس کو آگاہ کریں۔ مگر ان دنوں مدینے والوں کو باہر جانے کی اس قدر کم فرصت ملتی تھی کہ کوئی ارضِ شام کا جانے والا مشکل سے ملتا تھا۔ ۱۲ھ کے آخر ایام میں انہیں ایک غسانی عیسائی مل گیا۔ جو اسیر ہو کر آیا تھا اور دین اسلام قبول کرنے کے بعد آزاد ہو کے اپنے وطن جا رہا تھا۔ اس نے حضرت سلمان سے بصریٰ کی خانقاہ بحیرا کے مقتدا استفانوس کے مسلمان ہونے کا مژدہ سنا تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا۔ "میں اب جا کے وہیں قیام کروں گا۔ اس لئے کہ بنی غسان میں جو عیسائی ہیں۔ میرا نباہ نہ ہو سکے گا۔"

سلمان نے جو اس کی آمادگی دیکھی تو کہا "وہاں جانے کا ارادہ ہے تو میرا ایک خط لیتے جاؤ۔ میرے دوست استفانوس کو دیدینا۔" اس نے نہایت شوق سے خط لے جانے کا وعدہ کیا اور حضرت سلمان نے یہ خط اس کے حوالے کیا۔

ماہ بہ یعنی حضرت سلمانؓ کا چودھواں خط

میرے عزیز دوست! آپ کی تحریر سے قیصر روم کے جو حالات معلوم ہوئے انہوں نے ہمارے عقیدے کو اور زیادہ مضبوط کر دیا۔ اور اگرچہ رومیوں نے اپنے نیک دل بادشاہ کے کہنے پر عمل نہیں کیا اور قیصر پر تبلیغ رسالت کا بہ ظاہر کوئی اثر نہیں ہوا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ قیصر بڑا خوش نصیب اور صاحب اقبال ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کے نامۂ مبارک اور آپ کے ایلچی کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کیا کہ آپ کو صدمہ پہنچتا۔ اور آپ کی زبان مبارک سے کوئی ایسا کلمہ نکل جاتا جو اس کی تباہی و ادبار نصیبی کا باعث ہوتا۔ اس واقعہ سے مجھے یقین ہو گیا کہ قیصر کا اقبال دیرپا ہے اور یہ دولت و سلطنت مدت دراز تک قائم رہے گی۔

سب سے بڑا بدنصیب میرے وطن کا بے عقل بادشاہ خسرو پرویز تھا اس نے آپ کا خط پڑھتے ہی برہم ہو کے چاک کر ڈالا۔ اور کبر و نخوت کے جوش میں کہا "یہ شخص میرا غلام ہے اور مجھے ایسی بے ادبی سے خط لکھتا ہے؟" پھر اپنے والی یمن باذان کے نام حکم بھیجا کہ یہ شخص جو حجاز میں دعوائے نبوت کر رہا ہے اس کے پاس اپنے دو بہادر افسروں کو بھیجو۔ اور حکم دو کہ اس شخص کو پکڑ کر میرے پاس حاضر کریں۔ باذان نے اس حکم کے مطابق "بابوہ اور خرخسرہ نام اپنے دو سرداروں کو اپنا خط دے کے دربار رسالت میں بھیجا۔ اور اس خط میں آپ کو لکھا کہ" ان دونوں کے ساتھ آپ دربار خسروی عجم میں حاضر ہو جائیں۔"

ان دونوں عجمیوں کے روانہ ہونے کا حال قریش نے سنا تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "۔ اب ہمارے سر سے بلا دور ہو گئی شہنشاہ عجم کے ہاتھ سے ہمیں اپنا

بدلہ مل جائے گا"۔ ادہر وہ دونوں ایرانی مدینے میں آئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچے۔ ان دونوں کی داڑھیاں اور مونچھیں ایرانی رواج کے مطابق منڈی ہوئی تھیں، جو چیز عرب میں نہایت ہی نئی اور قابل نفرت تھی۔ آپ نے حیرت سے بار بار نظر اٹھا کے ان کی صورتیں دیکھیں اور فرمایا" کم بختو! داڑھی منڈانے کو تم سے کس نے کہا؟" انہوں نے کہا یہ ہمارے خداوند (شاہ ایران) کا حکم ہے"۔ آپ نے فرمایا۔" مگر میرے خداوند (خدا تعالیٰ) کا حکم ہے کہ داڑھی کو بڑھنے کیلئے چھوڑ دوں اور مونچھوں کو کٹوا دوں"۔ اب انہوں نے آنے کا سبب بیان کیا اور اس کے بعد کہنے لگے" آپ نے اس شہنشاہی فرمان خسروی کی تعمیل کی تو باذان حضور کسریٰ کی خدمت میں آپ کی سفارش کر دیں گے، اور اگر اس حکم کے بجا لانے میں تامل کیا تو حضور شہنشاہ آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو قتل کر ڈالیں گے"۔ آپ نے تامل کر کے فرمایا۔" اس وقت جاؤ، کل آنا میں جواب دوں گا"۔ وہ لوگ چلے گئے۔ اسی دن اللہ جل شانہ نے اپنے رسولؐ کو فرشتہ کے ذریعہ سے خبر دی کہ اس نے کسریٰ پرویز پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کیا جس نے اسے مار ڈالا۔ یہ معلوم ہوتے ہی آپ نے ان دونوں عجمی سرداروں کو بلوا کے فرمایا پرویز تو اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھ قتل ہوا۔ لہٰذا اب نہ وہ رہا اور نہ اس کا حکم باقی ہے مگر تم سن لو کہ میرا دین اور میری حکومت کسریٰ کے ملک میں پہنچ جائے گی۔ اور جہاں تک انسان کے قدم اور گھوڑوں کے سُم جاتے ہیں۔ وہاں تک کلمہ توحید کا نعرہ بھی پہنچ جائے گا۔ تم یہاں سے واپس جا کے باذان کو یہ میرا پیام پہنچا دو کہ دین اسلام قبول کر تا کہ میں تجھے تیری قوم کا سردار بنا دوں۔ اس کے بعد آپ نے خرخسرہ کو ایک گنگا جمنی ڈاب مرحمت فرمائی، جو کسی بادشاہ نے آپ کو ہدیتہ بھیجی تھی۔

زیادہ سخت دشوار گزار ہے۔ یہاں کا حاکم ایک معزز نامور فارسی سردار تھا۔ ہرمز نام جو خشکی میں عربوں سے اور براہ دریا اہل ہند سے برسرِ پیکار رہا کرتا تھا اسے جب خالد کے بڑھنے کی خبر پہنچی تو فوراً اس نے دارائے عجم خسرو اردشیر کو اطلاع کی، کہ مقابلے کے لئے سارا ملک تیار ہو جائے۔ اس لئے کہ عربی لشکر سرحد میں داخل ہو گیا اور وہ لوگ ہمارے تاج و تخت کے خواستگار ہیں۔ مگر چونکہ بہادر نبرد آزما سردار تھا۔ جتنی فوج فراہم ہو سکی اس کو اپنے پرچم کے نیچے جمع کر کے آگے بڑھا اور درۂ حفیر میں پہلے سے پہنچ کر ٹھہر گیا تاکہ عربوں کو اس میں سے نہ گزرنے دے۔ اسے اپنے جاسوں سے پتہ لگ گیا تھا کہ عرب اسی گھاٹی میں یکجا ہو کے پوری قوت سے حملہ کرنے والے ہیں۔ اس کے لشکر مقدمۃ الجیش کے سردار قباد اور انوشجان تھے جو فارسیوں میں نہایت معزز سمجھے جاتے اس لئے کہ خاص اردشیر بابکاں بانی دولت ساسانیہ کی نسل سے تھے۔ بہادرانِ عجم نے یہاں مجتمع ہو کر باہم معاہدے اور عہد و پیمان کئے کہ حمایت وطن میں جان دیدیں گے۔ مگر دشمنوں کو قدم آگے نہ بڑھانے دیں گے۔ چنانچہ اس عہد و پیمان نے عملی صورت یہ پیدا کی کہ دلاورانِ ایران زمین نے باہم ایک دوسروں کو زنجیروں سے باندھ لیا کہ اگر کوئی بھاگنا بھی چاہے تو نہ بھاگ سکے۔

اب یہ سب حالات خالد کو معلوم ہوئے اور انہوں نے ارادہ کیا کہ عجمی سپاہ جس گھاٹی میں جمع ہے اس کو چھوڑ کے اور سردارانِ ایران کو غافل رکھ کے کسی اور گھاٹی سے پار ہو جائیں چنانچہ وہ ایک اور گھاٹی کی طرف چلے مگر ہرمز کو بھی گھڑی گھڑی کی خبر پہنچتی رہتی تھی۔ خالد سے پہلے ہی زبردست لشکر کے ساتھ وہ

اس گھاٹی میں پہنچ گیا اور عربوں کا راستہ روک دیا۔

یہ عجمی سردار ایران کے تمام سپہ سالاروں سے زیادہ چالاک اور ہوشیار اور عربوں کی روک تھام میں سب سے زیادہ سخت تھا۔ اس کی کارروائیوں سے عرب نہایت ہی مشتعل تھے اور کسی کی مخالفت جوش کے ساتھ کرتے تو باتوں باتوں میں اکثر اس کی نسبت انکی زبان سے نکلجاتا کہ " اکفر من ہرمز "

اس گھاٹی کو بھی بند پاکر خالد ایک ایسے مقام میں جا کے خیمہ زن ہوئے جہاں پانی نہ میسر آسکتا تھا۔ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ آپ نے لشکر اسلام کے لئے اچھی جگہ چھانٹی جہاں پانی نہیں"۔ فرمایا پانی نہ ملنے پر جتنا صبر ہم کرسکتے ہیں اور پیاس کی جتنی برداشت ہم سے ہو سکتی ہے عجمیوں سے غیر ممکن ہے لہذا یہاں اسی میں ہماری جیت ہے۔ بہرحال مسلمانوں نے اونٹوں سے اسباب اتارا فروکش ہوئے اور خالد نے ایرانیوں سے مقابلہ شروع کر دیا۔

اب خدا کی قدرت دیکھئے کہ یکایک ابر کا ایک ٹکڑا آیا جو مسلمانوں کے لشکر کے پیچھے اُن کی خیمہ گاہ میں برسنے لگا۔ اور ان کے آگے جدھر ایرانی تھے میدان اسی طرح خشک پڑا رہا۔ مسلمانوں نے حسب ضرورت پانی بھر لیا اور اس تائید خداوندی سے اُن کے حوصلے بڑھ گئے۔

اب ہرمز میدان میں آیا۔ اپنی صفوں سے نکلکر گھوڑے کو ادھر اُدھر شانداری سے پھرایا اور خود خالد بن ولید کو اپنے مقابلے پر بلایا۔ مگر اپنی فوج میں کہہ آیا تھا کہ تم لوگ موقعہ دیکھکر فوراً آ پہنچنا اور غداری وغیرہ کا کچھ خیال نہ کرنا ہمیں جس طرح ممکن ہو فتح حاصل کرنا چاہیئے۔ خالد نے جو دیکھا کہ دشمنوں کا

سپہ سالار مجھے بُلا رہا ہے تو پیدل دوڑتے ہوئے اس کی طرف چلے۔ خالد کو
دیکھکر ہرمز گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اور دونوں ایک دوسرے پر حربے کرنے لگے
خالد کو حریف پر غالب دیکھ کے عجمی سپاہ کے لوگ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے
ہوئے چلے۔ مگر جب تک وہ پہنچیں پہنچیں خالد ہرمز کا کام تمام کر چکے تھے اور وہ
زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی قعقاع نے لشکر عجم پر تکبیر کے نعرے
بلند کر کے حملہ کر دیا اور ان لوگوں کو مار کے ہٹا دیا جو خالد کی طرف آ رہے تھے۔
توحید کے نعروں نے عجمیوں کے دل ہلا دیئے۔ سردار کے قتل ہو جانے نے حوصلے
پست کر دیئے اور قعقاع کے حملے نے قدم اکھاڑ دیئے۔ ایرانی بدحواسی کے
ساتھ بھاگے اور ان کے ساتھ قباد اور انوش جان بھی اپنی جان شیریں بچا کے
بھاگ گئے۔ بہت سا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اور ہرمز کے کپڑے اور
اسلحہ خاص خالد کو ملے۔ جن میں فقط اس کی ٹوپی ایک لاکھ درہم کی تھی۔ اور اس
کی وجہ یہ تھی کہ ہرمز ایران میں سب سے زیادہ معزز طبقے کے امرا میں تھا اور
اس رتبے کے امرا جو بہت بڑی عزتوں اور خطابوں سے سرفراز ہوتے معمولاً
ایک خاص قسم کی ٹوپی پہنا کرتے جو ایک لاکھ کی مالیت کی ہوا کرتی تھی۔

غنیمت کا پانچواں حصہ مژدۂ فتح کے ساتھ بارگاہ خلافت میں بھیجا گیا
اب خالد اپنی اقامت گاہ کو چھوڑ کے آگے بڑھے اور البصری کے بڑے پل والے
میدان میں فرد کش ہوئے اور مثنیٰ کو فارسیوں کے تعاقب میں روانہ کیا جنہوں
نے ایرانیوں کے پیچھے پیچھے جا کے ایک قلعے پر قبضہ کر لیا۔ جس کی قلعہ دار اور
مالک ایک عجمیہ خاتون تھی یہ نیک خاتون مسلمانوں کے پہنچتے ہی ایمان لے آئی

اور مسلمانوں نے اس کے قلعہ کا نام "حصن المرأۃ" یعنی عورت کا قلعہ رکھدیا کاشتکاروں اور عام رعایا سے خالد نے بالکل تعرض نہیں کیا۔ نہ ان کو لوٹا مارا نہ اُن کے کھیتوں کو پامال کیا۔ اور نہ اُن کے کام میں خلل انداز ہوئے جس کی وجہ سے ملک میں بخوبی امن و امان قائم رہا۔

ہرمُز دنیا سے رخصت ہو گیا مگر اس کی تحریر خسرو عجم اردشیر کے پاس پہنچی تو اس نے اپنے ایک نامی سردار قارن کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ہرمز کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ وہ مقام مدار تک پہنچا تھا کہ بقیۃ السیف مفرورین سپاہ عجم ملے اور ہرمز کے مارے جانے کی پردرد داستان سنائی۔ قارن نے ان سب کو اپنے ساتھ لیا۔ آگے بڑھا تو قباد اور انوش جان بھی اپنی جمعیتوں کے ساتھ ادھر سے آملے اور یہ زبردست لشکر جوئے ثنا کے کنارے خیمہ زن ہوا۔

خالد نے سُنا تو فوراً اُن لوگوں کے مقابلے پر پہنچے اور دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے مقابل لڑائی کے لئے صفیں باندھیں۔ یکایک قارن گھوڑے کو کُدا تا ہوا اپنی صفوں سے نکلا اور نعرۂ "ہل من مبارزٍ" بلند کیا کہ "کوئی ہے جو میرے مقابلے پر آئے" مسلمانوں کی طرف سے معقل بن اعشیٰ اس کے مقابلے پر نکلے اور دونوں نے کمال مشاقی و جانبازی سے ایک دوسرے پر وار کرنا شروع کئے۔ آخر قارن معقل کے ہاتھ سے مارا گیا۔

ادھر اسی میدان میں عاصم کے ہاتھ سے انوش جان نذر اجل ہوا۔ اور عدی بن حاتم کی تلوار نے قباد کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ یہ قارن دولت عجم کا نہایت ہی معزز و ممتاز اور سب سے بڑا سردار تھا اور اس کے بعد پھر کبھی مسلمانوں کے مقابلے

میں دولت عجم کا اس رتبے کا کوئی سردار نہیں آیا۔ اس لڑائی میں بھی ایرانیوں کو فاش شکست ہوئی اور وہ اپنی تیس ہزار لاشیں میدان میں چھوڑ کے بھاگے پھر اُنکے سوا بہت سے عجمی بھاگتے وقت دریا میں ڈوب ڈوب کے مر گئے۔ اور چونکہ راستے میں ندی حائل تھی، اس وجہ سے مسلمان ان کا تعاقب بھی نہ کر سکے۔

اس لڑائی میں بہت بڑی دولت مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ اس لئے کہ ایرانی لشکر بڑے ساز و سامان سے آیا تھا۔ پانچواں حصہ جدا کر کے مژدۂ فتح کر کے ساتھ جناب صدیق اکبر کی خدمت میں بھیجا گیا جس نے کسی عجمی کو مارا تھا اس کے کپڑے اسلحہ اسی کو ملے۔ بہت سے قیدی بھی مسلمانوں نے پکڑ لئے۔ لشکر کے ساتھ جو عورتیں تھیں وہ بھی اسیر کر لی گئیں اور اسی لڑائی کے اسیروں میں ایک حسنؒ بصری ہیں جو دین عیسوی کے پیرو ہیں۔

فتح کے بعد خالد نے اس علاقے کے بندوبست کی طرف توجہ کی۔ رعایا اور کاشتکاروں کا انتظام کیا۔ ان پر جزیہ تشخیص کیا گیا۔ سب ذمی قرار پائے۔ اور ان کی حفاظت، اعانت کا کام دولت خلافت نے اپنے ذمے لیا۔ حفاظت ملک کے لئے جو ضبطیہ فوج یعنی پولس کی جمعیت مقرر ہوئی: اس کا سردار خالد نے سعید ابن نعمان کو مقرر کیا۔ سوید بن مقرن مزنی محصل جزیہ یعنی کلکٹر مقرر ہوئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ پہاڑوں کی گھاٹیوں میں جا کے ٹھہریں۔ ان تمام انتظامات کے بعد خالد نے

عہ ابوالحسن بصری کا نام کون مسلمان نہیں جانتا۔ یہ دین اسلام قبول کر کے اپنے زہد و تقویٰ اور دینداری کی وجہ سے مسلمانوں میں نہایت ہی مقبول ہوئے اور مشائخ صوفیہ کے سلسلے کے ایک ولی کامل تسلیم کئے جاتے ہیں۔

اپنے مخبروں اور جاسوسوں کے ذریعے دشمنوں کی نقل و حرکت کا پتہ لگانا شروع کیا۔
اس شکست کا حال اردشیر نے سُنا تو زمین پر پاؤں کے نیچے سے نکل گئی نہایت ہی حیران ہوا۔ اور آخر اندرزغر نام اپنے ایک عراقی سپہ سالار کو مسلمانوں کی روک تھام پر مامور کیا اور اس کو آگے بڑھاتے ہی اس کے پیچھے دوسرے عجمی سردار بہمن جاذویہ کو ایک بڑے بھاری لشکر کے ساتھ روانہ کیا کہ اس کی کمک کرے اندرزغر نے کسکر کے علاقے میں بڑا عظیم الشان لشکر جمع کیا۔ سرحدی علاقوں کے عرب جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور مسلمانوں کے دشمن تھے وہ بھی اس علم ساسانی کے نیچے جمع ہوئے اور اس علاقے کے قریب قریب تمام زمیندار اور دہقان (چودہری) اس لشکر عجم میں شامل ہو گئے اور آخر سب نے بڑے کروفر اور جوش و خروش سے مقام ولجہ میں آ کے پڑاؤ ڈالا۔
خالد نہر ثنی کے کنارے تھے اس لشکر عجم کے آنے کا حال سُنا تو فوراً کوچ کر کے ولجہ میں پہنچ گئے اور دشمن کے مقابل صف آرا ہوئے یہاں خالد نے یہ کارروائی کی تھی کہ دونوں جانب بہت سی فوج کمین گاہوں میں چھپا کے بٹھا دی تھی اس کا انتظام مکمل ہوتے ہی خالد نے دشمنوں پر حملہ کیا۔ نہایت سخت لڑائی ہوئی اور ایسی کہ ایرانیوں کے مقابل اس سے پہلے مسلمانوں کو کبھی اتنا ضبط و تحمل نہیں دکھانا پڑا تھا۔ دونوں جانب کے سپہ گروں کی لڑتے لڑتے یہ حالت ہو گئی کہ اسلحہ جنگ چلاتے چلاتے ہاتھ شل ہو گئے اور دل میں کہہ رہے تھے کہ اب ہم میں صبر کی طاقت نہیں ہے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ خالد نے کمین گاہ والوں کو بہت دیر میں نکلنے کی اجازت دی۔ اس کے بعد یک بیک جو

دونوں پہلوؤں پر کمین گاہوں سے بہادرانِ اسلام تکبیروں کے نعرے لگاتے ہوئے نکلے تو عجمیوں کے حواس جاتے رہے اوران تازہ دل شہسواروں نے جیسے ہی حملہ کیا فارسیوں کے قدم اکھڑ گئے منتشر و بدحواس ہو کے بھاگے۔ خالد کے تدبر سے اس لڑائی کے میدان کا نقشہ کچھ ایسا واقعہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کی جو فوج کمین گاہ سے نکلی وہ ایرانیوں کی پشت پر آ کے پڑی۔ اور خالد انکے سامنے تھے۔ لہٰذا ان کے لئے بھاگنے کا راستہ بند تھا۔ گھبرا گھبرا کے چاروں طرف دیکھتے اور کسی طرف مفر نہ نظر آتا۔ اندرزغر اس شکست کے وقت اگرچہ کسی تدبیر سے نکل بھاگا۔ مگر بھاگنے سے فائدہ نہ ہوا اس لئے کہ ایسے صحرائے لق ودق اور دشت ناپیدا کنار میں جا پڑا کہ بھوکا پیاسا پیوند زمین ہو گیا۔

مفرور عربوں میں سے بجیر کے بیٹے جابر اور نیز عبد الاسود کے بیٹے کو جو بنی بکر بن وائل میں سے تھا۔ خالد نے گرفتار کر لیا۔ مسلمانوں کو یہ فتح عظیم جو ایرانیوں اور عربوں دونوں پر تھی۔ وفات سرور عالم کے گیارہ مہینے بعد صفر کے مہینے میں حاصل ہوئی فتح کے ساتھ ہی رعایا اور کاشتکاروں کو امان دیدی گئی اور لڑنے والے عجمیوں اور ان کے مددگاروں کی عورتیں فتحیابوں کی لونڈیاں بنیں اور سارے عراق میں توحیدِ الٰہی اور حقانیت نبوت کی ہیبت چھا گئی۔

اس شکست سے ایرانی قبائل عرب جو فارسیوں کی مدد پر تُلے تھے۔ خصوصًا بنی بکر بن وائل نہایت برافروختہ ہوئے۔ انہوں نے ایرانیوں سے مراسلت کر کے مدد طلب کی اور اپنا پورا گروہ جمع کر کے شہر لیس میں خیمہ زن ہوئے کہ مسلمانوں سے ایک فیصلہ کن لڑائی لڑ لیں۔ عبد الاسود عجلی جو بیٹے کی گرفتاری کے غم میں خون کے

آکسو روز رہا تھا سب کا سردار ہوا۔ اور نامورانِ بنی عجلان ۔عتبہ بن نہاس۔
سعید بن قرہ ۔ فرات بن حیان ۔ بذر عود بن عدی اور مثنی بن لاحق اس کی مدد کیلئے
ساتھ ہوئے اُدھر خسرو عجم اردشیر نے ان کی درخواست پہ اپنے نامور سپہ سالار
بہمن جاذویہ کو جو شہر قشی تاپا میں تھا حکم بھیجا کہ پورا عجمیوں کا ایک زبردست
لشکر جمع کرو۔ ان کو خوب مسلح و آراستہ کرو۔ اور کوشش کرو کہ وہ پوری شجاعت
اور حُسن تدبیر سے لڑیں ۔جب یہ پورا لشکر جمع اور آراستہ ہوئے تو مقام لیس
میں پہنچکر نصارائے عرب کی مدد کرو۔ وہ خود تو نہیں گیا مگر جابان نام ایک ایرانی سردار
کو زبردست لشکر کے ساتھ عربوں کی کمک پر بھیجدیا اور اس کو سمجھا دیا کہ تم اپنی طرف
سے لڑائی نہ چھیڑنا۔ نصارائے عرب لڑائی شروع کردیں تو موقع دیکھکر انکی مدد البتہ کرنا۔
یہ کارروائی کرکے بہمن جاذویہ بذات خود تاجدار عجم کے دربار میں حاضر ہوا
تاکہ بادشاہ سے مشورہ کرے کہ حملہ آور عربوں کی روک تھام کیلئے کیا تدبیر اختیار کیجائے مگر
دربار میں پہنچ کے معلوم ہوا کہ جانشین دیہیم خسروی بیمار ہے لہذا اس کی صحت کے انتظار
میں وہیں ٹھہر گیا۔
اُدھر جابان لیس میں پہنچا جہاں تمام نصرانی قبائل عرب بنی عجلان بنی تیم اللات
بنی ضبیعہ وغیرہ جمع تھے۔ خالد نے اس مادۂ فاسد کے مجتمع ہونے کا حال سنا تو ان کی
ان کی طرف بڑھے مگر انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کی مدد پر عجمی سپہ سالار جابان بھی آگیا
ہے۔ بہرحال خالد کے پہنچتے ہی لڑائی شروع ہوگئی اور دونوں طرف کے نامور جوہر شجاعت
دکھانے لگے۔ میدان کارزار کو گرم دیکھکر ایرانیوں نے جابان سے پوچھا "آپ کا کیا
حکم ہے ہم لڑائی میں شریک ہوں یا ابھی انتظار کریں؟" اس نے کہا "جہاں تک

ہے تم لڑائی میں تامل کرو۔ اب یہ لوگ دستر خوان بچھا کے کھانا کھانے لگے۔ ادھر میدان جنگ میں یہ ہوا کہ صفوف جنگ کے مرتب ہوتے ہی خالد نے میدان میں آ کے عبدالاسود بجیر ابن ابجر اور مالک بن قیس کو اپنے مقابلے پر بلایا۔ سب سے پہلے مالک نکل کے آیا۔ اور تھوڑی ہی دیر کی لڑائی میں خالد کے ہاتھ سے مارا گیا مالک کے قتل ہونے سے سارے دشمنوں کے دل دھڑکنے لگے اس لئے کہ وہ بڑا نامی گرامی شہسوار تھا۔

یہ خبر جابان کو اور عجمیوں کو کھانا کھانے میں پہنچی تو جابان نے ہمراہیوں سے کہا۔ لڑائی کے آغاز ہی میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ میرا دل گھبرا اٹھا۔ اب تم لوگ ایک کام کرو۔ جتنا کھانا تمہارے پاس ہے اس کو زہر ملا کے یہیں چھوڑ دو۔ اگر تم کو فتح ہوئی تو مضائقہ نہیں۔ اس کو پھینک دینا۔ لیکن اگر مسلمان غالب آئے تو آتے ہی یہ پکا پکایا کھانا کھانے لگیں گے۔ اور کھاتے ہی ہلاک ہوں گے۔ مگر عجمیوں نے نہ اُس کا خیال کیا اور نہ اس تجویز پر عمل کیا۔

اب لڑائی نہایت زور شور سے ہو رہی تھی اور سرکش قبائل عرب اسلئے استقلال سے قدم جمائے ہوئے تھے کہ وہ جابان اور ایرانیوں کے حملے کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے بھی نہایت ہی استقلال و پامردی سے کام لیا اور خالد نے جب دیکھا کہ دشمنوں کے پائے ثبات کو کسی طرح لغزش ہی نہیں ہوتی ہاتھ اٹھا کر درگاہ حضرت رب العزت میں عرض کیا خداوندا۔ اگر تو نے ان لوگوں کو شکست دی تو میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک بنے گا ان لوگوں کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ اور دریائے فرات کو جس کے کنارے شہر الیس آباد ہے جب خون سے

بہا دوں گا۔ تب چین لوں گا"۔ انکے ہاتھ دعا میں اُٹھے ہی ہوئے تھے کہ ایرانیوں کو شکست ہو گئی اور میدان کا یہ رنگ دیکھتے ہی خالد نے پکار پکار کے کہنا شروع کیا:۔
" قید کرو! قید کرو!! لیکن ہاں اگر قید نہ ہو سکیں تو قتل کرو"

اب مسلمانوں نے مفرور دشمنوں کو اسیر کر کر کے لانا شروع کیا اور خالد نے جلاد مقرر کر دیئے جو ان تمام لوگوں کو جو گرفتار ہو کے آتے بلا تامل قتل کر ڈالتے برابر ایک شبانہ روز تک یونہیں دشمن پکڑ پکڑ کے قتل کئے جاتے رہے۔ خالد بار بار دریا کو دیکھتے۔ مگر اس کے پانی کا وہی رنگ تھا جو پہلے تھا۔ آخر قعقاع وغیرہ سرداران عساکر اسلام نے خالد سے کہا:" ساری دنیا کے آدمیوں کو قتل کر ڈالئے گا تب بھی پانی کا یہی رنگ رہے گا۔ یہ نہ ہو گا کہ پانی کے عوض فرات میں خون بہنے لگے اب آپ کی قسم پوری ہونے کے لیۓ یہ کارروائی مناسب ہو گی کہ دریا کے کنارے جو خون پڑا ہوا ہے اُس پہ دریا کا پانی بہا دیجئے"۔ خالد نے یہی کیا اور یوں ان کی قسم پوری ہونے کے بعد قتل کی کارروائی موقوف ہوئی۔ اور اس وقت سے عربوں میں اس دریا کا نام نہر الدم" پڑ گیا۔ اس کے بعد خالد آگے بڑھے اور اس عجمی دستر خوان پر پہنچے۔ مسلمانوں نے اچھے اور لذیذ کھانے سیر ہو کے کھائے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عربوں نے چپاتیوں کی صورت دیکھی جن کا اہلِ عجم میں رواج تھا۔ چنانچہ اُنکے دستر خوان پر سے اُٹھا اُٹھا کے وہ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے" یہ سفید رقعے کیا ہیں اور کیسے ہیں؟"

اس لڑائی میں ستر ہزار عرب عجم مارے گئے اور خالد بن ولید یہاں سے خیمے اکھاڑ کر مقام امغیشیا میں پہنچے۔ اس شہر میں جو کچھ مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور کہیں نہیں ملا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے جس شہر والے سے کہا سامان

دولت و حشمت لا کے پیش کرو۔ اُس نے فوراً جو کچھ دستیاب ہوا خود ہی لا کے حاضر کر دیا۔

بہر حال مال غنیمت مژدۂ فتح کے ساتھ بارگاہ خلافت میں بھیجا گیا اور یہ شہر فوجی ضرورتوں سے مسمار کر دیا گیا۔ ان فتوحات میں خالد بن ولید کے کارنامے ابوبکر صدیق نے جو سُنے تو بے انتہا خوش ہوئے اور بے اختیار ان کی زبان مبارک سے نکلا: "عورتیں خالد کا ثانی پیدا کرنے سے عاجز ہیں!"

اِسی اثنا میں خبر آئی کہ اہل حیرہ نے عہد شکنی کر کے پھر بغاوت و سرکشی اختیار کر لی۔ یہ سنتے ہی خالد مع اپنی فوج کے امغشیا سے کوچ کر کے حیرہ کی طرف روانہ ہوئے اور بار برداری کے سامان کو کشتیوں پر لاد کے براہ دریا ادھر کا سفر اختیار کیا۔ اب عجمی سردار آزادبہ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے حیرہ میں موجود تھا۔ خالدؓ کی براہ دریا روانگی کا حال سنتے ہی اس نے اپنے بیٹے کو روانہ کیا۔ اس نے دریا کو کاٹ کے اس کا پانی دوسری طرف بہا دیا جس کی وجہ سے یکایک دریا پایاب ہو گیا اور مسلمانوں کی کشتیاں دلدل میں پھنس کے رہ گئیں۔ خالد کو یہ مصیبت پیش آئی تو فوراً اپنے بہادروں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کے مقام فرات بادقلی میں جا پہنچے جہاں آزادبہ کا بیٹا اپنے لشکر کے ساتھ پڑا ہوا تھا۔ ناگہاں اس کے سر پر جا پہنچے اور اُسے اور اُسکے تمام لوگوں کو گھیر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

آزادبہ نے یا تو یہ سنا تھا کہ اس کے بیٹے نے اپنا کام پورا کر دیا اور مسلمانوں کی کشتیاں دلدل میں پھنس گئیں اور نہایت ہی خوش اور مطمئن بیٹھا ہوا تھا یکایک خبر آئی کہ خود اس کا اور اس کے تمام رفقا کا کام تمام ہو گیا۔ اس غم میں خون کے آنسو بہا رہا تھا کہ دارالسلطنت عجم سے ایک شاہی قاصد نے آ کے خبر دی کہ خسرو اردشیر

نے دنیا سے رخصت ہو کے تاج و تخت ساسانی کو خالی کر دیا اور جانشینی میں جھگڑا پڑا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی حواس جاتے رہے اور بغیر اس کے کہ لڑائی کا ارادہ کرے حیرہ سے بھاگ گیا۔

اس کے بھاگ جانے کے بعد عساکر اسلام پہنچے اور وہ حیرہ کے متصل قلعہ غربین کے قریب اُترے۔ اُن کی آمد سنتے ہی اہلِ حیرہ اپنے قلعوں میں گھس کر قلعہ بند ہو گئے اور خالد نے سب قلعوں کو چاروں طرف سے محصور کر لیا اور محاصرہ کا یہ انتظام کیا گیا کہ قصر ابیض کے محاصرہ کا چارج ضرار ابن ازور نے لیا۔ ایاس بن قبیصہ طائی جس نے پہلے معاہدہ کر کے غدّاری کی تھی اسی قلعہ میں تھا۔ قصر غربین کا محاصرہ ضرار بن خطاب کے سپرد ہوا۔ عدی مقتول کا بیٹا عدی ثانی اس قلعہ میں تھا۔ قصر ابن مازن کو ضرار بن مقرن گھیرے ہوئے تھے۔ اس میں ابن اکال محصور تھا۔ قصر بن بقیلہ کو مثنیٰ بن حارثہ گھیرے ہوئے تھے۔ اس کا حاکم اور اس میں قلعہ بند عمرو بن عبدالمسیح بن بقیلہ تھا۔ یہ تمام سردارانِ عساکر اسلام ایک شب و روز تک فقط گھیرے پڑے رہے اور لڑائی نہیں چھیڑی کہ شاید یہ لوگ راہِ راست پر آ جائیں۔ لیکن جب ان کی طرف سے کسی قسم کی تحریک نہ ہوئی تو خالد نے حملہ کر کے شہر کی آبادی اور اس کے اندر کے دیروں کینسوں پر قبضہ کر لیا۔ راہبوں اور قسیسوں نے شہر کو لٹتے دیکھا تو قلعوں اور گڑھیوں میں محصور ہونے والوں سے پکار کے کہا "ہمارا اور اصل تم ہی قتل و تمیع کرا رہے ہو"۔ اس پر مجبور ہو کے قلعوں والوں نے پکار کے مسلمانوں سے کہا "تمہاری تین شرطوں یعنی اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے یا لڑنے میں سے ہم کو ایک منظور

ہے۔ لہٰذا شہروالوں پر سے تلوار روکو۔"

اس کے بعد ایاس بن قبیصہ طائی اور عمرو بن عبدالمسیح جو نہایت ہی بوڑھا پیر فانی تھا اپنے قلعوں سے نکل کے آئے اور لوگوں نے ان کو پکڑ کے خالد کے سامنے پیش کیا۔ خالد نے عمرو بن عبدالمسیح کی طرف توجہ کی اور پوچھا: "تمہاری عمر کتنی ہے؟" بولا "سینکڑوں برس کی۔"

خالد نے خیال کیا کہ اس کے ہوش و حواس تو بجا نہ ہوں گے۔ گفتگو کیا کرے گا۔ اس سے بہت سے سوالات کئے اور اس نے اپنے جوابوں میں اطمینان دلایا کہ فاتر العقل نہیں ہے۔ اتفاقاً اس کے ہمراہی خادم کے پاس ایک زہر کی پڑیا نکلی۔ پوچھا "اسے کیوں ساتھ لائے ہو؟" بولا "اس خیال سے کہ اگر تم نے میری قوم کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تو اس کو کھا کے مر جاؤں گا۔ اس لئے کہ اپنی قوم کی ذلّت و تباہی دیکھنے سے مر جانا اچھا ہے۔" خالد نے اس پڑیا سے زہر نکال کے اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اس سے کہا: "بے موت کوئی نہیں مرتا اور موت کا وقت نہ آیا ہو تو زہر کچھ نہیں کر سکتا۔" یہ کہہ کر انہوں نے زبان سے کہا: بسم اللہ خیر الاسماء رب الارض والسماء الذی لا یضر مع اسمہ داء الرحمٰن الرحیم۔ اور ہاتھ اٹھا کے زہر پھانک لیا۔ یہ اطمینان اور خدا پر ایسا بھروسہ اور اعتماد دیکھ کر ان تمام لوگوں کے حواس جاتے رہے جو قلعوں سے نکل کر آئے تھے اور عمرو بن عبدالمسیح نے کہا "جب تک تمہاری شان کا ایک شخص بھی تم میں موجود ہے تم اپنے کسی مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتے۔"

اب خالد نے کہا" خیر صلح تو ہو جائے گی مگر صلح ہونے میں تم سے ایک شرط ہے وہ یہ کہ اپنی بہن کرامہ بنت عبدالمسیح کو شویل کے حوالے کردو" عمرو نے اس شرط کو قبول کرنے سے قطعاً انکار کیا۔ مگر خود کرامہ نے یہ حال سُنا تو فوراً بھائی کے پاس کہلا بھیجا۔ آپ اپنے سر سے بلا ٹالیں اور میرا خیال نہ کریں۔ مجھے بے تکلف ہاتھ پکڑ کے ان لوگوں کے حوالے کر دیں. میں اپنا فدیہ ادا کر کے آزادی حاصل کر لوں گی"۔ بہن کا یہ پیغام سن کر عمرو نے یہ شرط قبول کر لی۔ اور صلح ہو گئی۔

شویل کا واقعہ یہ ہے کہ اس نے مدتوں پیشتر ایام جاہلیت میں جبکہ کرامہ کے شباب کا زمانہ تھا حیرہ میں کہیں اس کا رخ زیبا دیکھ لیا تھا اور اس کے شمع رخسار کا پروانہ بن کے اس تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر کسی طرح کامیابی نہ ہوئی آخر اسی شوق میں دشت دور کی خاک چھانتا ہوا مدینہ طیبہ میں پہنچا اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ اس سے حیرہ اور دولت عجم کے سطوت و جبروت کا حال سنکر آپ نے فرمایا۔ میری اُمّت ملک فارس پر حکمراں ہو گی اور حیرہ اس کے قبضہ میں ہو گا" یہ سنتے ہی شویل نے جسے حق لیلی بو کے سوا کوئی جملہ نہیں یاد تھا۔ عرض کیا یا رسول اللہ جب وہ وقت آئے تو وعدہ فرمایئے کہ عبدالمسیح کی خوبرو بیٹی کرامہ مجھے دلوا دیجائیگی۔ آپ نے فرمایا اچھا میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ تم کو ملے گی۔ اب اس وقت صحابہ نے حیرہ کے قلعوں کو محصور کیا تو شویل بھی اپنی آرزو پوری کرنے کے لئے لشکر اسلام میں آگیا اور صحابہ نے کوشش کی کہ اور کوئی کام ہو یا نہ ہو حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کا وعدہ ضرور پورا کر دیا جائے۔ چنانچہ عمرو کو مجبور کر کے خالد نے کرامہ کو حاصل کیا اور اس کو شوئل کے حوالے کر کے کہا: "لو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد پورا ہو گیا"

مگر اب نہ کرامہ کے چہرے میں وہ عنفوانِ شباب کی دلربائی تھی۔ اور نہ خود شوئل کے دل میں وہ جوانی کا ولولہ باقی تھا۔ بڑھاپے میں دونوں مل تو گئے مگر وہ اگلا سا ذوق کہاں سے لاتے؟ کرامہ نے اُس کے پاس آتے ہی کہا: "تم اب مجھ کو لے کے کیا کرو گے؟ جتنا زر فدیہ کہو ادا کر دوں؟ اور وہ رقم لے کے تم مجھے آزاد کر دو" شوئل نے کہا: "تو اچھا ایک ہزار درہم دو اور تم آزاد ہو" اس نے فوراً پورا اقرار کر لیا۔ پھر ایک ہزار درہم منگوا کے دے دیئے اور اپنے گھر واپس آ گئی۔

یہ حال اور لوگوں نے سُنا تو شوئل سے کہا بڑے بیوقوف ہو۔ اتنی بڑی دولتمند عورت تمہارے قبضہ میں آئی اور تم نے نہ لاکھ مانگے نہ دو لاکھ فقط ایک ہزار رقم پر اس کو چھوڑ دیا!" شوئل غریب آدمی تھا بولا: "میں نہ جانتا تھا کہ ہزار سے بڑی کوئی رقم بھی ہوتی ہے"۔ عربی میں ہزار کے اوپر کوئی رقم نہیں ہے۔

بہر حال یہ صلح دو لاکھ نوے ہزار سالانہ پر ہوئی۔ اور صلح ہو جانے کے بعد اہل حیرہ نے رقم مشخصہ جزیہ کے علاوہ اور بہت سے قیمتی ہدیے اور تحفے لا کے پیش کئے جن کو خالد نے مژدۂ فتح کے ساتھ بارگاہ خلافت میں بھیج دیا۔ ابو بکر صدیق نے وہاں سے حکم بھیجا کہ جتنی رقم کا معاہدہ ہوا ہے اس سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے لہٰذا ہدیوں اور تحفوں کی قیمت کو مشخص کر کے جزیے میں محسوب کر دو۔ اور ان کے

مجری دینے کے بعد جتنی رقم باقی رہے اس کو اہلِ حیرہ سے وصول کرو"۔

یہ فتح حضور سرورِ عالم کی وفات کے پورے ایک سال بعد ربیع الاول میں ہوئی اور خالد نے ان کو ایک تحریر لکھدی۔ ان واقعات سے آپ کو معلوم ہو گا کہ حضور سرورِ عالم کے وعدے کس خوبی اور سچائی سے پورے ہو رہے ہیں؟ اور توحید نے جوش اور خدا پر اعتماد کامل ہونے کے باعث مسلمانوں کی کیا شان ہو گئی ہے؟ یہ اسی سچّی توحید کی برکت ہے کہ ایک جنگجو بہادر اور خونریز سپہ سالار سے وہ کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں جن کو دنیا مرتاض راہبوں اور تارک الدنیا ویوں اور خدا کے پیغمبروں کے ساتھ مخصوص سمجھتی تھی مگر اسلام ثابت کر رہا ہے کہ سب سے بڑی ولایت دنیا کا انتظام درست کرنا اور دنیا کو صحیح اصول پر برتنا ہے جو چیز بڑی مشکلوں سے آپ کی سمجھ میں آئی تھی۔

اب میں اس تحریر کو ختم کرتا ہوں اور تین چار مہینے بعد پھر آپ میری تحریر کا انتظار کریں۔ اب مجھے نہ اتنی فرصت ہے اور نہ مجھ میں اتنی قوت ہے کہ ہر پندرھویں روز یا ہر مہینے میں آپ کو خط بھیجا کروں۔ والسلام

شیدائے توحید رب منان سلمان

خط کو ختم کرتے ہی استفانوس سے کہا "ہم کو جو خبریں بصری کے عیسائیوں سے ملتی رہیں وہ معلوم ہوا کہ بے اصل نہ تھیں۔ اگرچہ بڑھا کے مبالغے کے ساتھ بیان کی گئی تھیں۔

مفانہ "اس میں کیا شک ہے؟ اور اب تو معلوم ہوتا ہے کہ دولتِ عجم کا خاتمہ ہو گیا۔ خسرو اردشیر کا مر جانا اور اس کی جانشینی کے متعلق ایسے نازک

وقت میں اختلاف پڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا نے اس سرزمین اور وہاں سلطنت پر سے اپنا رحمت کا ہاتھ اٹھا لیا۔ اور اس کی تباہی کا وقت آگیا"

استفانوس:- "اور جس قدر جلد فارسیوں کا خاتمہ ہوگا۔ اسی قدر زیادہ مسیحی اور رومی خوش ہوں گے اس لئے کہ مشرق کی طرف یہی سلطنت صدہا سال سے اُن کی سطوت کو روکتی رہی ہے اور مسیحیت کا وہاں قدم نہ جمنے پایا"۔

سفانہ:- "اور ان سے زیادہ ہم خوش ہوں گے۔ اس لئے کہ جس قدر جلد عجمی قوت کا خاتمہ ہوگا۔ اسی قدر جلد مسلمانوں کو اس سرزمین کی طرف آنیکا موقع ملے گا اور بُصریٰ کفر و شرک کی ظلمت سے نجات پائے گا"

استفانوس:- "میں نے تو سُنا ہے کہ مسلمانوں کا لشکر ادھر بھی آیا ہی چاہتا ہے اور عرب کے جھگڑے طے ہوجانے کے بعد اب خلافت کو ادھر فوج کشی کرنے میں اس کا انتظار نہیں ہے کہ ایران فتح ہوجائے"

سفانہ:- "ایسا ہوتا تو جناب سلمانؓ ضرور لکھتے"۔

استفانوس:- "انہوں نے تو نہیں لکھا مگر یہاں کے مسیحیوں میں اس کی بے انتہا شہرت ہے"۔

سفانہ:- "خدا کرے یہ شہرت سچ نکلے۔ خدا کرتا بھائی عدی بھی اِدھر آتے اور میں ان کو خدا کی راہ میں ہتھیار لگائے دیکھتی۔ مگر وہ تو ایران کی طرف جاچکے ان کا اِدھر آنا مشکل ہے"۔

اب پھر یہ لوگ اِدھر اُدھر سے مسلمانوں کے واقعات دریافت کرنے میں مصروف ہوگئے اور سلمانؓ کے خط کے پُرشوق انتظار میں دن گننے لگے

ساڑھے تین مہینے کے بعد ان کا خط آگیا۔ جس کو نحل کا ہمراہی ایک قاصد بن ٹھے لایا۔ استفانوس نے فوراً اپنے حجرے سے نکل کے اس کو ادب و تعظیم کے ساتھ لیا اور سقانہ کے پاس آ کے پڑھنا شروع کیا جو حسب ذیل تھا:۔

جناب سلمان کا اٹھائیسواں[۲۸] خط

از جانب فدائے دین سلمان۔ بخدمت برادرِ اسلام استفانوس خیر فرجام

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ خدا کی محمدت اور حضرت رسولِ اکرم کی منقبت کے بعد معلوم ہو کہ میں گذشتہ تحریر میں آپ کو فتح حیرہ کا حال لکھ چکا ہوں۔ اب یہ بتاتا ہوں کہ ملک عراق کے تمام زمینداروں۔ دہقانوں اور گاؤں کے سرداروں کی نظر اس پر لگی ہوئی تھی کہ اہل حیرہ کا کیا انجام ہوتا ہے، اور اگر وہ مغلوب ہوئے تو وہاں کے لوگوں کے ساتھ خالد کا کیا برتاؤ ہوتا ہے۔ حیرہ کی صلح کی خبر جیسے ہی مشہور ہوئی اطراف و جوانب کے تمام معزز و ذی اثر لوگ خالد کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ چنانچہ ایک شب کو فطونا اور ابنِ نسطونا سرداران عراق کے ساتھ فرات کا بڑا دہقان اُن سے آ کے ملا۔ اور وفاداری کا اقرار کر کے صلح کی درخواست کی۔ بیس لاکھ سالانہ خراج کے وعدے پر اس سے صلح ہو گئی اور اِس صلح کے ہوتے ہی وہ سارا علاقہ جو فلالیج اور ہرمز جرد کے درمیان واقع ہے مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ اسی کے متصل وہ علاقہ تھا جو خاص خاندانِ کسریٰ کے صرفِ خاص یعنی بادشاہی جاگیر میں سمجھا جاتا تھا۔ خالد نے جابجا اپنے عاملوں اور سلحداروں کو مفتوح علاقے کے انتظام و حفاظت

کے لئے روانہ کیا اور اپنے بہادر سرداروں ضرار بن ازور۔ ضرار بن خطاب۔ قعقاع بن عمرو۔ مثنیٰ بن حارثہ۔ عتیبہ بن نہاس وغیرہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا جو سبقت کر کے مقام مسیّب میں خیمہ زن ہوئے اور خالد کے حکم سے دشمن کے علاقے میں تاخت و تاراج کرنے لگے۔ ان کے حملوں نے لب دجلہ تک کے تمام علاقے میں ہلچل ڈالدی۔ ساتھ ہی خالد بن ولید نے ایک عام اعلان شائع کیا کہ "اسلام قبول کرو یا جزیہ دو۔ یا لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

ایرانیوں میں ان دنوں بڑی ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ کسرائے عجم اردشیر مر گیا تھا۔ اور سارے ملک میں اس کی جانشینی کے متعلق اختلاف تھا۔ آخر عمائد سلطنت نے جانشینی کا تصفیہ ہونے سے پہلے ہی ایک لشکر مرتب کر کے بہمن جاذویہ مہرشیر کو اس کا سردار بنایا اور روانہ کیا کہ عربوں کی روک تھام کرے مگر وہ کچھ نہ کر سکا۔ اور خالد سارے علاقے سے برابر خراج وصول کرتے رہے حیرہ سے لب دجلہ تک اب کوئی شہر ایرانیوں کے قبضے میں نہ تھا۔ خالد خود حیرہ میں مقیم تھے۔ ان کے افسران فوج بڑھتے اور شہروں پر بغیر لڑے قبضہ کر لیتے تھے۔

اہل فارس کی یہ حالت تھی کہ آج ایک شخص کو بادشاہ بناتے اور کل تخت سے اُتار دیتے۔ اردشیر سے پیشتر یہ ہوا تھا کہ شیرویہ بن کسریٰ پرویز نے ان تمام شہزادوں کو قتل کر ڈالا جو نوشیرواں کی نسل سے تھے پھر اس کے بعد عام طور پر معززین عجم کو قتل کرنے لگا۔ اب اردشیر کے مرنے پر یہ ہوا کہ اس کے بیٹے نے شاہی نسل کے ان تمام شاہزادوں کو قتل کر ڈالا جن کا سلسلہ

نسب نوشیرواں کے اوپر بہرام گور تک کسی تاجدار آلِ ساسان سے ملتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی خاندان میں سے کوئی نہیں باقی رہا۔ اور کوئی ایسا شاہزادہ ملتا ہی نہ تھا جس کو سب لوگ اتفاق کر کے بادشاہ بنائیں عین اسی حالت میں خالد کا اعلانِ عام پہنچا۔ اور سب حواس باختہ ہو گئے۔ آخر نسل کسریٰ کی شاہزادیوں نے امرائے دولت کو بلا کے سمجھایا کہ کیوں اپنے ملک اور اپنے دین کے دشمن ہوئے ہو۔ معلوم ہوتا ہے تم کو اپنی قوم اور اپنے شاہی گھرانے کے کسی شخص سے اطمینان نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ حملہ آوران عرب آ کے تم کو مطمئن کر دیں؟" آخر حریم شہریاری کے اثر سے فرخ زاد سریر شہریاری پر بٹھایا گیا۔ مگر یہ کہکر کہ یہ اسی وقت تک خسرو عجم تسلیم کیا جاتا ہے۔ جب تک نسل نوشیرواں کا کوئی شہزادہ نہیں ملتا جس کی تاجداری پر ہم سب کو اتفاق ہوگا۔

اب اس زمانہ میں جریر بن عبداللہ بجلی بھی اپنی جمعیت کے ساتھ صدیقِ اکبر کے حکم سے خالد بن ولید کے پاس پہنچ گئے اور خالد فوج کو مرتب کر کے شہر انبار کی طرف بڑھے اس لئے کہ غلہ اور کھانے پینے کا سامان وہ بکثرت موجود تھا عساکر اسلام کے مقدمۃ الجیش کے سردار اقرع بن حابس تھے۔ یہ ایسے بہادر اور چلبلی طبیعت کے آدمی تھے کہ بغیر لڑائی کے چین نہ آتا تھا۔ جاتے ہی لڑائی چھیڑ دی اور جب دونوں فوجیں لڑ رہی تھیں۔ اقرع نے ایک ہزار تیراندازوں کو آگے بڑھایا اور حکم دیا کہ دشمنوں کی آنکھوں کا نشانہ باندھ کر ایک ساتھ تیراندازی کریں۔ ان لوگوں نے کمانوں میں تیر رکھ کے اور نشانے باندھ کے ایک ساتھ ایک ہزار تیر پھینکے تو کسی تیر نے بھی نشانہ خطا نہ کیا۔

اور ایک چٹکی بجانے میں ایک ہزار آنکھیں چھد گئیں۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے
اس دن کا نام "ذات العیون" یعنی آنکھوں والا دن رکھ دیا۔ ایرانیوں کا
سردار یہاں شیر زاد نام ایک شخص تھا جو ساباط کا حاکم و والی تھا۔ اس نے
دم بھر میں اپنے ہمراہیوں کی ایک ہزار آنکھیں ضایع ہوتے دیکھیں تو فوراً
لڑائی سے رُک کر صلح کا پیام دیا۔ مگر اس کی شرطوں کو خالد نے منظور نہیں کیا۔
اب پھر زور و شور سے لڑائی شروع ہوئی۔ ایرانیوں کو ان کے خندق
محفوظ کئے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو ان کے لشکر تک پہنچنا دشوار تھا۔
انہوں نے فوراً یہ کارروائی کی کہ اپنی فوج کے تمام کمزور مریض اونٹ ذبح کر کے
خندق میں ڈال دیئے اور ان اونٹوں کی لاشوں سے خندق کا ایک حصہ پاٹ
کے پل سا بنا لیا اور اس پر سے ہو کے بڑھے۔ ایرانیوں نے بڑھ کے روکا اور
خاص خندق کے اوپر بڑی گھمسان لڑائی ہوئی۔ اور قریب تھا کہ مسلمان
دشمنوں کو پیچھے ڈھکیل کے اندر گھس پڑیں کہ شیر زاد نے پھر پیام صلح دیا
اور خالد نے جو شرطیں پیش کیں قبول کر لیں۔ اس صلح میں اس سے وعدہ کیا
گیا تھا کہ اس کو تنِ تنہا بغیر کسی مال و اسباب کے ایسی جگہ پہنچا دیا جائیگا
جہاں سے وہ چلا جا سکے۔ یہی ہوا۔ وہ امن امان سے سرحد عجم میں پہنچا دیا گیا
اور شہر انبار مع تمام ساز و سامان کے صحابہ رسالت کے قبضے میں آیا۔
شیر زاد یہاں سے جا نبر ہو کے بہمن جادویہ سے جا ملا۔ اور اس کے
جانے کے بعد خالد نے انبار کے گرد و پیش کے گاؤں پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور
قریب کے ایک شہر کلواذی کے لوگوں نے بھی آ کر صلح کر لی۔ اس کے بعد خالد نے

زبرقان کو انبار کا حاکم مقرر کیا۔ اور خود آگے بڑھ کے عین التمر کی طرف چلے۔ وہاں بہرام چوبین کا بیٹا مہران تھا اور اس کے زیرِ علم ایک بڑا بھاری لشکر موجود تھا اس پر طرہ یہ کہ عقہ بن ابی عقہ بھی بے دین عربوں کے ایک لشکر کثیر کے ساتھ اس کے ہمراہ تھا۔ اس کے ہمراہی بنی تغلب اور بنی ایاد وغیرہ غیر مسلم قبائل عرب میں سے تھے۔

عین التمر میں جب خالد کی روانگی کی خبر مشہور ہوئی تو عقہ نے مہران سے مل کے کہا: "عربوں سے لڑنا عرب ہی جانتے ہیں۔ آپ ہمیں اور خالد کو چھوڑ دیں ہم آپس میں خوب سمجھ لیں گے۔" مہران نے کہا تم نے ٹھیک کہا: "تم ہی عربوں سے خوب لڑ سکو گے۔ اور تم تو وہ لوگ ہو کہ اہلِ عرب و اہل فارس دونوں سے لڑتے ہو۔" آخری فقرہ اس نے فقط عربوں کا دل بڑھانے کے لئے کہا تھا۔ مگر ایرانی سپاہیوں کو ناگوار ہوا کہ اس موقع پر ایرانیوں کا نام لے کے ان کی کیوں تحقیر کی گئی یہ سُنکر مہرآن نے ایرانیوں سے کہا: "تمہارے بادشاہوں کے مسلسل مارے جانے سے تمہاری سلطنت پر مصیبت نازل ہے تمہاری قوت اور جماعت منتشر ہو رہی ہے اور تمہارے بنائے کچھ نہیں بنتی ایسی حالت میں اتنا کہہ کے میں نے تمہاری جان بچادی تو تمہیں اسکا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ یہ شکایت کا موقع ہے؟ سنو خالد پر اگر ان لوگوں کو فتح حاصل ہوگئی تو وہ تمہاری ہی فتح ہوگی۔ اگر یہ کامیاب نہ ہوئے تو تم کو مسلمانوں سے اس وقت مقابلہ پڑیگا۔ جب وہ تھکے ماندے ہونگے اور تم تازہ دم ہوگے اور قوت دپامردی کے ساتھ لڑ سکو گے۔" یہ سنکر تمام ایرانی

خاموش ہو رہے اور اس کے بعد قہران نے اپنے دوست عربوں سے کہا
"آپ لوگ مقابلہ کریں اور اگر ہماری مدد کی ضرورت پیش آئی تو آپ
ہمیں لڑائی کے لئے تیار پائیں گے۔"

اب عقہ اپنے عربی لشکر کے ساتھ بڑھ کر خالد کے مقابل صف آرا
ہوا اور اپنی جماعت کے سامنے گھوڑا دوڑا دوڑا کے صفیں برابر کر رہا تھا
کہ خالد بجلی کی طرح ناگہاں اس کے سر پر جا پہنچے۔ کمند میں پھانس کے اس
کو گرفتار کر لیا اور اپنے لشکر میں کھینچ لائے۔ اپنے سردار کو مسلمانوں کے
ہاتھ میں یوں آناً فاناً اسیر ہو جاتے دیکھ کے تمام بے دین عرب بھاگے اور
بھاگنے میں ان کے اور بہت سے آدمی گرفتار کر لیے گئے۔ عربوں کے بغیر لڑے
بھاگ کھڑے ہونے کی خبر مہران نے سُنی تو اپنی ساری سپاہ کو لے کے وہ بھی
بھاگا اور اس کے جانے کے بعد جب مفرور عرب عین التمر میں پہنچے تو کوئی اور
مفر نہ دیکھ کر سب قلعہ کے اندر گُھس گئے۔ اور پھاٹک بند کر لئے۔ خالد
نے فوراً بڑھ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور آخر زندگی سے مایوس ہو کے
محصورین نے امان مانگی۔ خالد نے کہا "تمہارے لئے امان نہیں ہے۔"
آخر بغیر کسی شرط کے سب باہر نکل آئے اور ہتھیار پھینک کے کھڑے
ہو گئے۔ اور مسلمانوں نے ان کو باندھ لیا۔

اس کے بعد عقہ اور اس کے سپاہی قتل ہوئے پھر قلعہ عین التمر
پر حملہ ہوا۔ اس کی عورتیں لونڈیاں بنیں اور بچے غلام بنائے لئے اور جو
کچھ سامان ملا لوٹ لیا گیا۔ یہاں کے کینسے میں چالیس لڑکے ملے جو انجیل

کی تعلیم پا رہے تھے۔ عین التمر کی اس لڑائی میں کئی بڑے معزز و ممتاز صحابی شہید بھی ہوئے۔ جن میں سے ایک تو عمیر بن رباب سہمی تھے جو مہاجرین حبشہ میں سے تھے اور ایک بشیر بن سعد انصاری تھے جنہوں نے سقیفۂ بنی ساعدہ میں مہاجرین کی تائید میں تقریر کی تھی اور دراصل ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے بانی یہی تھے۔

بہرحال مژدہ فتح کے ساتھ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اور لونڈی غلام بارگاہِ صدیقی میں روانہ کئے گئے اور خالد آگے بڑھنے کا ارادہ کرنے لگے۔ اتنے میں ان کو عیاض بن غنم کی ایک تحریر ملی جس میں انہوں نے شہر دومۃ الجندل سے لکھا تھا کہ میرے مقابل دشمنوں کی قوت بہت زیادہ ہے۔ فوراً میری مدد کیجئے۔ خالد خط پڑھتے ہی ادھر روانہ ہوگئے۔ عیاض کے مقابل اکثر سرکش و بے دین قبائل عرب تھے جن میں زیادہ شمار بنی بہرہ، کلب، بنی غسان، بنی تنوخ اور بنی ضجیم کے مختلف خانوادوں کے لوگوں کا تھا۔

دومۃ الجندل ان دنوں دو رئیسوں میں بٹا ہوا تھا۔ اول اکیدر بن عبدالملک اور دوسرا جودی بن ربیعہ۔ اکیدر کہتا تھا کہ لڑنا خلاف مصلحت

عہ ان لڑکوں میں سے بعض اسلام کے عہدِ اولین کے بڑے بڑے نامور لوگ نکلے۔ ابن سیرین جو تعبیر خواب کے استادِ بے بدل اور کبار تابعین میں تھے۔ ابو موسیٰ بصیر یعنی موسیٰ ابن نصیر فاتح مغرب و اسپین کے والد اور حضرت عثمانِ غنی کے غلام حمران انہیں لڑکوں میں سے تھے۔

ہے صلح کر لینی چاہئے۔ جودی اور اکثر اہلِ شہر اڑے ہوئے تھے کہ ہم بے لڑے نہ رہیں گے۔ اکیدر نے جو یہ حال دیکھا تو ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ کر دومۃ الجندل سے نکلا اور کسی طرف جانا چاہتا تھا کہ خالد کے لوگوں کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا۔ اور چونکہ اسلام قبول نہیں کیا۔ اس لئے قتل کیا گیا اور اس کا مال و اسباب لے لیا گیا۔ اور اس کے بعد ہی خالد بڑھ کر دومۃ الجندل پر اُترے۔ اس کے ایک رُخ پر عیاض تھے اب خالد اس کے بالکل متقابل دوسرے رُخ پر اُترے اور جودی ایک لشکر کے ساتھ ان کے مقابلے کو نکلا۔ اور اسی وقت اس کے دوسرے لشکر نے شہر سے نکلکر عیاض پر حملہ کیا مگر دونوں جانب شہر والوں کو شکست ہوئی اور خالد کے لشکر والوں نے خود جودی کو اسیر کر لیا۔ مگر اس کی فوج والے بھاگ کے قلعہ میں گھسنے لگے۔ سب اندر نہیں داخل ہوئے تھے کہ اندر والوں نے مسلمانوں کے ڈر سے پھاٹک بند کر لئے۔ جو رہ گئے تھے وہ شہر پناہ کے نیچے کھڑے پکار رہے۔ "دروازہ کھولو!" "دروازہ کھولو!" کہ یکایک خالد نے پہنچ کے سب کو رسیوں میں بندھوا لیا۔ اور ان کے قتل کا حکم دیدیا۔ ان لوگوں کی لاشوں کا پھاٹک کے سامنے اتنا بڑا انبار لگ گیا کہ پھاٹک اس میں چھپ گیا اور انہیں لاشوں میں جودی کی لاش بھی تھی۔ لیکن اسیروں میں جتنے بنی کلب تھے ان کو امان دی گئی۔ اس لئے کہ خالد کے ہمراہی بنی تمیم نے کہا بنی کلب ہمارے حلیف ہیں اور ہم نے ان کو امان دی ہے۔

اس کے بعد قلعہ دھاوا کر کے بزورِ شمشیر فتح کر لیا گیا۔ اندر جتنے

لڑنے والے ملے۔ مقتول ہوئے۔ ان کے اہل و عیال لونڈی غلام بنے اور ان میں سے جودی کی بیٹی کو جو بڑی حسینہ و جمیلہ اور ماہ تمثال و پری جمال تھی خالد نے مول لے لیا۔

اسی زمانے میں جبکہ خالدؓ دومۃ الجندل میں تھے۔ اہلِ جزیرہ کے عربوں نے اپنے نامی شہسوار عقہ کے قتل پر برہم ہو کے دار السلطنت فارس میں لکھا کہ مسلمانوں کو روکیئے اور پوری قوت سے ان کا استیصال کیجئے اس تحریک کے مطابق وہاں سے دو سردارانِ عجم زرمہر اور روزبہ اپنا لشکر لے کے انبار کی طرف چلے اور حصید اور خنافس کے قبائل عرب کو لکھا کہ آپ لوگ بھی آکر ہمارے لشکر میں شامل ہو جائیں۔ اس کی خبر قعقاع بن عمرو کو ہو گئی جو حیرہ میں خالد کے قائم مقام تھے۔ انہوں نے فوراً عبد بن فدکی کو حصید کی طرف اور عروہ بن جعد بارقی کو خنافس کی طرف بھیجا کہ ان دونوں عرب گروہوں کو عجمی لشکر تک نہ پہنچنے دیں چنانچہ وہ دونوں طرف کے راستے میں حائل ہو گئے۔ اتنے میں خالد بھی حیرہ میں پہنچ گئے۔ اور یہ حالات سنے۔ وہ دومۃ الجندل سے یہ ارادہ کر کے چلے تھے کہ اب دار السلطنت عجم مدائن پر فوج کشی کریں گے۔ مگر قعقاع نے اس سے روکا۔ اور کہا۔ "اگر اس نے لشکرِ عجم کو شکست دینے سے پہلے آپ نے ادھر کا رخ کیا تو ابو بکر صدیقؓ آپ سے ناراض ہو جائیں گے"! اس کے بعد ہی قعقاع بن عمرو اور ابو لیعلی فدکی جلد جلد کوچ کرتے ہوئے روزبہ اور زرمہر کی طرف چلے۔

اسی اثنا میں خالدؓ کو اطلاع ملی کہ عقہ کے خون کا انتقام لینے کے لئے ہذیل بن عمران نے مقام مضیح میں لشکر جمع کیا ہے اور دوسری طرف ربیعہ بن بجیر نے مقامات ثنی اور بشیر میں فوجیں جمع کی ہیں اور دونوں اس کوشش میں ہیں کہ زرمہر اور روزبہ کے لشکر سے جا ملیں۔ یہ سنکر خالدؓ نے بھی فوراً کوچ کردیا اور مقام عین میں قعقاع اور ابو لیلیٰ سے جا ملے اور پہنچتے ہی قعقاع کو حصید میں اور ابو لیلیٰ کو خنافس میں بھیج دیا۔

قعقاع حصید میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں روزبہ اور زرمہر کا لشکر جمع ہے اور مقابلے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ قعقاع نے جاتے ہی حملہ کردیا۔ اور بڑی بھاری لڑائی چھڑ گئی عجمیوں میں سے ایک خلقت عظیم قتل ہوگئی یہاں تک کہ قعقاع نے شیرانہ حملہ کرکے زرمہر کو لقمۂ شمشیر بنایا۔ ادھر عصمۃ بن عبد اللہ نام ایک نیک نفس و پاک طینت بزرگ اور جانباز بہادر اسلام نے روزبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دونوں سرداروں کے مارے جاتے ہی ایرانیوں کو شکست ہوگئی۔ بدحواسی کے ساتھ بھاگے اور مسلمانوں نے تعاقب میں ان کا قلع و قمع شروع کیا۔ بقیۃ السیف ایرانی بھاگ کر خنافس میں پہنچے مگر وہاں بیٹھکر دم نہیں لینے پائے تھے کہ ابو لیلیٰ اُن کے سر پر جا پہنچے اور وہی حصید کی مصیبت اور تباہی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ گھبرا کے اُلٹے پاؤں بھاگے اور جب سب کو بھاگتے دیکھا تو فارسی سپہ سالار مہبوذان بھی بھاگا اور اس نے مقام مضیح میں پہنچکر ہذیل بن عمران کے پاس پناہ لی جس نے دشمنِ دین عربوں کا لشکر جمع کیا تھا۔ خالدؓ بن ولید نے اہلِ حصید کی شکست اور اہلِ خنافس کے بھاگنے اور

مضیح میں پناہ لینے کا حال سُنا تو نہایت رازداری کے ساتھ قعقاع۔ ابولیلی اعبید اور عروہ تمام سرداران جیوش اسلام کو خطوط بھیجے کہ ایک رات کو جو انہوں نے قرار دے دی تھی سب کے سب بغیر کسی کو خبر کئے مضیح میں جا پہنچیں خود بھی اسی تاریخ مقام عین سے روانہ ہو کے مضیح کی طرف چلے۔ تمام سردار اور خالد مع اپنی فوجوں کے اسی رات کو بلکہ خاص مقررہ گھڑی میں پہنچ گئے اور رات کے اندھیرے ہی میں چاروں طرف سے ایک ہی وقت ہذیل کے پڑاؤ پر تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے جا پڑے۔ وہ لوگ غافل سو رہے تھے۔ آنکھ کھلی تو ہنگامہ محشر بپا دیکھا۔ ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ مضطربانہ حرکتیں کرنے اور بدحواسی سے بھاگنے لگے۔ اور مسلمانوں نے بے دریغ تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ ان لوگوں کا غالب گروہ قتل ہو گیا۔ فقط ہذیل کے گروہ کے چند نفوس البتہ بھاگ کے بچ گئے۔

ہذیل کے ہمراہ عبدالعزیٰ بن ابی رہم تھا اور اس کے ساتھ اس کے دو بھائی اوس بن مناۃ اور لبید بن جریر تھے۔ یہ دونوں بھائی مسلمان ہو چکے تھے اور ان کے پاس خلیفۂ رسول اللہ ابوبکر صدیق کی تحریر موجود تھی جس سے اُنکے اسلام کی بخوبی تصدیق ہوتی تھی۔ اس شبخون میں یہ دونوں بھائی بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ابوبکر صدیق کو یہ حال معلوم ہوا اور ساتھ ہی عبدالعزیٰ کے دو شعر اُن کے گوش گزار ہوئے تو ان مسلمانوں کے مارے جانے کا بڑا افسوس ہوا۔ اور انہوں نے ان دونوں بھائیوں کے جانوں کی خون بہا ادا کر دی۔ عمرؓ بن خطاب جو پیروی دین میں نہایت متشدد ہیں ان دونوں کے قتل اور نیز مالک بن نویرہ کے قتل کا الزام خالدؓ بن ولید کو ٹھہراتے ہیں۔ مگر ابوبکر صدیق عمرؓ کے خلاف ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ جو شخص کفار و مشرکین میں جا کے رہے گا. اس کا یہی انجام ہو گا۔"
اور سچ یہ ہے کہ ابو بکرؓ صدیق کا فرمانا حق بجانب ہے۔۔
اس لڑائی میں ایک نہایت دلچسپ واقعہ پیش آیا. دشمن دین قبائل عرب میں نعمان بن نمر کا بیٹا حرقوص بھی تھا اور اس کی جورو اور بیٹیاں بھی ہمراہ تھیں اس نے ہذیل کو لڑائی سے بہت روکا اور کہتا تھا کہ مسلمانوں سے صلح کرنی چاہیئے. مگر کسی نے سماعت نہ کی. اس رات کو وہ آپ ہی آپ زندگی سے مایوس تھا. جورو اور بیٹیوں میں بیٹھکر شراب پی رہا تھا اور ان سے بار بار کہتا یہ لو اعی شراب جی بھر کے پی لو۔ خالدؓ عین میں ہیں اور ان کا لشکر حصید میں ہے" اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھا:۔

الا فاسقیانی قبل خیل ابی بکر لعلّ منایا قریب وما ندری

(ابوبکر کے سواروں کے آنے سے پہلے مجھے پلا دو. شائد ہماری موت قریب ہو اور ہم نہ جانتے ہوں' اتنے میں کسی مسلمان کی تلوار اس کے سر پر پڑی اور سر کٹ کے اسی لبریز جام میں جا پڑا جو اس کے ہاتھ میں تھا. اسکے بیٹے قتل ہوئے. اور بیٹیاں اسیر کر لی گئیں۔
خالدؓ کو یہ بھی معلوم تھا کہ ربیعہ بن بجیر تغلبی کا پڑاؤ بلاد ثنی و بشر میں ہے۔ یہ دونوں شہر رصافہ سے مشرق جانب واقع ہیں. ربیعہ کو بھی عقہ کے مارے جانے کا صدمہ تھا اور اس نے اپنا لشکر جمع کر کے روزبہ۔ زرمہر اور ہذیل سے وعدہ کیا تھا کہ میں بھی تمہارے ساتھ آ کر لڑائی میں شریک ہوں گا. مضیح کو فتح کرتے ہی خالدؓ کے مشورے سے قعقاع اور ابو لیلی نے ایک رات ربیعہ پر حملہ کرنے کے لئے مقرر کی اور خود خالدؓ بھی اسی طرف چلے اور راتوں رات ثنی میں پہنچکر تین طرف سے ربیعہ کے لشکر پر جا پڑے. یک بیک ان پر تلواروں کی بجلیاں گرنے لگیں. بدحواسی میں ان لوگوں سے

کچھ نہ ہو سکا۔ سارا لشکر رات کے اندھیرے ہی میں کٹ گیا۔ جو کچھ سازو سامان ان کے شہر میں تھا لوٹ لیا گیا اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ مع اسیران جنگ کے مدینہ طیبہ میں پہنچ کے حضرت خلافت پناہ کے سامنے پیش ہوا۔ اسیروں میں ربیعہ بن بجیر کی بیٹی صہبا[۵۷] تغلبیہ تھیں جن کو حضرت علیؓ مرتضیٰ نے مول لے لیا اور وہ اُن کی محبوبہ بیوی بن گئیں۔

اب خالد بشر سے روانہ ہو کر رضاب میں پہنچے جو دریائے فرات کے کنارے ہے یہاں عقہ کا بیٹا ہلال اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ خالدؓ کی آمد سنتے ہی اُس کے ہمراہی ساتھ چھوڑ چھوڑ کے بھاگنے لگے۔ اور آخر مجبور ہو کے خود بھی بھاگ کھڑا ہوا۔

رضاب میں جب کسی حریف کو نہ پایا تو خالدؓ شمال و مغرب میں شہر فراض کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ شہر ممالک شام عراق۔ اور جزیرہ کی سرحد پر واقع ہے۔ خالدؓ کے اِدھر جانے کی وجہ یہ ہوئی کہ مسلمانوں کی سرگرمی دیکھ کر رومیوں میں جوش پیدا ہوا انہوں نے مملکت عجم کے ان تمام سرحدی مقامات سے ایرانی فوجیں بھی اپنی مدد پر بلائیں رومیوں اور ایرانیوں کے علاوہ یہاں بہت سے دشمن دین قبائل عرب بھی جمع ہو گئے تھے۔ جن میں زیادہ تر بنی تغلب بنی آباد اور بنی ہمیر کے لوگ تھے۔ ان سبھوں سے لشکروں کا بہت بڑا جماؤ ہو گیا۔ اور خود ہی چلے کہ خالدؓ سے بڑھ کر مقابلہ کریں۔ خالدؓ نے سُنا تو خود بھی جلد جلد کوچ کرتے ہوئے ان کے استقبال کو

---

۵۷ صہباء بنت ربیعہ تغلبیہ حضرت علیؓ کی محبوبہ حرم ثابت ہوئیں اور اُنکے بطن سے آپکے صاحبزادے عمر بن علی اور آپکی صاحبزادی رقیہ بنت علی پیدا ہوئیں۔ عمر بن علیؓ نے بہت بڑی عمر پائی پچاسی برس کے ہو کے دنیا سے رخصت ہوئے اور حضرت علیؓ کا آدھا ورثہ انہیں کو ملا۔

چلے اور سفر میں اس قدر عجلت کی کہ اگرچہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا مگر روزے افطار کر ڈالے کہ زندگی ہے تو پھر رکھ لیں گے۔

جیسے ہی فرات کے کنارے پہنچے معلوم ہوا کہ دشمنوں کا لشکر اُس پار موجود ہے۔ ساتھ ہی دشمنوں کی طرف سے پیام آیا کہ تم اس پار آؤ یا ہمیں اس پار آنے دو" خالدؓ نے کہلا بھیجا "تم ہی اس پار آؤ" انہوں نے کہا تو پھر تم اپنی فوج سامنے سے ہٹا لو تاکہ ہم دریا کو عبور کریں" خالد نے جواب دیا "میں تو اپنی جگہ سے نہ ہٹوں گا۔ دریا کے کنارے بہاؤ پر آگے بڑھ جاؤ اور جہاں پر مناسب معلوم ہو اتر آؤ۔ میری طرف سے اترنے میں مزاحمت نہ کی جائے گی" انہوں نے یہی کیا۔ بہاؤ کی طرف دُور پر جا کے اُترے۔ ان لوگوں کی کثرت اور رومیوں فارسیوں اور عربوں کے اتحاد سے خالدؓ کو بہت تشویش تھی اور نہایت متردد تھے۔ اس پار اتر آنے کے بعد رومیوں نے آپس میں کہا۔ "ہم اور عجمی الگ الگ رہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ لڑائی میں کون زیادہ بہادر ثابت ہوتا اور استقلال و پامردی دکھاتا ہے"

اب لڑائی شروع ہو گئی اور نہایت ہی سخت لڑائی جس کی رومی تاب نہ لا سکے اور شکست کھا کے بھاگے۔ ان کے ساتھ ہی عجمیوں اور عربوں کا بھی قدم اکھڑ گیا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور خالدؓ نے حکم دیا کہ جب میں حکم نہ دوں تلوار نہ روکی جائے۔ انجام یہ ہوا کہ جو لوگ میدان میں کھیل رہے تھے اور جو بھاگے نیں مارے گئے سب ملا کے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ آدمی کے قریب تھی۔

اس فتح کے بعد دس روز تک خالد فراض میں مقیم رہے۔ اس کے بعد فوج کو حیرہ کی طرف واپسی کا حکم دے دیا۔ جس وقت یہ حکم ہوا ہے ماہ ذیقعد کے ختم ہونے کو فقط پانچ دن باقی تھے۔ آخری حصہ فوج کا سردار خالدؓ نے شجر بن اعز کو مقرر کیا اور سارے لشکر میں مشہور تھا کہ خود خالدؓ بھی اسی پچھلے حصۂ فوج میں ہیں۔ مگر انہوں نے یہ کارروائی کی کہ سب سے چھپا کے فوج سے علیحدہ ہو گئے اور چندہ ہمراہیوں کے ساتھ معمولی مسافروں کے بھیس میں مکہ معظمہ کی راہ لی اور ارادہ کیا کہ حج سے شرفیاب ہو لیں۔ چنانچہ منازلِ سفر طے کر کے مکے پہنچے۔ بغیر اس کے کہ کسی کو معلوم ہو حج کیا اور فوراً واپس جا کر اپنے لشکر میں مل گئے۔ ابوبکر صدیق اگرچہ حج میں خود موجود تھے مگر ان کو بھی خالد کے آنے کا حال نہ معلوم ہوا۔ جب مدینے میں واپس گئے تو یہ واقعہ سنا۔ بہت تعجب کیا اور خالدؓ کی اس ناعاقبت اندیشی کی حرکت پر نہایت ناراض ہوئے۔

عراق میں پہنچتے ہی خالد نے جا بجا تاختیں کیں۔ پہلے مثنیٰ کو بھیجکر سُوقِ لبغداد کو لٹوا لیا جہاں سرکش و متمرد قبائل بنی قضاعہ و بنی بکر کے لوگ جمع تھے۔ پھر مقامات مسکن۔ قطربل۔ تل عقرقوف اور بادوریا پر حملے کئے جن سے دولتِ عجم تھرا گئی۔

میں آخر میں آپ کو یہ مژدہ سُناتا ہوں کہ شام کی بھی فوج کشی شروع ہو گئی، لیکن اس مہم کے مفصّل حالات میں آپ کو آیندہ تحریر میں بتاؤں گا۔ ادھر کے بہت سے حالات میں آپ کو لکھتا۔ لیکن اب مجھ میں ان کے

قلمبند کرنے کی تاب نہیں ہے۔ اگرچہ ادھر کے بہت کچھ حالات افواہی طور پر آپ سن بھی چکے ہوں گے۔ اور شاکی ہوں گے کہ میں نے کیوں نہ لکھے۔ اصل یہ ہے کہ میں کوئی بات اُس وقت تک نہیں لکھتا کہ جب تک بخوبی تحقیق نہیں کرلیتا۔ لیکن اسلامی مہم شام کے حالات سننے کے لئے آپ کا شوق بڑھا ہوا ہو گا۔ اس لئے وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے پندرھویں ہی روز دوسرا خط روانہ کر دوں گا۔ والسلام۔ متمنی روضۂ رضواں۔ سلمانؓ

اِس خط کے آخر میں شام پر فوج کشی کا حال سن کر اہلِ بصریٰ بے انتہا خوش ہوئے اور استفانوس نے کہا۔ میں عربوں کے آنے اور ان کے حملے کی افواہیں روز سنتا تھا۔ رومی فوجوں کو جمع ہوتے اور اِدھر اُدھر جاتے دیکھتا تھا۔ رومیوں میں انتہا درجے کی پریشانی بھی محسوس کرتا تھا مگر خیال کرتا تھا کہ یہ سب تیاریاں ایرانیوں کی مدد کے لئے ہو رہی ہیں۔ یہ بات خیال میں نہ تھی کہ مجاہدین اسلام کا رخ اِدھر بھی ہو گیا اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ایک ہی وقت میں عساکر اسلام ایران و روم دو سلطنتوں سے لڑ سکیں گے مگر آج یقین آیا۔ اور اب معلوم ہوا کہ واقعی خدا نے توحید اور سچائی کو ایسی ہی قوت دی ہے لیکن دیکھیئے علَم توحید بصریٰ میں کب آتا ہے؟"

سفانہ:" مجھے تو اب حضرت سلمانؓ کے انتیسویں خط کا انتظار ہے جو پندرہ دن کے بعد آئے گا۔ اس سے ہمیں اندازہ ہو سکے گا کہ لشکرِ اسلام یہاں کب آئیگا؟ اور ملک شام پر حملہ کرنے والا سپہ سالارِ عرب کون ہے؟ بس اب ہم کو اس معاملہ میں اس خط کے آنے سے پہلے کچھ نہ کہنا چاہیئے۔"

اب استفانوس سفانہ اور ان کے تمام رفقا خاموش تھے اور دن گن رہے تھے۔ کہ ٹھیک پندرھویں دن مدینے کا طائی ناقہ سوار سلمان کا خط لئے ہوئے آپہنچا اور استفانوس نے اس خط کو نہایت ہی ذوق و شوق سے سفانہ کے پاس لاکے پڑھنا شروع کیا مضمون حسب ذیل تھا۔

جناب سلمانؓ کا انتیسواں خط

امیدوار غفران سلمان کی جانب سے برادر دین و ایمان استفانوس کی خدمت میں حمد خداوند حکیم و قدیر اور مدحت سید بشیر و نذیر کے بعد عرض ہے کہ آج میں مجاہدین اسلام اور خلافت حضرت خیر الانام کی ان کارروائیوں کو بیان کرنا چاہتا ہوں جو آپ کی سرزمین اور شام و فلسطین کے متعلق ہیں۔

اصل یہ ہے کہ ابو بکر صدیق نے جس وقت خالد بن ولید کو ایران کی طرف روانہ کیا ہے اسی وقت ایک جھنڈا بنا کے خالد بن سعید بن عاص کو دیا تھا کہ ارض شام کا قصد کریں۔ مگر وہ روانہ نہیں ہونے پائے تھے کہ یکایک روک دیئے گئے اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ خالدؓ بن سعید نے دو مہینے تک ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ وہ جناب علی مرتضیٰؑ اور عثمان بن عفانؓ سے لے ہوئے تھے بلکہ علیؓ مرتضیٰ سے ایک دن انہوں نے یہ بھی کہا کہ ”اے ابو الحسن! اور اے آل عبد مناف اس معاملہ میں کیا تم مغلوب ہو گئے“؟ حضرت علیؓ نے جو باوجود ابو بکرؓ کی بیعت نہ کرنے کے جھگڑے کی باتوں کو

بالکل نہیں پسند فرماتے ہیں. جواب دیا "تم غلبے کو دیکھنے ہو یا خلافت کو دیکھنے ہو"
خود ابوبکرؓ صدیق نے تو خالدؓ بن سعید کے اس طرزِ عمل کا کچھ خیال نہ کیا مگر عمرؓ فاروق نے ان کو خالدؓ موصوف کے خلاف بار بار ابھارنا شروع کیا اور آخر ان کی روانگی شام کے حکم کو ملتوی کرا کے دم لیا. چنانچہ ان کو بجائے شام پر فوج کشی کرنے کے یہ حکم ملا کہ سرحدِ شام کے شہر تیما رمیں جا کے ٹھہرو وہاں کے مسلمانوں کے ممد و معاون رہو۔ اور اطراف و جوانب کے مسلمان، عربوں کو جہاد کے لئے اپنے پاس جمع کرو۔ مگر جب تک یہاں سے اجازت نہ ہو آگے بڑھنے کا قصد نہ کرنا. مرتد عربوں سے بھی تم اپنی طرف سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا. ہاں اگر وہ خود تم پر یورش کریں تو مقابلہ کرنے میں مضائقہ نہیں" اس ہدایت کے مطابق خالدؓ بن سعید تیمار میں گئے اور بہت سے مسلمانوں کو اپنے ساتھ جمع کر کے اچھا خاصہ لشکر مرتب کر لیا۔

خالدؓ کی اس کارروائی کا حال شام کے رومی سرداروں نے سُنا تو سرحد شام کے نصرانی قبائل عرب بنی بہر۔ بنی سلیح۔ بنی غسان۔ بنی کلب۔ بنی جذام میں اپنے ایلچی بھیجکر ان کو مسلمانوں کی مخالفت پر ابھارا یہ حال خالد بن سعید کو معلوم ہوا تو انہوں نے جناب صدیقؓ اکبر کو اطلاع دی۔ یہاں سے جواب گیا کہ اب تم ان لوگوں کی طرف بڑھو۔ مگر خبردار اپنی طرف سے چھیڑ نہ کرنا" اجازت پاتے ہی خالدؓ بڑھے مگر قریب پہنچے تو دشمن منتشر ہو گئے اور جہاں دشمنوں کا پڑاؤ تھا وہیں جا کے اتر پڑے اور جو کچھ واقعات گزرے تھے بارگاہِ خلافت میں عرض کئے۔ اب حکم گیا کہ اور آگے بڑھو. مگر ہوشیاری

اور احتیاط کے ساتھ ایسا نہ ہو کہ دشمن تمہاری طرف پشت پر آجائیں اور تمہاری واپسی کا راستہ بند ہو جائے۔" اجازت پاتے ہی خالد اور بڑھے اور اب اُن کے بڑھنے کی یہ شان تھی کہ تھوڑی دُور بڑھتے اور رک جاتے اور جب اطمینان ہو لیتا تو اور آگے قدم بڑھاتے۔

اب اُن کے مقابلے پر باہان نام ایک رومی بطریق (سردار) آیا خالد بن سعید نے بڑھ کے مقابلہ کیا اور اسے شکست دی اور اس فتح کی اطلاع کرکے مدینہ طیبہ سے مدد مانگی۔ ابوبکر صدیق نے چند روز پہلے سے سارے عرب میں جہاد کا اعلان کر دیا تھا۔ اور مسلمان قبائلِ عرب سے استدعا کی تھی کہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے آئیں اور ثوابِ آخرت کے ساتھ تمتعِ دنیاوی بھی حاصل کریں۔ اس استدعا کے مطابق تمام اطرافِ عرب سے لوگ آنا اور جمع ہونا شروع ہوئے جو جہادِ فی سبیل اللہ کے شوق میں جوق جوق چلے آتے تھے۔ سب سے پہلے جو گروہ آیا۔ اس میں نامور شہسوارِ یمن ذی الکلاع حمیری تھے۔ ان کے ساتھ ہی عکرمہ بن ابی جہل بھی اپنے زبردست لشکر کے ساتھ تہامہ۔ عمان۔ بحرین۔ اور یمن کی مہمیں سر کرکے آگئے۔ ان لوگوں کو ملنے میں قرو کش دیکھ کے ابوبکر صدیق نے اپنے تمام امرائے محصلین زکوٰۃ اور والیوں کو لکھ بھیجا کہ یہ لوگ یمن سے آگئے ہیں جو کوئی اُن سے اپنی خدمت کا مبادلہ چاہتا ہو کرا سکتا ہے۔ قریب قریب اکثر والیوں نے اپنا مبادلہ کرا لیا اور اس لشکر میں سے کسی کو اپنی جگہ بلا کے جہاد کے لئے تیار ہو گئے اور مدینے میں ایک ایسا لشکر تیار ہوا جس میں اکثر وہی لوگ تھے جو اپنی خدمتوں کا مبادلہ

کرا کے آئے تھے۔ چنانچہ اس لشکر کا نام ہی جیش البدل ہو گیا۔ اسی لشکر کو ابو بکرؓ صدیق نے خالد بن سعید کی خواہش کے مطابق شام کی طرف روانہ کیا اور ابھی گھر ہی سے شام پر فوج کشی کرنے کی کارروائی کو اہمیت دی گئی۔

عمرو بن عاص کو حضور سرور عالم نے بنی سعد ندیم اور بنی عذرہ وغیرہ قبائل میں محصل زکوۃ مقرر فرمایا تھا۔ ابو بکرؓ صدیق نے ان کو عمان کے مرتدوں کے مقابلے پر بھیجا تو یہ وعدہ کر کے کہ جب اس مہم سے فراغت ہو گی تو تم پھر اپنی پرانی خدمت پر مامور کر دیئے جاؤ گے"۔ چنانچہ وہ جیسے ہی عمان سے واپس آئے اپنی اسی قدیم خدمت پر بھیج دیئے گئے۔ اب انہوں نے بھی خواہش کی کہ اپنی خدمت پر کسی اور کو مقرر کرا کے خود شام میں جائیں اور جہاد کریں۔ ان کی یہ تحریر پا کے ابو بکرؓ صدیق نے اُن کو لکھا "تم کو حضرت رسالت نے جس خدمت پر مامور کیا تھا اس سے میں اپنی طرف سے بدلنا اور ہٹانا نہیں چاہتا۔ لیکن ہاں جس طرح پہلے تم کو عمان بھیجا تھا اسی طرح اب چاہتا ہوں کہ تم کو ایسے کام میں لگاؤں جو دین و دنیا دونوں میں تمہارے لئے مفید ہے۔ بشرطیکہ تم بھی اس کو پسند کرتے ہو رہی تمہاری یہ خدمت جس پر تم ہو تمہارے لئے محفوظ رہے گی"۔

اس کے جواب میں عمرو بن عاص نے لکھا "میں اسلام کے تیروں میں سے ایک تیر ہوں۔ اور آپ تیر انداز اور ان تیروں کو فراہم کرنے والے لہذا ناوک اندازی کرتے وقت آپ دیکھ لیں کہ کون تیر اچھا۔ تیز۔ باڑ دار مضبوط اور کاری ہے"۔ یہ خط دیکھ کر ابو بکرؓ نے ان کو بھی اور ولید بن عتبہ کو بھی جو بنی قضاعہ میں دقوم زکوۃ کے کلکٹر تھے حکم دیا کہ عربوں کو جہاد کے لئے فوج جمع کرو۔ دونوں

نے بڑی مستعدی سے اس حکم کی تعمیل کی اس اثنا میں جو اور مجاہدین اطراف عرب سے آکر مدینے میں جمع ہوئے ان کو بھی انہوں نے عمرو بن عاص کے پاس بھیجدیا ایک خاص راستہ بتا کے حکم دیا کہ اس راہ سے تم ارض فلسطین کی راہ لو۔ اسی طرح کچھ مجاہدین ولید بن عتبہ کے پاس پہنچے اور ان کو حکم دیا کہ اپنی ہمراہی جماعت کے ساتھ تم شہر اردن کی طرف روانہ ہو۔

اس کے بعد اور بہت سے مجاہدین عرب مدینے میں جمع ہوئے تو ابوبکرؓ صدیق نے مدینے ہی میں ان کا ایک باقاعدہ لشکر مرتب کیا۔ اور ان پر ابوسفیان کے بیٹے یزید کو سردار مقرر کیا۔ اس لشکر میں سہیل بن عمرو اور ان کے سے اور نامور شجاعان مکہ بھی تھے۔ جب ان لوگوں کی روانگی کا وقت آیا تو ابوبکر صدیقؓ پاپیادہ ان کے رخصت کرنے کو تشریف لے گئے اور یزید بن ابی سفیان اور دیگر سرداروں کو بہت کچھ فہمایش کی اور نشیب و فراز سمجھائے۔ اس روز میں بھی صدیق اکبر کے ہمراہ تھا۔ اور جو الفاظ اس موقع پر اُن کی زبان سے نکلے قریب قریب یہی تھے جن کو میں لکھتا ہوں۔ انہوں نے سرداروں اور سپاہیوں کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ یزید بن ابی سفیان میں تم کو امتحاناً سردار مقرر کرتا ہوں تاکہ تمہاری آزمائش ہو اور مجھے تمہارا تجربہ ہو میں تم کو اس اہم خدمت پر روانہ کرتا ہوں اگر تم نے اسکو خیر و خوبی سے انجام دیا تو اپنی گزشتہ خدمت پر مامور ہو گے اور اسکے خلاف ہوا تو معزول کر دیئے جاؤ گے خبردار خدا سے ڈرتے رہنا وہ جیسا تمہارے ظاہر کو جانتا ہے ویسا ہی تمہارے باطن کو بھی جانتا ہے خدا کے نزدیک سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو حکم خدا میں سب سے زیادہ مستعد ہو اور سب سے زیادہ

تقرب الٰہی اس کو حاصل ہے جو اس کا تقرب حاصل کرنے میں سب سے زیادہ
مضبوط ہو. میں نے تم کو خالد بن سعید کی جگہ پہ سالار افواج شام مقرر کیا
لہذا خبردار تم سے عہد جاہلیت کی سی ریاکاری و خودنمائی نہ ظاہر ہو۔
اس لیے کہ خدائے تعالیٰ نمائش کا اور جس کے دل میں نمائش ہو اسکا دونوں
کا سخت دشمن ہے جب تم اپنے لشکر میں پہنچنا تو فوج والوں سے بہ اخلاق
پیش آنا. سلوک کرنے میں ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے ابتدا کرنا اور
اپنے طرزِ عمل سے ان کو شفقت و مرحمت کی امید دلانا. اور جب کبھی
ان کو کسی امر میں فہمائش کرنا تو تقریر میں اختصار کا خیال رکھنا تطویل کلام
میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک بات دوسری بات کو بھلا دیتی ہے اپنے نفس کو اچھا
اور پاک رکھنا تاکہ تم کو دیکھکر سب لوگوں کے نفس اچھے اور پاک رہیں.
نمازوں کو ان کے اوقات پر پورے رکوع و سجود کے ساتھ ادا کرتے رہنا
اور ان میں خشوع اور خضوع سے کام لینا دشمن کے ایلچی تمہارے پاس آئیں
تو ان کی تعظیم و تکریم کرنا. مگر ان کو اپنے یہاں دیر تک نہ ٹھہرانا تاکہ واپس
جائیں تو تمہاری فوج کی حالت سے ناواقف جائیں انہیں اپنی لشکر گاہ
کی سیر نہ کرانا ورنہ وہ تمہارے نقصانات سے واقف ہو جائیں گے اور جن
باتوں کو تم جانتے ہو ان کو وہ بھی جان جائیں گے. ان کو اپنے یہاں اُتارنا تو فوج
کے پر سطوت حصے میں اتارنا۔ ان سے تم خود گفتگو کرنا کسی اور کو اجازت
نہ دینا کہ تمہاری طرف سے اُن سے گفتگو کرے۔ یہ بھی خیال رہے کہ جو باتیں
خلوت میں کرنے کی ہیں ان کو جلوت میں نہ کیا کرنا ورنہ لوگوں کے دلوں میں

تمہاری طرف سے شبہے اور شکوک پیدا ہوں گے۔ جب کسی سے مشورہ لینا تو اس سے سچ سچ واقعہ بیان کر دینا۔ تم کو اس سے مشورہ بھی سچا ملے گا۔ اپنے مشیروں سے خبروں کو پوشیدہ اور مخفی نہ رکھنا۔ تم کو خود اپنے دل سے مشورہ مل جایا کرے گا۔ اپنے لوگوں میں بیٹھکر رات کو باتیں کیا کرنا اس طریقے سے تمہیں بہت سے ضروری حالات معلوم ہو جایا کریں گے اور تمہاری آنکھوں کے سامنے سے پردے اُٹھیں گے۔ اپنی فوج میں پہرہ دینے والوں کو کثرت سے رکھنا۔ اور ان کو اپنی فوج میں اندر باہر ہر طرف پھیلا دینا اور اکثر راتوں کو وقت بے وقت ناگہاں ان کے سر پر جا پہنچنا بغیر اس کے کہ ان کو تمہارے آنے کی پہلے سے خبر ہو۔ اور اس طرح کے گشت میں جس کسی کو پہرے میں غافل پانا اسے مناسب سزا دینا۔ مگر سزا دینے میں حد سے نہ گزرنا۔ راتوں کو پہرے والوں کی بدلیاں کرانا۔ اور پہرے کی پہلی باری پچھلی سے زیادہ لمبی رکھنا۔ اس لئے کہ پہلے حصہ شب کا پہرہ آسان ہوتا ہے مستوجب سزا کو دینے میں خوف نہ کرنا۔ خود بھی کبھی گناہ کے مرتکب نہ ہونا۔ اور نہ برائی و معصیت کے مٹانے کو آسان و حقیر تصور کرنا۔ اپنے سپاہیوں کی طرف سے کبھی غافل نہ ہونا کہ ان میں خرابیاں پیدا ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ لیکن انکی جاسوسی بھی نہ کرنا کہ وہ رسوا اور بدنام ہوں۔ لوگوں کے رازوں کو نہ کھولنا اور جو کچھ ظاہر میں نظر آتا ہو اسی پر کارروائی کرنا۔ ان لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھا کرنا جو دین کی باتوں کا تمسخر کیا کرتے ہیں۔ مگر اہلِ صدق و صفا سے صحبت رکھنا۔ میدان کارزار میں ہمیشہ سچے رہنا اور اپنی حرکات سے جیسے بزدلی

کو نہ ظاہر ہونے دینا۔ اس لئے کہ اس کی وجہ سے اور لوگ بھی بزدل ہو جائینگے خیانت سے بچتے رہنا۔ اس سے محتاجی و فلاکت آتی اور تائیدِ الٰہی جاتی ہے۔ عنقریب وہاں تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو خانقاہوں میں بند ہو کر بیٹھ رہے ہیں۔ اُن کو اور ان کے مامنوں کو چھوڑ دینا اور انکے اطمینان میں خلل نہ ڈالنا۔"

یہ وہ ہدائتیں ہیں جو حضرت امام الامۃ نے اپنے سپہ سالار شام کو مدینے سے روانہ کرتے وقت کیں۔ اور سچ یہ ہے کہ والیانِ ملک اور سرداران فوج کے لئے اس سے بہتر نصیحتیں نہیں ہو سکتی ہیں۔ اس لشکر کے روانہ ہو جانے کے بعد جو اور مجاہدین مدینہ میں آکر جمع ہوئے ان کا سردار ابوبکر صدیقؓ نے ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر کر کے حکم دیا کہ تم شہر حمص کی طرف روانہ ہو۔ ابو عبیدہ نے یہاں سے کوچ کیا تو راستے میں شہر بلقار کے قریب پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے شہر کے پھاٹک پر روکا۔ اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ مگر قبل اس کے کہ لڑائی کا کوئی فیصلہ ہو ان لوگوں نے خود ہی اظہارِ اطاعت کر کے صلح کر لی اور یہی صلح ارض شام کی جانب مسلمانوں کی پہلی فتح تصور کی گئی۔

اب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رومیوں کا ایک لشکر ارض فلسطین کے شہر حربہ کے پاس جمع ہوا ہے۔ یزید بن ابی سفیان نے اس کے مقابلے پر تھوڑی فوج کے ساتھ ابو اُمامہ باہلی کو روانہ کیا۔ ابو امامہ نے جا کر ان لوگوں کو شکست دی اور آگے بڑھے۔ ادھر خالد بن سعید نے جب سُنا کہ متعدد سرداران اسلام فوجوں کے ساتھ روانہ ہوئے ہیں تو بغیر اس کے کہ امام الامۃ خلیفۂ رسول سے اجازت لیں خود ہی بڑھ کے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ رومی سپہ سالار باہان بڑا

چالاک اور ہوشیار سردار تھا۔ اس نے ان کو یہ فریب دیا کہ اپنی طرف شکست اور کمزوری ظاہر کر کے پیچھے ہٹنے لگا۔ اور یہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے بڑھے۔ اس لڑائی میں ذوالکلاع عکرمہ اور ولید بھی خالدؓ کے ساتھ سے۔ رومی لشکر ہٹتے ہٹتے اور بہ ظاہر بھاگتے بھاگتے مرج صفر میں پہنچکر ٹھہر گیا۔ اور اب خالدنے جو دیکھا تو ان کا سارا لشکر دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ دشمنوں کی تعداد بھی زیادہ نظر آئی۔ اس لئے کہ دشمنوں کے بہت سے لشکر چاروں طرف سے یہاں آکر جمع ہوئے تھے اور مسلمانوں کا واپسی کا راستہ مسدود تھا۔

اس حالت میں لڑائی شروع ہوئی تو رومیوں نے نہایت ہی جوش خروش سے حملے شروع کر دیئے۔ خود باہان نے یورش کر کے خالد کے ایک فرزند کو شہید کر ڈالا۔ خالدؓ نے بیٹے کے مارے جانے کا حال سُنا تو ایسی ہیبت چھائی کہ پاؤں اکھڑ گئے۔ بھاگے اور بھاگتے ہوئے مدینہ طیبہ کے قریب مقام ذی المراۃ تک چلے آئے۔ اتنے میں ابوبکر صدیق کو خبر ہو گئی۔ انہوں نے آدمی دوڑائے اور ان کو حکم بھیجا کہ خبردار مدینے میں نہ آنا۔ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ذی المراۃ ہی میں ٹھہرے رہو۔ ادھر میدان مرج صفر میں عکرمہ بن ابی جہل دشمنوں سے مقابلہ کرتے اور مسلمانوں کو بچاتے اور سنبھالتے رہے

اِس اثنا میں خالدؓ بن ولید کے پاس سے شرحبیل بن حسنہ کسی ضرورت سے دارالخلافہ مدینہ میں حاضر ہوئے۔ ابوبکر صدیق نے ان کو حکم دیا کہ اب تم بجائے عراق کے شام میں جاؤ اور ولید بن عتبہ کی جگہ پر میں تم کو وہاں سردار فوج مقرر کرتا ہوں"۔ انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر شام جاتے ہوئے جب

وہ مقام ذی المراۃ میں پہنچے تو خالدؓ بن سعید کے ہمراہی جو یہاں پڑے ہوئے تھے ان میں سے اکثر شرجیل کے لشکر میں مل کر شام کی طرف پلٹ گئے۔ اب مدینے میں مجاہدین کا ایک گروہ جمع ہوا۔ ابوبکر صدیق نے ان کا لشکر مرتب کرکے معاویہ بن ابی سفیان کو ان پر سردار مقرر کیا اور حکم دیا کہ تم بھی شام کی راہ لو معاویہ ابن حلبیں کے ساتھ ذی المراۃ میں پہنچے تو خالد بن سعید کے پاس جو لوگ باقی تھے وہ بھی ان کو چھوڑ کر اس جیش مجاہدین کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے اسکے بعد جب ابوبکر صدیقؓ نے سُن لیا کہ اب خالد بن سعید کے پاس کوئی باقی نہیں ہے تو اُن کو مدینے میں آنے کی اجازت دی۔

اب یہ سرداران عرب شام میں پہنچ گئے۔ ابوعبیدہ نے جابیہ کے سامنے پڑاؤ ڈالا۔ یزید بن ابی سفیان اور ان کے بھائی معاویہ بلقار میں ٹھہرے شرجیل بن حسنہ نے اُردن کے گرد قیام کیا اور عمرو بن عاص عربہ میں جا کے اُترے۔ یہ سب سردار وہاں پہنچ چکے ہیں۔ مگر چونکہ بصریٰ میں جو کر نہیں گئے۔ اس لئے آپ کو ان کے پہنچنے کا حال نہیں معلوم ہو سکا۔

مسلمان سرداروں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ بھی لکھا ہے کہ تاجدار روم ہرقل ان دنوں جوش عقیدت سے بیت المقدس میں آیا ہوا تھا۔ جب اُسے یہ حالات معلوم ہوئے تو اُس نے اپنے ارکان دولت اور مشیران سلطنت کو جمع کرکے کہا "میری یہ رائے ہے کہ تم ان لوگوں سے صلح کر لو۔ خدا کی قسم اگر محاصل مملکت شام کی آدھی رقم ادا کرنے کا وعدہ کرکے بھی ان لوگوں سے صلح کر لو گے تو میرے نزدیک نفع میں رہو گے۔ یہ اس سے اچھا ہو گا کہ

وہ سارے ملک شام پر قبضہ کر لیں اور بڑھ کے آدھی مملکت روم بھی تم سے چھین لیں"۔ اس کی یہ رائے سن کر لوگ نہایت متوحش ہوئے اور اُسے چھوڑ کر دربار سے اُٹھ گئے۔ مجبور ہو کر اس نے پھر اپنے معززین ارکان دولت کو جمع کیا اور ان کو لے کر شہر حمص میں جا پہنچا۔ وہاں قیام کر کے فوج جمع کی۔ لشکر مرتب کیا۔ اور ارادہ کیا کہ ہر مسلمان سردار کے مقابل ایک نئی فوج بھیجی جائے فوج کی اس کو کمی نہ تھی اور خیال یہ تھا کہ مسلمان سرداروں کو جدا جدا لشکروں میں اُلجھا لینے سے ان کی قوت کمزور پڑ جائے گی۔ چنانچہ اپنے سگے بھائی تذارق کو نوے ہزار فوج کے ساتھ عمرو بن عاص کے مقابلے پر جرجہ بن کوذر کو یزید بن ابی سفیان کے مقابلے پر۔ قیقار بن نسطوس کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ ابو عبیدہ کے مقابلے پر۔ اور دراقص نام ایک رومی سردار کو شرحبیل بن حسنہ کے مقابلے پر روانہ کر دیا۔

ہرقل کے یہ انتظامات اور رومی فوجوں کی یہ کثرت دیکھ کر مسلمان گھبرائے اور سب سرداروں نے عمرو بن عاص کو خط لکھ کے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک ایسی حالت میں کیا مناسب ہے؟۔ انہوں نے لکھا۔" ہمارے لئے مناسب تدبیر یہ ہے کہ ہم سب ایک جگہ جمع ہو جائیں اور اپنے منتشر لشکروں کو یکجا کر لیں۔ متفرق طور پر سب میں کمزوری رہے گی مگر ایک جگہ اکٹھا ہو جانے سے ہم کو اپنی کمی محسوس نہ ہو گی اور دشمن کی کثرت فوج کا اتنا اندیشہ نہ رہے گا"۔ اس کے بعد ابو بکر صدیق کو لکھا گیا تو انہوں نے بھی وہی رائے دی جو عمرو بن عاص نے دی تھی۔ چنانچہ اسی

بنا پر دار الخلافت سے حکم گیا کہ شام کے تمام عساکر اسلام اور کل سرداران مجاہدین مقام یرموک میں جمع ہو جائیں۔

الغرض مسلمانوں کے عظیم الشان لشکر کا یرموک میں جماؤ ہے۔ اُدہر رومی بھی سب طرف سے سمٹ کر وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ ان کا سپہ سالارِ اعظم تذارق ہے۔ مقدمۃ الجیش کی سرداری پر جرجہ ہے اور دو پہلوؤں میں سے ایک پہلو کی فوج کا سردار باہان ہے اور دوسرے پہلو کی فوج کا افسر قیقار اور ۔۔۔ نہر یرموک رومیوں کے لئے خندق کا کام دے رہی ہے۔

آپ یہ خط پڑھ کر حیران ہوں گے کہ اتنا سبب ہوا۔ اور آپ کو جو شام میں بیٹھے ہیں۔ خبر نہ ہوئی۔ مگر اس کی وجہ ہے مسلمان سرار مختلف راستوں سے گئے ہیں اور رومی ان کی حملہ آوری کو حتی الامکان مخفی رکھتے ہیں۔ اور پسند نہیں کرتے کہ مسلمانوں کی فوج کشی کا حال رعایا کو معلوم ہوا اور تمام شہروں میں ہنگامہ مچ جائے۔

یہاں یہ بھی خبر آئی ہے کہ یرموک کے میدان میں رومی بعوض لڑنے کے زیادہ تر اس کی کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو مانوس بنا کے اپنا کر لیں یا ان کے بعض گروہوں کو توڑ لیں۔ اور تاخیر و تعویق سے مسلمانوں کو کمزور اور ایک دوسرے کے مخالف بنائیں۔ ان کی اس نرمی کا انجام یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اُن کے واپس جانے کا راستہ بڑھ کر اپنے قبضے میں کر لیا ہے جس پر خوش ہو کے جناب عمرو بن عاص نے جو بڑے عقلمند و ہوشیار سردار ہیں۔ اور جنگی انتظاموں کا بہت اچھا تجربہ رکھتے ہیں مسلمانوں سے کہا:-

"میں تم کو مبارک باد دیتا ہوں کہ تم نے رومیوں کو اپنے حلقے میں کر کے قید کر لیا ہے۔" رومی کبھی رود یرموک سے اتر کے کمزور حملے بھی کرتے ہیں۔ مسلمان ہر مرتبہ مقابلہ کر کے پسپا کر دیا کرتے ہیں۔ مگر یہ لڑائی محض برائے نام ہے۔ اصل میں رومی وقت ٹال رہے ہیں اور دونوں لشکر کئی مہینے سے آمنے سامنے پڑے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ انجام کیا ہوگا۔

اب میں اس خط کو اسی مقام پر ختم کرتا ہوں۔ دعا کیجئے کہ مسلمانوں کو جلد فتح حاصل ہو اور میرا بعد الاخط فتح کی خوشخبری میں ہو۔ والسلام

امیدوار ترقی دین و ایمان۔ سلمانؒ

یہ خط پڑھ کر استفانوس اور سفانہ کو حیرت ہو گئی اور استفانوس نے کہا: "ہم منتظر رہیں کہ مسلمانوں کا علم بصریٰ میں آئے اور یہاں سے آگے بڑھ کے سارے فلسطین میں پھیل جائے۔"

سفانہ:۔ "مگر آج سے روزانہ نماز میں دعا مانگا کیجئے گا کہ یرموک میں مسلمانوں کو خدا فتح نصیب کرے۔ اسی لڑائی پر دارومدار ہے اور یہ سب سے بڑی لڑائی ہے اس میں انہوں نے شکست دے دی تو رومیوں کا قدم ہر جگہ اکھڑ جائیگا اور پھر رومی کسی شہر کو نہ بچا سکیں گے۔"

استفانوس:۔ ضرور اور دعا تو ہم ہر وقت مانگا کرتے ہیں۔ مجھے حیرت تھی کہ بصریٰ کی تمام رومی فوجیں بعوض سرزمین عرب کی طرف بڑھنے کے شام کی طرف شمال میں کیوں چلی گئیں۔ اب یقین ہوا کہ یہ لوگ یرموک گئے ہیں مگر مجھ کو پورا یقین ہے کہ رومی چاہے کیسا ہی انتظام کریں شکست انہیں کو ہوگی۔

حق کے غلبے اور دینِ برحق کی قوت کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ خیر اب ہم روز بصریٰ میں جا کر خبروں کا پتہ لگایا کریں گے۔ لیکن اطمینان جب ہی ہو گا جب جناب سلمان کا خط آئے گا"۔

سفانہ "۔ دیکھیے ان کا خط کب آتا ہے۔ اب کی تو انہوں نے یہ بھی نہیں بتایا کہ کب لکھیں گے"۔

استفانوس "۔ جب لکھیں ہمیں خاموشی کے ساتھ منتظر رہنا چاہیئے"۔

اب اس انتظار میں تقریباً چار مہینے گزر گئے۔ اس دوران میں بصریٰ کے اندر مشہور ہوا کہ یرموک میں بڑے زور شور کی لڑائی چھڑی ہوئی ہے۔ روز نئی نئی افواہیں اڑتیں۔ کبھی سُنا جاتا کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور کبھی یک بیک اضطراب و پریشانی کے ساتھ یہ غلغلہ بلند ہوتا کہ رومی یرموک میں شکست کھا کے بھاگے اور بصریٰ میں عربی لشکر آیا چاہتا ہے"۔

اِسی گو مگو کے عالم میں استفانوس کو جناب سلمان رضؓ کا نیا خط ملا۔ جسے دفورِ جوش میں طائی قاصد کے ہاتھ سے لیتے ہی چُوما۔ آنکھوں سے لگایا۔ اور سفانہ کے پاس آ کر سنانے لگے۔ مضمون حسب ذیل تھا۔

جناب سلمانؓ کا تیسواں خط

از جانب بندۂ ایزدِ منان سلمان۔ برادرِ اسلام استفانوس نیک فرجام کو حمدِ خدائے بحر و بر اور ثنائے حضرت خیر البشر کے بعد معلوم ہو کہ اس مرتبہ آپ کو زیادہ انتظار کرنا پڑا۔ مگر جیسی تکلیف آپ کو انتظار میں ہوئی۔ اس سے

زیادہ اس واقعہ جانگزا سے ہوگی کہ امام الامتہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ۲۲ جمادی الآخر کو دو سال تین مہینے اور دس روز مسلمانوں پر فرمانروائی کر کے فردوس بریں کی راہ لی اور ان کی جگہ ان کی وصیت کے مطابق جناب عمر فاروق مسند نشین خلافت رسول امین ہوئے۔ ایک روز ذرا خنکی تھی۔ مگر جناب صدیقؓ نے پروانہ کی۔ اسی ٹھنڈک میں نہالئے نہاتے ہی بخار چڑھ آیا۔ جو پندرہ روز تک نہ اترا۔ ان کی بیماری میں ان کے حکم سے عمر فاروق پندرہ روز تک نماز پڑھاتے رہے۔ یہاںتک کہ جناب خلافت مآب نے سفر آخرت کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک سال پہلے ایک یہودی نے ان کو اور حارث بن کلدہ کو زہر دیا۔ اور ایسا زہر جو ایک سال میں کام کرے۔ چنانچہ سال گزرتے ہی دونوں نے وفات پائی لیکن اس سانحہ ہوشربا کے ساتھ آپ کو ایک بہت بڑا مژدہ بھی سناتا ہوں۔ خدا کا ہزار ہزار شکر کہ یرموک میں صحابۂ رسول اکرم کو فتح حاصل ہوئی اور یہ سُنکر آپ حیران ہو جائیں گے کہ یہ فتح بھی خاص خالدؓ بن ولید کے ہاتھ سے ہوئی جن کی شمشیر نے مملکت ایران کو پامال کر دیا۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ یرموک میں جب لڑائی کو طول ہوا اور یہ نظر آیا کہ رومیوں کی فوج روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ تو وہاں کے سرداران اسلام نے امام الامتہ ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہماری مدد پر اور فوج بھیجئے جناب خلافت مآب کے دل میں سپہ سالاران اسلام میں سب سے زیادہ وقعت خالدؓ بن ولید کی تھی ان کو لکھا کہ تم عراق سے شام

میں جا کر مسلمانوں کی مدد کرو اور اپنی شجاعت و دلیری کا سچا جوہر دکھا دو جو فوج تمہارے ہمراہ ہے اس میں سے نصف کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور نصف کو وہیں عراق میں مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کی سرداری میں چھوڑ دو۔ جب شام میں خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہو جائے تو پھر تم عراق میں واپس آ جانا۔

یہ حکم پہنچتے ہی خالدؓ نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اور فوج میں جتنے صحابہ رسول اکرم تھے سب کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے چھانٹ لیا۔ یہ دیکھ کر مثنیٰ نے کہا۔ خدا کی قسم میں اس کو نہ مانوں گا۔ وہی ہونا چاہیے جو حضرت امام الامۃ نے لکھا ہے۔ جس طرح آدھی فوج آپ نے لی اور آدھی مجھے دی ہے اسی طرح آدھے صحابہ کو بھی آپ لیجئے اور آدھے میرے پاس چھوڑیئے۔ ساری خیر و برکت اور تائید الٰہی کی اُمید صحابۂ رسول کے دم قدم سے ہے۔ اس اصرار پر خالد نے آدھے صحابیوں کو بھی لشکر عراق میں چھوڑ کر مثنیٰ کو مطمئن کر دیا اور نو ہزار بہادران لشکر عراق کو اپنے ساتھ لے کر براہ راست ارض شام کی راہ لی۔ راستے میں شہر حدود ار پڑا وہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا اور خالد ان کو پسپا کر کے مضیح میں پہنچے اور اسے فتح کیا۔ اس کے بعد بہت سی منزلیں قطع کرتے اور ہر جگہ فتح و نصرت کے پھریرے اڑاتے ہوئے ثنیۃ العقاب میں جا پہنچے جو دمشق کے قریب ہے یہاں پہنچتے ہی خالدؓ نے اپنے اس علم کا پرچم کھول دیا جو حضرت رسول خدا نے ان کو مرحمت فرمایا تھا۔ اس کا پھریرا سیاہ تھا اور رایۃ العقاب کہلاتا تھا۔ اس کے بعد دمشق کو چھوڑ کر مرج راہط ہوتے ہوئے یرموک میں پہنچ گئے

اور حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے پہنچ جانے کی اطلاع کی

اس نے عسکر اسلام کے پہنچتے ہی باہان نے رود یرموک سے اتر کے مقابلہ کیا۔ اس کے ساتھ مسیحی اسقف، اور راہب تھے جو انجیل کی دعائیں پڑھتے اور مُردلوبان کی دھونی دیتے جاتے تھے۔ خالدؓ نے بڑھ کے مقابلہ کیا اور تھوڑی دیر کی لڑائی کے بعد رومیوں سے بجز اس کے کہ اپنے خندق کے اس پار واپس جاکے پناہ لیں اور کوئی بات نہ بن پڑی۔

اب یرموک میں لشکر اسلام پورا ہو گیا۔ پہلے مسلمانوں کی کل تعداد ستائیس ہزار تھی۔ اب خالد بن ولید کے زیرِ عَلم نو ہزار دلیرانِ عرب کے آجانے سے چھتیس ہزار ہو گئی۔ عکرمہ بن ابی جہل کی جمعیت اس کے علاوہ تھی جو مسلمانوں کے پیچھے اپنے لشکر کے ساتھ پڑے ہوئے تھے۔ تاکہ کسی کو مسلمانوں کے پیچھے نہ آنے دیں۔ اس کے مقابل رومیوں کا شمار دو لاکھ چالیس ہزار تھا۔ ان میں اسّی ہزار زنجیر بند تھے یعنی زنجیروں سے گھوڑوں میں بندھے ہوئے تھے کہ کسی طرح گھوڑے کی پیٹھ سے جدا نہ ہو سکیں۔ چالیس ہزار ایسے کہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ ہی میں نہیں بلکہ باہم ایک دوسرے میں بھی زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے تاکہ چاہیں بھی تو میدان سے نہ بھاگ سکیں ان کے علاوہ انکے ہمراہ ایک لاکھ اسّی ہزار پیدل سپاہی تھے۔ اور ان میں بھی بہت سی باہم زنجیروں میں بندھے تھے۔

خالد کے پہنچنے سے پہلے یرموک میں لشکر مجاہدین کی یہ حالت تھی کہ ہر سردار اگرچہ دوسروں کا ممد و معاون رہتا مگر کسی اور کا ماتحت نہ ہوتا اور اپنی جمعیت پر پورا حکمران ہوتا۔ اسی حالت میں مسیحی ہی مقتدا قس اور راہب اپنے

رومی سپاہیوں کو پورے ایک مہینے تک ابھارنے جوش دلانے اور اُن کے دلوں میں دینی جمعیت کا جوش پیدا کرنے کے بعد جمادی الآخر میں ان کو لڑائی کے لئے پورے زور شور اور جوش سے میدان جنگ میں لائے۔

مسلمانوں کو ان کے دریائے لشکر کے تلاطم کی خبر ہوئی تو ان کے تمام سرداروں کی فوجیں اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے مرتب ہو کر بڑھیں اور سب کو ایک دوسرے کی تائید و اعانت پر بھروسہ تھا۔ اس وقت خالد بن ولید نے گھوڑا بڑھایا۔ مسلمانوں کی صفوں کے آگے چکر لگایا۔ اور اس کے بعد بیچ میں ٹھہر کے حمد الٰہی و ثنائے رسالت پناہی کے بعد یہ تقریر کی: "بہادرو! آج کا دن خدا کے مخصوص دنوں میں سے ہے۔ اس دن نہ اپنے اوپر فخر و ناز کرنا چاہئے اور نہ سرکشی کرنی چاہئے۔ اپنے جہاد کو خالصۃً لوجہ اللہ رکھو۔ اور اپنے عمل سے خدا کو راضی کرو۔ اس کے بعد اور دن بھی آئے گا مگر تمہاری کارگزاری اسی دن کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ جو قوم مرتب و منضبط ہو کر باضابطہ طریقے سے لڑتی ہے۔ اس سے منتشر ہو کر نہ لڑو تفریق تمہارے لئے نہ جائز ہے۔ اور نہ مناسب ہے۔ یاد رکھو تمہارے پیچھے ایک شخص ہے (یعنی امام الامۃ ابوبکرؓ صدیق) کہ اُسے اگر تمہاری یہ کیفیت معلوم ہو جائے تو اِس کو دم بھر کے لئے بھی جائز نہ رکھے گا۔ لہٰذا اس بارے میں تم کو بارگاہ خلافت سے کوئی خاص حکم نہیں ملا ہے۔ اس میں اپنے سردار کے حکم کی تعمیل کرو۔" سب نے بہ آواز بلند کہا: "فرمایئے۔ آپ کا کیا حکم ہے؟" خالدؓ نے کہا: "ابوبکر صدیقؓ نے ہمیں یہ خیال کر کے بھیجا ہے کہ ہم آسانی سے اپنے مقصد کو حاصل کر لیں گے۔ وہ اگر جانتے ہوتے

کہ کیا ہوا اور کیا ہو رہا ہے تو تم کو اس صورت و ترتیب سے نہ جمع کرتے۔ تمہاری یہ تفریق کی حالت اس مصیبت سے بھی زیادہ سخت و دشوار ہے جس سے تم کو سابقہ پڑا ہے اور مشرکین کے حق میں یہ کسی زبردست کمک کے آجانے سے بھی زیادہ سود مند و مفید ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا تم پر تقسیم کر دی گئی ہے اور اللہ اللہ تم میں سے ہر شخص جدا جدا شہروں میں ہے لیکن اگر وہ کسی دوسرے امیر کا ماتحت ہو جائے تو اس سے اسکے حق میں کوئی کمی ہو جاتی ہے اور سب سردار اگر کسی ایک کے ماتحت ہو جائیں تو اسکو اس وجہ سے کچھ زیادہ نہ ملجائیگا کسی سردار کے ماتحت ہو جانے سے کسی کی خدا اور خلیفہ رسول اللہ کی نظر میں کوئی تحقیر یا ہلکی نہیں ہو جاتی لہذا لڑائی کیلئے تم بھی تیار ہو جاؤ کیونکہ تمہارے دشمن لڑائی کے لئے خوب تیار ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو کہ آج کے دن کے بعد بھی دن آئیگا۔ لیکن آج کا دن وہ دن ہے کہ اگر تم نے دشمنوں کو اُن کے خندقوں کے اندر بھگا دیا تو ان کو ہمیشہ بھگاتے اور پسپا کرتے رہو گے۔ لیکن اگر آج انہوں نے ہمکو شکست دیدی تو پھر اس کے بعد ہم نہ سنبھل سکیں گے۔ لہذا آؤ اور سرداری اور افسری کے نظام کو تم انہیں دشمنوں سے عاریتہً لے لو۔ مگر ہم میں سرداری و امارت فوج روز بدلتی رہے۔ یعنی ایک دن ایک شخص سردار ہو اور دوسرے دن دوسرا شخص اور تیسرے دن تیسرا شخص۔ یہاں تک کہ سب کو حکومت کرنے کا موقعہ مل جائے۔ اگر مناسب جانو تو آج مجھی کو اجازت دو کہ میں تمہاری سرداری و افسری کروں۔

اِس استدعا کے مطابق تمام معزز سرداروں اور کل سپاہیوں نے اس روز کی معرکہ آرائی کے لئے خالدؓ ہی کو اپنا سپہ سالار تسلیم کر لیا۔ مگر

باوجود اس کے تمام لوگوں کے ذہن میں تھا کہ یہ بھی خالدؓ کی غلطی و لغزش ہے تاہم دل میں کہا مضائقہ نہیں۔ اس لیے کہ اس کا اثر زیادہ زمانے تک نہ رہیگا۔"

اب رومیوں کا لشکر بڑھا اور ایسی ترتیب و انتظام سے کہ مسلمانوں نے آج تک کبھی ایسا بارونق منظر نہیں دیکھا تھا۔ مگر خالد نے اپنے لشکر کو بھی اس شان سے مرتب کر کے بڑھایا کہ اپنی یہ شان بھی مسلمانوں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ خالدؓ نے لشکر عرب کو چالیس رسالوں اور پلٹنوں میں تقسیم کر دیا اور کہا:۔ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور تم گو کہ شمار میں بہت کم ہو مگر بہت سے دستوں اور کالموں میں تقسیم ہو جانے سے زیادہ نظر آنے لگو گے۔ ان کالموں میں سے بہت سے انہوں نے قلب فوج میں رکھے اور ان پر ابو عبیدہ کو سردار مقرر کیا۔ بہت سے کالم میمنہ پر رکھے اور ان کی سرداری عمرو بن عاص اور شرجیل بن حسنہ کو دی۔ بہت سے کالم میمنہ پر ٹھہرے اور ان کا سپہ سالار یزید بن ابی سفیان کو مقرر کیا۔ ایک کالم کا سردار قعقاع بن عمر کو قرار دیا جو خالد کے عراق سے یہاں آ گئے تھے۔ ان تمام کالموں میں سے ہر ایک پر انہوں نے کسی نامور شجاع عرب کو سردار مقرر کیا۔ ابو درداء فوج کے قاضی مقرر ہوئے اور ابو سفیان کے ذمے یہ خدمت کی گئی کہ کٹر کبتی کریں اور مسلمانوں کو جوش دلا دلا کے لڑائیں۔ اگلے حصہ فوج یعنی طلیعے کے سردار قباث ابن اُشیم اور سب سے پچھلے حصہ فوج کے سردار عبداللہ بن مسعود تھے

اس دوران میں کسی کی زبان سے نکلا "مسلمان کس قدر کم ہیں! اور رومی کتنے زیادہ ہیں!" یہ سنتے ہی خالدؓ نے جوش کے لہجے میں کہا: "نہیں

یہ کہو کہ مسلمان کتنے زیادہ ہیں! اور رومی کسقدر کم ہیں! فوجوں کی کثرت تائید الہی سے ہوتی ہے جو ہمارے شامل حال ہے۔ اور ان کی قلت و کمزوری بدنصیبی و شامت سے ہوتی ہے جو رومیوں کے لئے ہے"۔

اب خالد کے حکم سے قعقاع بن عمرو نے لڑائی چھیڑ دی۔ دم بھر میں لڑائی سب طرف پھیل گئی۔ اور نہایت ہی قیامت خیز لڑائی ہونے لگی عرصہ حشر قائم تھا۔ تلواروں کی بجلیاں گر رہی تھیں اور خون کی ندیاں بہ رہی تھیں عین اسوقت جبکہ یہ حشر بپا تھا۔ دار الخلافہ مدینہ سے ایک قاصد آیا لوگوں نے دوڑ دوڑ کے اس سے پوچھنا شروع کیا کہ "کیا خبر لائے ہو؟" اور وہ سب کو یہی جواب دیتا تھا کہ "خیریت ہے! تمہاری مدد کو کمک آرہی ہے"۔ لیکن جب وہ خالدؓ بن ولید کے پاس پہنچا تو ان کے کان میں جھک کر چپکے سے کہا۔ ابو بکرؓ صدیق نے سفرِ آخرت کیا۔ اُن کی جگہ عمرؓ فاروق مسند نشینِ خلافت ہوئے اور آپ کو سرداری فوج سے معزول کر کے ابو عبیدہ کو سپہ سالار عساکر اسلام مقرر کیا ہے"۔ یہی خبر اس نے ابو عبیدہ کو بھی پہنچا دی۔ مگر اس وقت دونوں نیک طینت و پاکباطن سرداران اسلام خاموش رہے اور اس خبر کو مخفی رکھا۔

اتنے میں رومی لشکر میں سے جرجہ جو اُن کا بڑا نامور سردار اور روم کا نامی گرامی پہلوان تھا گھوڑا بڑھا کر میدان میں آیا اور خالدؓ بن ولید کو اپنے مقابلہ پر بلایا۔ خالدؓ فوراً نکل کے گئے تو اُس نے کہا میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ لہذا چاہتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے لئے ہم دونوں

امن و امان سے ملیں اور ایک دوسرے پر حملہ نہ کریں۔ خالدؓ نے اس کی درخواست قبول کی۔ اور جرجہ نے قریب آ کے کہا۔ جو میں پوچھوں اس کو آپ سچ سچ بتادیں۔ آزاد اور بہادر لوگ جھوٹ نہیں بولتے اور نہ مجھے آپ دھوکا دیں۔ اس لئے کہ شریف لوگ مستفسر کو فریب نہیں دیا کرتے یہ بتایئے کہ کیا خدا نے آپ کے پیغمبر پر کوئی تلوار آسمان سے اُتاری ہے اور اُن سے وہ تلوار آپ کو مل گئی ہے کہ جس قوم پر آپ اس کو کھینچتے ہیں بغیر شکست دیئے نہیں رہتے؟" خالد نے کہا "نہیں"۔ پوچھا "تو پھر آپ کو لوگ سیف اللہ کیوں کہتے ہیں؟" خالد نے کہا "سنئے خدا نے ہم میں اپنے پیغمبر مرسل کو مبعوث کیا۔ میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ابتداءً ان کی تکذیب کی۔ اور ان سے لڑے اس کے بعد اللہ نے مجھکو ہدایت کی اور میں نے ان کی پیروی اختیار کی۔ اس وقت انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم مشرکین کے حق میں اللہ کی شمشیر برہنہ ہو اور میرے لئے تائید الٰہی کی دعا فرمائی۔ یہ سب اسی دعا کی برکت ہے"

یہ سن کر جرجہ نے کہا۔ "اچھا یہ بتایئے کہ آپ ہم سے چاہتے کیا ہیں؟" خالد نے کہا "فقط تین باتیں یا اسلام قبول کیجئے یا اطاعت قبول کر کے ہمیں جزیہ دیجئے اور یہ نہیں منظور تو لڑیئے اور مقابلہ کیجئے"۔ اس نے پوچھا "اچھا یہ بتایئے کہ جو کوئی دعوت اسلام کو قبول کرے اور آپ کی جماعت میں شامل ہو جائے تو اس کا درجہ آپ لوگوں میں کیا ہوتا ہے؟ جواب دیا "ہمارا اس کا درجہ برابر اور یکساں ہو جاتا ہے"۔ جرجہ نے پوچھا "اور اس کو اس کا کچھ اجر اور ثواب بھی ملتا ہے؟ کہا "بے شک، بلکہ ہم سے بڑھ کر۔ اس لئے کہ ہم

حضرت رسول خدا کی زندگی میں ایمان لائے۔ جبکہ آپ ہمیں غیب کی باتیں بتاتے تھے اور ہم آپ کے عجیب وغریب معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتے تھے۔ مگر آپ نے وہ نہ دیکھا ہے جو ہم نے دیکھا اور نہ وہ سُنا۔ لہٰذا اب اگر آپ بہ نیت خیر اور صدق دل سے ایمان لائیں گے تو ہم سے زیادہ افضل ہوں گے۔" یہ سنتے ہی جرجہ نے ڈھال جس کو حفاظت کے لئے سامنے کئے ہوئے تھا ہٹالی۔ خالد کے ہمراہ لشکر اسلام میں چلا آیا۔ اور ایمان لایا۔ خالد نے اس کو دین کی تعلیم دی پھر اس نے غسل کر کے دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد خالد کے ہمراہ میدان میں جاکر رومیوں سے لڑنے اور جہاد کرنے لگا۔

اِس دوران میں لڑائی برابر جاری تھی۔ اور ایسی لڑائی جو یادگار اور قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی ہو۔ رومیوں نے آخرکار ایک ساتھ ملکر ایسا زبردست حملہ کیا کہ مسلمانوں کو جگہ چھوڑ کے پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور رومی اُن کو یہاں تک ڈھکیلتے اور ہٹاتے چلے گئے کہ مسلمان اس جگہ پہنچ گئے جہاں ان کی معاون فوج ان کے پیچھے خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ اس پسپا ہونے والی فوج کے سردار عکرمہ اور ان کے چچا حارث بن ہشام تھے۔ عکرمہ نے کہا: "رسول اللہ صلعم کے مقابل ہر لڑائی میں میں لڑا۔ اور آج حمایت دین میں لڑنے کا موقع ملا ہے تو بھاگ جاؤں گا جو کوئی موت کا شائق ہو میرے ہاتھ پر آ کے بیعت کرے"۔ یہ سنتے ہی ان کے چچا حارث ضرار بن الازور اور چار سو شہسواران عرب نے دوڑ دوڑ کر جوش وخروش سے ان کے ہاتھ پر بیعت موت کی اور صف اعدا میں گھس پڑے۔ خاص خالد کے

خیمے کے آگے یہ حضرات جان پر کھیل کے لڑے۔ حتی کہ ان میں سے کوئی بھی زخمی ہونے سے نہ بچا۔ جن میں سے بعض تو اچھے ہو گئے اور بعض نے شربت شہادت پیا۔ خود خالد بن ولید اور ان کے پہلو بہ پہلو جرجہ بڑی جان بازی سے لڑے۔ یہاں تک کہ دن ختم ہوتے ہوتے جرجہ نے بھی وہ جامِ فردوس رساں پی لیا۔ جس کے شوق میں اس نے کفر و تثلیث سے توبہ کی تھی۔

ظہر و عصر کی نمازیں لوگوں نے لڑتے لڑتے اور اشاروں میں ادا کیں۔ لیکن اب رومیوں کے قدم کو لغزش ہونے لگی تھی۔ یہ دیکھکر خالد نعرۂ تکبیر بلند کر کے دشمنوں کے قلب فوج میں گھس گئے۔ وہ ان کے سواروں اور پیدل کے بیچ میں تھے اور حریفوں کو مار مار کے گرا رہے تھے ان کے اس حملے سے اکثر رومی سواروں کو شکست ہو گئی۔ چنانچہ وہ پیدلوں کو میدان میں چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمانوں نے رومی سرداروں کو بھاگتے دیکھا تو ان کو ہر طرف اپنے درمیان میں سے نکل جانے کا راستہ دیدیا۔ یوں دشمنوں کے بہت سے سوار بھاگے اور میدانِ کارزار سے نکلتے ہی ہر طرف منتشر ہو گئے۔

لیکن اب پیدلوں پر مسلمانوں کی سخت یورش تھی۔ اور وہ بہت بری طرح قتل ہو رہے تھے۔ آخر وہ کٹتے مرتے اپنے خندقوں کی طرف چلے۔ مگر ان سے زیادہ کوشش خندقوں میں پہنچنے کی ان لوگوں نے کی جو باہم زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اور ان کی مزاحمت میں اور پیدلوں کو راستہ نہ ملتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر قیقاد اور شرفاد معززین روم کے ایک گروہ نے اپنے منہ اپنی ٹوپیوں میں چھپا لئے اور خاموش بیٹھ گئے اور اسی طرح کپڑوں میں لپٹے ہوئے

مارے گئے۔

اب خالدؓ لڑتے اور دشمنوں کو بھگاتے ہوئے رومی خندق کے پار ہوگئے تھے۔ جہاں وہ دشمنوں کے پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ ہرقل کے بھائی تدارق کے خیمے میں اُترے اور دشمنوں کا کہیں تپہ نہ تھا۔ یہ رات انہوں نے یہیں بسر کی۔ صبحکو عکرمہ بن ابی جہل اور ان کا بیٹا عمرو بن عکرمہ جو سخت زخمی اور جاں بلب تھے خالدؓ کے سامنے لائے گئے۔ خالدؓ نے وفور غم سے عکرمہ کے زانو اور عمرو کی پنڈلیوں پر سر رکھدیا۔ ان کے نورانی چہروں پر ہاتھ پھیرا۔ ان کے حلقوں میں پانی ٹپکایا اور کہا" واہ! عمرو کا خیال تھا کہ ہمیں شہادت نہ نصیب ہوگی"

یہ ایسی سخت اُمید و بیم کی لڑائی تھی کہ مسلمان عورتوں کو بھی اس میں لڑنا اور جوہر شجاعت دکھانا پڑا۔ وہ آزمائش میں پڑیں۔ اور خدا نے اُن کو آخر تک ثابت قدم رکھا۔ اور صحابیوں اور صحابیہ خاتونوں کی کوشش اور برکت سے اسلام کو یہ ایسی فتح ہوئی ہے جس کے بعد اب رومیوں کو کسی جگہ پورے حوصلے سے لڑنے کی جرأت نہ ہوگی۔ اور اب سارے فلسطین و شام کو مسلمانوں کے قبضے میں سمجھیے۔

مجھے یقین ہے کہ میرا یہ خط پہنچنے کے وقت یا اس کے دو چار ہی روز بعد مسلمان فوجیں بصرے میں پہونچ جائیں گی۔ اور آپ کا شہر زیر سایہ توحید ہوگا۔ والسلام

فدائے دین و ایمان۔ سلمان

علمِ توحید اور بُصریٰ کا محاصرہ

یہ خط پڑھ کے استفانوس و سفانہ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کا افسوس ہوا مگر استفانوس نے کہا۔ "جس طرح ابو بکر صدیقؓ نے حضرت رسالت کی وفات کے وقت فرمایا تھا کہ جو شخص محمد (صلعم) کو پوجتا ہو وہ سُن لے کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مگر جو خدا کو پوجتا ہو وہ یاد رکھے کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا۔ اسی طرح آج میں کہتا ہوں کہ جو کوئی ترقیٔ اسلام کو ابو بکر صدیقؓ کی زندگی سے وابستہ خیال کرتا ہو وہ سُن لے کہ ابو بکرؓ مر گئے اور جو یہ سمجھتا ہو کہ دینِ پیغمبر آخر الزماں برحق ہے اور وہ روز بروز ترقی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اُسے نہ بھولنا چاہیے کہ دین ویسا ہی قائم و برقرار ہے اور جب تک تمام اُمم و اقوامِ عالم میں نہ پھیل جائے گا اس کی ترقی نہ رُکے گی۔"

سفانہ۔ "بیشک اور مجھے یقین ہے کہ عہدِ فاروقی صدیقِ اکبر کے زمانے سے زیادہ باشان و شوکت ثابت ہوگا۔ اور اس خط ہی سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہی چار روز میں اسلامی فوجیں یہاں پہنچا چاہتی ہیں۔"

استفانوس۔ "میں کل بُصریٰ میں جا کے پتہ لگاؤں گا۔ یرموک میں مسلمانوں کے فتحیاب ہونے کی خبر ہم کو اُن لوگوں سے معلوم ہو گئی تھی مگر ہمیں یقین نہ آیا تھا۔"

سفانہ۔ "جی ہاں ضرور جایئے۔"

اِس وعدے کے مطابق دوسرے روز صبح ہی کو استفانوس بُصریٰ میں گیا تو سارے شہر میں عجیب ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ فوجی حلقوں میں سخت پریشانی نظر آئی۔ قلعہ کی شہر پناہ ہر طرف سے صاف کی جا رہی تھی جہاں جہاں سے ٹوٹ گئی تھی وہاں بڑی مستعدی اور عجلت کے ساتھ مرمت ہو رہی تھی۔ رعایا میں سے جوان اور تندرست لوگ فوج کے لئے زبردستی پکڑے جا رہے تھے۔ راہبوں اور مقتداؤں سے کہدیا گیا تھا کہ روز صبح و شام خضوع اور خشوع سے فتح و نصرت کی دعا مانگا کریں۔ اس حکم کے بموجب تمام گرجوں میں نہایت پابندی سے دو وقتہ نماز ہوتی اور اس میں اکثر اہل شہر شریک ہوتے۔ تاجرانہ قافلے جو کارواں سراؤں میں پڑے ہوئے تھے جلدی جلدی اسباب باندھ کے بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ یہی نہیں اکثر امرار و معززین شہر کے لڑکے بالے اور بیوی بچے بھی ضروری سامان لے کر آبادی سے نکلے جاتے تھے۔

شہر پناہ اور شہر کے تمام پھاٹکوں پر زبردست فوجی پہرہ مقرر تھا۔ باہر والے پہچان کے اور بڑی تحقیق و تفتیش کے بعد داخل ہونے پاتے چنانچہ استفانوس کو بھی مشکل سے اندر جانے کی اجازت ملی اس کو موجودہ حالات کے دریافت کرنے کی اسقدر دھن تھی کہ شہر میں داخل ہوتے ہی چاروں سمتوں میں جتنے پھاٹک تھے سب پر گیا اور معائنہ کیا کہ حفاظت شہر کے لئے کیا تیاریاں ہو رہی ہیں۔ شمالی پھاٹک پر تھا اور دوپہر ڈھل چکی تھی کہ یکایک غل ہوا دشمن آ گئے! یہ سنتے ہی شہر کے باہر نکل کر اُس نے نظر دوڑائی تو سامنے بہت فاصلے پر غبار کی ایک صف نظر آئی جو مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی

تھی اور یقین دلاتی تھی کہ اس کے دامن میں کوئی لشکر عظیم بڑھتا چلا آتا ہی تھوڑی دیر تک اس گرد کو شوق سے دیکھتا رہا اور اب جو پلٹ کے دیکھا تو شہر کا پھاٹک بند ہو چکا تھا۔ فصیل کے بُرجوں پر منجنیقیں سیدھی کی جا رہی تھیں۔ اور ہزاروں کماندار صف باندھے کھڑے تھے کہ دشمنوں کے قریب آتے ہی تیر باری شروع کر دیں۔ اب اس نے غور کیا تو بالکل تنہا تھا۔ جتنے آدمی تھے شہر میں جا کے چھپ رہے اور وہ لوگ بھی جو شہر کے باہر رہتے تھے مکان چھوڑ چھوڑ کے اندر چلے گئے۔ اب استفانوس کو نظر آیا کہ میں نہایت ہی خوفناک مقام میں ہوں ایک کچی دیوار کی آڑ میں خاموش بیٹھ گیا۔ اور آنے والے لشکر کا انتظار کرنے لگا بڑی دیر کے بعد اُس گرد کا دامن چاک ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ یہ کوئی آندھی یا طوفان نہیں بلکہ واقعی زبردست لشکر ہے۔ چند منٹ بعد استفانوس کو یقین ہوا کہ یہ لشکر بھی رومی نہیں بلکہ اہل بُصریٰ کے خیال کے مطابق حملہ آور اہلِ عرب ہیں۔ شہر سے دو تین میل کے فاصلے پر یہ لوگ ٹھہر گئے۔ مگر ان کا ایک رسالہ تیزی کے ساتھ بڑھتا ہوا شہر پناہ کے قریب آیا کہ پھاٹک کھلا ملے تو بلا تامل اندر گھس پڑیں۔ مگر پھاٹک بند تھا اور شہر پناہ کے اوپر سے تیر برس رہے تھے۔ کچھ دیر تک انہوں نے بھی تیر اندازی کی۔ اور اس کے بعد واپس چلے۔ اب استفانوس نے دیکھا کہ یہ عرب جو عمامے باندھے ہوئے تھے اور عربی گھوڑوں پر سوار تھے شہر کے گرد پھیل رہے ہیں اور جا بجا ان کے خیمے نصب ہوتے جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کے استفانوس اپنی جگہ سے نکل کے ان لوگوں کی طرف چلا اور چلتے چلتے ایک عرب جماعت میں پہنچا۔ جو خیمے نصب کرنے میں مصروف

تھی۔ استفانوس کو دیکھ کر ان لوگوں میں سے دو شخص قریب آئے اور پوچھا "کیا تم اہلِ بصریٰ کی طرف سے آئے ہو۔ اور ہمارے سردار سے ملنا چاہتے ہو؟"

استفانوس:۔ جی ہاں میں آپ کے سردار سے ملنا چاہتا ہوں"! یہ سنتے ہی ایک عرب اُس کو اپنے ساتھ لے کے چند ممتاز شہسواران عرب کی طرف لے چلے جو سارے لشکر سے الگ گھوڑوں پر سوار کھڑے تھے۔ ان کے قریب پہنچتے ہی اس عرب نے کہا:"یا امیر! یہ مسیحی راہب بصری والوں کا کچھ پیام لائے ہیں"۔ یہ سنتے ہی اُن سواروں میں سے ایک دُبلے پتلے سن رسیدہ شخص نے استفانوس کی طرف دیکھا

اور ساتھ ہی استفانوس کی زبان سے نکلا:"السلام علیکم"مسلمان سردار نے "وعلیکم السلام" کہہ کر حیرت کے لہجے میں کہا:"مسلمان اور راہب حالانکہ رسولِ اکرم نے فرمایا ہے"۔ لا رہبانیۃ فی الاسلام"۔

استفانوس:۔ "یہ میں جانتا ہوں کہ اسلام میں رُہبانیت حرام ہے۔ مگر میں ایک مسیحی راہب ہوں جو خود ہی حضور سرورِ عالم کی خدمت میں حاضر ہو کے مشرف بہ اسلام ہوا"۔

مسلمان سردار:۔ "مرحبا! مرحبا!! الحمد اللہ کہ توحیدِ اسلام کے دلدادہ بصریٰ میں موجود ہیں"۔

استفانوس:۔ "جی ہاں یہاں چند اور مسلمان بھی ہیں اور سب میری طرح رہبانیت چھوڑ کے مسلمان ہوئے ہیں۔

مسلمان سردار:۔ "مگر یہ رہبانیت کی وضع دھوکا دیتی ہے"۔

استفانوس "آیندہ ہم لوگوں کی یہ وضع نہ رہے گی۔ یہ وضع اسی وقت تک تھی جب تک ہمیں مسیحی حاکموں کی اطاعت میں زندگی بسر کرنا پڑتی تھی۔ اور اپنی خانقاہ پر قبضہ رکھنا تھا۔ اب آپ فرمائیں کہ مسلمانوں میں سے آپ کون بزرگ ہیں۔ جنھوں نے بصریٰ فتح کرنے کا کام اپنے ذمے لیا ہے"۔

مسلمان سردار " میں شرحبیل بن حسنہ کاتب وحی رسالت ہوں۔ بتایئے آپ اہلِ بصریٰ کا کیا پیام لائے ہیں؟"

استفانوس " میں فقط محترم صحابی رسول اور معزز فاتح بصریٰ کی زیارت کو آیا ہوں"

شرحبیل " آپ یہاں کیا کرتے ہیں؟"

استفانوس " میں ولی بحیرا کا جانشین ہوں اور ان کی خانقاہ کا مہتمم ہوں"

شرحبیل " مرحبا! مرحبا! آپ استفانوس ہیں جن کا حال میں نے بارہا اپنے دوست سلمان فارسی سے سنا ہے"

استفانوس نے اس کے جواب میں بحیرا اور ماہ بہ کے تمام واقعات اوّل سے آخر تک بیان کئے۔ پھر کہا " میری تمنا ہے کہ آپ اور آپ کے ہمراہیوں میں سے چند معزز و محترم صحابی میری خانقاہ میں تشریف لے چلیں بلکہ وہیں قیام فرمائیں اور جب تک یہاں قیام ہو۔ ہمارے مہمان رہیں۔ وہاں ایک مومنہ صالحہ بھی موجود ہیں جو آپ کے قدم چومنے کی بے حد مشتاق ہیں اور وہ عدی بن حاتم کی بہن سفانہ ہیں جو اپنے بھائی سے ملنے کے شوق میں نہایت ہی بیتاب و بیقرار ہیں۔

شرجیل: "اور اُن کے بھائی عدی میرے ساتھ یہاں آئے ہیں۔"
استفانوس۔ الحمد اللہ کہ وہ بھی یہاں آ گئے۔ ان کی بہن ان سے مل کر بے انتہا خوش ہوں گی۔

اب شرجیل بن حسنہ نے استفانوس کو ایک گھوڑا دیا۔ اور اُسے ساتھ لے کر بُصریٰ کی شہر پناہ کے نیچے نیچے مشرق کی طرف روانہ ہوئے۔ استفانوس ہر پھاٹک اور کھڑکی پر پہنچ کے سپہ سالارِ عرب کو بتاتا کہ یہاں فلاں قسم کے لوگوں کی آبادی ہے اور فوجی انتظام ایسا ہے۔ ایک مشرقی پھاٹک پر عدی بن حاتم ملے جو بڑی مستعدی کے ساتھ مجاہدین بنی طے اور بنی اسد کے پڑاؤ کا انتظام کر رہے تھے۔ شرجیل بن حسنہ کو دیکھ کر قریب آئے اور ساتھ ہی استفانوس کو پہچان کر لپٹ گئے۔ نہایت ہی گرمجوشی سے ملے اور اپنی بہن کی خیریت پوچھی۔
استفانوس نے خیریت بیان کی اور شرجیل بن حسنہ اُن کو اور چند اور اصحابِ رسول اللہ صلعم کو اپنے ساتھ لے کر خانقاہ میں آئے۔ یہاں پہلے سفانہ کے پاس گئے جو منہ پر نقاب ڈالکر ان بزرگوں سے ملیں۔ بھائی بہن کا ملنا ایک نہایت ہی مؤثر منظر تھا۔ اب سب ساتھ بیٹھکر لطف و محبت کی باتیں کرنے لگے۔ کچھ کھایا پیا اور اب شرجیل جانے کو تھے کہ سلمانؓ فارسی کا نیا قاصد ناتمے کو دوڑاتا ہوا آیا اور استفانوس کے سامنے ان کا خط پیش کیا۔ شرجیل۔ عدی۔ سفانہ اور دیگر صحابیوں کو جب معلوم ہوا کہ یہ سلمانؓ فارسی کا خط ہے اور مدینے سے آیا ہے تو سب اس کے مشتاق ہوئے اور استفانوس نے اُس کو سنانا شروع کیا۔ جو حسب ذیل تھا۔

جناب سلمانؓ کا اکیسواں خط

از جانب شیدائے رسول ذی شان سلمانؓ بنام عاشق حضرت رسول انام استفانوس خیر فرجام۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد حمد خداوند جل و علیٰ و نعت احمد مصطفیٰ امید ہے کہ اب آپ اوج دین الٰہی کا کر و فر اور عساکر خلافت نبوی کا شکوہ دیکھ رہے ہوں گے۔ اصحاب نبی کی صحبت سے فیض یاب ہوں گے۔ اور بصریٰ فتح ہو چکا ہو گا۔ یا فتح ہونے کے قریب ہو گا۔ اور چونکہ ان بزرگوں کی زبانی آپ فتوحات فلسطین و شام کے مفصل و مشرح حالات سن چکے ہوں گے۔ لہذا میں آپ کو ان واقعات کی اطلاع دیتا ہوں جو امام الامتہ صدیق اکبرؓ کے آخر عہد ہمایوں تک مملکت عجم میں پیش آئے۔

خالدؓ کو رخصت کرنے اور ان کے شام چلے جانے کے بعد مثنیٰ حیرہ میں رہے۔ جا بجا انہوں نے مسلمانوں کے کیمپ قائم کئے اور خالدؓ کے جانے کے چند روز بعد مملکت عجم کا انتظام بھی بظاہر درست ہو گیا۔ اس لئے کہ وہاں شہر یزان بن اردشیر بن شہریار شاپور تخت نشین ہوا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی مثنیٰ کے مقابل ایک لشکر عظیم بھیجا جس کا سپہ سالار ہرمز جاذویہ تھا۔ اور دس ہزار بہادران عجم اس کے علم کے نیچے تھے مثنیٰ اس لشکر کی روانگی کی خبر سنتے ہی اس کی طرف بڑھے اور بابل کے کھنڈروں میں پہنچکر پڑاؤ ڈالا۔ ان کی آمد سن کر ہرمز جاذویہ آگے بڑھا تاکہ مقابلہ کرے۔

اسی دوران میں کسریٰ شہریزان کی ایک تحریر مثنیٰ کے نام آئی جس کا

مضمون یہ تھا کہ " میں تمہارے مقابل جنگلی اور وحشی فارسیوں کا زبردست لشکر بھیجتا ہوں یہ لوگ علی العموم مرغیاں پالنے اور سُؤر چرانے والے ہیں میرا تمہارا مقابلہ انہیں لوگوں کے ذریعے سے ہوگا۔ مثنیٰ نے اس کے جواب میں لکھ بھیجا " تم یا تو خود پرست و سرکش ہو یا جھوٹے ہو۔ پہلی بات ہے تو یہ تمہارے لئے بُرا اور ہمارے لئے اچھا ہے اور دوسری بات ہے تو اس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ خدا اور بندوں دونوں کے سامنے زیادہ ذلیل و رسوا ہوں گے وہ جھوٹے بادشاہ ہیں۔ تمہاری اس تحریر سے ہم پر جو اثر پڑا یہ ہے کہ تم نے یہ لکھ کر اپنے آپ کو اور زیادہ ضرر پہنچا لیا۔ ہم خدا کے شکر گذار ہیں کہ تمہارے مُرغی پالنے اور سُؤر چرانے والوں کو اُس نے تمہیں پر مسترد کر دیا۔"
یہ تحریر جو دربار عجم میں پہنچی تو اہلِ عجم زیادہ منغص ہوئے اور وارث دیہیم آل ساسان اپنی بوٹیاں کاٹنے لگا۔

اب بابل میں ہرمزان اور مثنیٰ کا سامنا ہوا۔ سامنا ہوتے ہی لڑائی چھڑ گئی اور بڑی سخت لڑائی ہوئی لشکر ایران میں ایک کوہ پیکر ہاتھی تھا۔ وہ جدھر رُخ کرتا مسلمانوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتا۔ مثنیٰ نے یہ حالت دیکھی تو دل میں کہا اِس ہاتھی کی بلا کو دور کرنا میرا کام ہے۔ چنانچہ چند جانباز رفقا کو ساتھ لے کر انہوں نے ہاتھی پر ہر طرف سے یورش کی۔ اور اسے نیزوں سے اور برچھیوں سے چھید کے قتل کر ڈالا۔ ہاتھی کے گرتے ہی ایرانیوں کو شکست ہو گئی۔ اس لئے کہ اُن کے لڑنے کا دارومدار اسی ہاتھی پر تھا۔ الغرض ہاتھی کے مارے جاتے ہی عجمی بھاگے۔ عربوں نے ان کا تعاقب کیا

اور اُن کے پیچھے پیچھے اُن کو قتل کرتے ہوئے برابر مدائن تک چلے گئے۔

دربارِ عجم میں اِدھر اس شکستِ عظیم کی خبر پہنچی، اور اِدھر کسریٰ ہرمز ان کا دمِ واپسین تھا۔ وہ مرا۔ خاموشی سے دخمہ میں لٹایا گیا۔ اور ایرانیوں میں پھر وہی تخت نشینی کے جھگڑے پیدا ہو گئے۔ دجلہ کے اس طرف جتنا علاقہ تھا سب مثنیٰ کے زیرِ حکومت اور قلمروِ خلافت میں شامل تھا۔

اب سب ایرانیوں نے ملکر کسریٰ کی بیٹی دخت زنان کو تخت پر بٹھایا اس لئے کہ خاندان شہریاری میں کوئی مرد موجود نہ تھا مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حکم جاری کرے۔ تخت سے اُتار دی گئی اور شہر نیران کا بیٹا شاپور مالک تاج و دیہیم خسروی بنایا گیا اس نے عنانِ شہریاری ہاتھ میں لیتے ہی فرخ زاد بن بندوان کو وزیر اعظم منتخب کیا۔ فرخ زاد نے مسندِ وزارت پر بیٹھتے ہی شاپور سے درخواست کی کہ کسریٰ پرویز کی بیٹی آزرمی دخت سے میرا نکاح کرا دیجئے۔ شاپور نے وزیر کی درخواست منظور کر لی۔ مگر آزرمی دخت نے جو یہ سُنا تو اس پر نہایت برافروختہ ہوئی اور ایک زبردست سردار عجم سیاوش رازی سے شکایت کی۔ اس نے شاہزادی کو مشورہ دیا کہ آپ بظاہر فرخ زاد کی ہوس کے خلاف کر کے اسے اپنا دشمن نہ بنائیں بلکہ حکمت عملی سے کام لیجئے شادی منظور کرکے وزیر فرخ زاد کو اپنے محل میں بلائیے اور جس وقت وہ آئے مجھے خبر کر دیجئے۔" آزرمی دخت نے یہی کیا۔ شادی ہوئی اور وزیر عجم خانہ عروس میں دولہن کے رخصت کرنے کو آیا۔ یکایک سیاوش ایک کونے سے نکلکر اس پر جھپٹ پڑا۔ اور اسی گھڑی اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کو قتل کرتے ہی آزرمی

دخت اور سیاوش دونوں نے جا کر شاپور کا مکان گھیر لیا۔ اندر گھس کے شہریار عجم کو بھی قتل کر ڈالا۔ جو جلوس کے ساتھ ساسانی نسل کی دولہن کی برات میں آنے والا تھا۔

اب آزرمی دخت تختِ عجم پر جلوہ افروز ہوئی اور یہ ایسے پولیٹکل جھگڑے تھے کہ انہوں نے ایرانیوں کو چند روز کے لئے عربوں کے حملے بھلا دیئے۔

اِدھر مثنیٰ کے پاس چند روز تک بارگاہ خلافت و امامت سے کوئی حکم نہ پہنچا تو متردد ہوئے۔ آخر بشیر بن خصاصیہ کو جیوش اسلامیہ کی سپہ سالاری پر چھوڑ کے مدینہ طیبہ میں آئے کہ بذات خود حاضر ہو کر مشرکین عجم کے حالات بیان کریں اور اس بات کی اجازت لیں کہ مرتدوں میں سے جن لوگوں کی توبہ قبول ہو کر قابل اطمینان ثابت ہوئی ہو ان کو بھی عساکر اسلام میں بھرتی کر کے جہاد میں ان سے مدد لی جائے۔ اس لئے کہ وہ لوگ لڑائی کے بیحد شائق ہیں۔ غرض ان مقاصد سے مثنیٰ مدینہ طیبہ میں آئے اور ابو بکر صدیق کو اس حال میں پایا کہ چند روز بیمار رہ کے اچھے ہوئے تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعات بیان کیے اور تائب مرتدوں کی سفارش کی۔

مگر جناب امام الامۃ صدیق اکبر کی یہ تندرستی اصلی صحت نہ تھی بالکل محض ایک سنبھالا تھا اسی روز شام کو طبیعت ایسی بگڑی کہ عمر فاروق کو بلا کے اُن کی جانشینی کی وصیت کی۔ اور ظاہر کر دیا کہ یہی رات میری زندگی کی آخری شب ہے۔ اور یہی ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ دعا مانگتے ہوئے وہ دنیا سے رخصت ہو گئے کہ خداوند مجھے مسلمان اٹھا! بہر حال حضرتِ

صدیق کی وفات مثنیٰ کے سامنے ہوئی جس کا حال آپ کو گذشتہ تحریر سے معلوم ہو چکا ہے۔

عمرؓ فاروق نے ان کی تجہیز و تکفین کی۔ نماز جنازہ پڑھائی اور دوسرے دن مسلمانوں نے بالاتفاق ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جن میں علیؓ مرتضیٰ اور عثمانؓ بھی شریک تھے۔ جناب فاروق نے مثنیٰ کو اپنی ہدایتوں کے ساتھ عراق کی طرف روانہ کر دیا۔ جہاں امید ہے کہ عنقریب ائمہ دین اسلام سریر و دیہیم ساسانی کے وارث ہو جائیں گے۔ اور خدا کرے کہ آپ کی طرف بھی جلد فتوحات اسلامیہ درجہ کمال کو پہنچ جائیں۔ اور ساری دنیا توحید کی دلدادہ اور خدائے واحد متعال کی پوجنے والی ہو جائے۔

والسلام

دلدادۂ ایقان و ایمان سلمانؓ

خاتمہ

مذکورہ بالا خط سنکر شرجیل بن حسنہ۔ عدی بن حاتم۔ ان کی بہن سفانہ استفانوس اور تمام مسلمان بہت خوش ہوئے اور بڑھی ہوئی ہمتوں اور حوصلوں کے ساتھ بُصریٰ پر حملہ اور یورشیں کرنے لگے۔ مگر رومیوں نے عربوں کے حملوں سے بچانے کے لئے اُسے نہایت مضبوطی سے قلعہ بند کر دیا تھا۔ لہٰذا

زبردست شہر پناہ اور سر بفلک برجوں پر پندرہ بیس روز تک حملہ آوران اسلام کا زور نہ چلا۔ یہاں تک کہ دو اور عساکر موحدین مسلمانوں کی کمک پر آ گئے۔ ایک کے آگے سیاہ علم رسالت رأیۃ العقاب تھا۔ جس کے سپہ سالار حضرت خالدؓ بن ولید تھے اور دوسرے پر سایہ افگن حضرت صدیق اکبرؓ کا بتایا ہوا سفید عَلم تھا جو یزید بن ابی سفیان کے ہاتھ میں تھا۔

ان دونوں لشکروں کے آنے کے بعد ایک صبح کو پانی نہ ملنے کی وجہ سے مسلمانوں نے تیمم کر کے خالد بن ولید کے پیچھے نماز پڑھی۔ سلام پھیرتے ہی گھوڑوں پر سوار ہو کے فصیل کی طرف چلے۔ بُصریٰ کے حاکم اور سپہ سالار رومانوس کو اپنی فوج کی کثرت اور بہادری اور شہر کی مضبوطی پر اسقدر ناز تھا کہ شہر کے پھاٹک کھول دیئے کہ دیکھیں عرب کس طرح اندر آتے ہیں صحبت یافتگانِ رسول اکرمؐ کا لشکر جیسے ہی شہر کے قریب پہنچا رومی لشکرِ عظیم اس شان و شکوہ سے مقابلے کو نکلا کہ آگے آگے اسقف اور راہب بھجن گاتے آتے تھے نقرۂ عود دانوں میں عود و لوبان سُلگ رہا تھا۔ کرائیت رجز کے اشعار پڑھ رہے تھے۔ سردار "بڑھو! بڑھو!" کے نعرے بلند کر رہے تھے اور اسی وقت شہر کے تمام گرجوں میں گھنٹے بج رہے تھے۔ نرسنگھے اور قرنا پھنک رہے تھے۔ جن کی آوازوں میں طبل جنگ اور جلاجل کے شور و خروش نے جب ہنگامہ محشر بپا کر رکھا تھا۔

یہ منظر مسلمانان نے دیکھتے ہی زور و شور سے "اللہ اکبر" کے نعرے بلند کئے اور "الجہاد! " "الجہاد" "الجنۃ!" "الجنۃ" کا غل مچاتے ہوئے دشمنوں

پر جا پڑے۔ عرصہ محشر بپا ہو گیا۔ جس میں بجائے مُردوں کے زندہ ہونے کے زندہ کنج لحد ڈھونڈھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک دونوں طرف یکساں جوش شجاعت نظر آتا رہا۔ لیکن چند گھنٹوں میں عربی شجاعت اور دینی حمیت نے رومی بہادری کو کمزور کر دیا۔ آخر اہل شہر بد حواس ہو کر بھاگے اور شہر کے پھاٹک بند کر لئے اب یہ سمجھ لیا گیا کہ میدان جنگ میں کامیابی غیر ممکن اور عربوں کا مقابلہ انسانی قوت سے باہر ہے۔ لہٰذا شہر کی حفاظت خدا پر چھوڑ دی گئی اور ساری شہر پناہ پر صلیبوں۔ انجیل خوانوں اور مقدس تبرکات کا حلقہ کھینچ دیا گیا۔

رومانوس نے اسوقت اہل شہر کو مشورہ دیا کہ اب عربوں سے صلح کر لینی چاہئے مگر کسی نے نہ مانا۔ اور سب نے کہا "ہماری زندگی میں شہر پر مسلمانوں کا قبضہ نہیں ہو سکتا"۔ یہ دیکھ کر رومانوس نے سپہ سالار عرب کو ایک سرنگ کا راستہ بتا دیا جو اس کے قصر سے نکل کے خانقاہ بحیرا کے قریب نکلا تھا۔ ابو بکر صدیقؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن چند جانباز رفقا کے ساتھ اس راہ سے شہر میں داخل ہوئے اور یک بیک تکبیروں کی صداؤں نے اہل شہر کو بتا دیا۔ اور گھبرا دیا کہ صلیبوں کے دائرے میں مرکز کی جگہ پر توحید کا کوکب اقبال چمک رہا ہے۔ دم بھر میں شہر کے پھاٹک کھل گئے۔ اور لشکر اسلام شہر کے اندر تھا۔

اب خالدؓ نے رعایا کے سامنے اپنے شرائط امن پیش کئے اور جب معززین شہر نے رومانوس کے پاس جمع ہو کر مشورہ کرنا چاہا تو اس نے ایک عجیب جوش کے لہجے میں سب سے کہا "میں نے دنیا و عقبیٰ دونوں میں تمہارا ساتھ

چھوڑا۔ نہ مجھے مصلوب شخص سے تعلق رہا۔ اور نہ اس کے پرستاروں سے اب میں خدا کو اپنا حاکم۔ اسلام کو اپنا دین۔ کعبہ کو اپنا قبلہ مسلمانوں کو اپنا بھائی اور محمد (صلعم) کو اپنا رسول مانتا ہوں جو ہماری ہدایت کیلئے بھیجے گئے تھے اور اس غرض سے کہ توحید کو شرک کے غل وغش سے پاک کردیں۔

اس تقریر کے بعد ہی روماناوس بُصریٰ سے نکلکر استفانوس کے پاس چلا آیا گذشتہ مخالفتوں سے معذرت خواہ ہوا اور ارادہ کیا کہ خانقاہ کے مسلمان راہبوں کے گروہ میں شامل ہو جائے مگر شرجیل بن حسنہ نے کہا کہ اسلام میں یہ طریقہ مستحسن نہیں اور توحید کے دامن کو رہبانیت کی ریاکاری و بیکاری سے پاک رہنا چاہیے۔ یہ سنتے ہی استفانوس نے کہا میں خود اس زندگی کے ترک کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں لہذا میں اور میرے تمام ہمراہی راہب تیار ہیں کہ اس دلق رہبانیت کو چھوڑ کر عام لوگوں کے کپڑے پہنیں۔ ہتھیار لگائیں۔ اور باقی ماندہ زندگی جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کردیں۔ چنانچہ ہم سب اب آپ کے ہمراہ اور آپکے لشکر کے سپاہی بن کے چلتے ہیں۔ خانقاہ مسلمان آنے جانے والوں اور تاجرانہ قافلوں کے لئے کارواں سرا کا کام دیگی اور امید ہے کہ روماناوس بھی ہمارے ساتھ رہیں گے"۔

روماناوس نے یہ تجویز قبول کی۔ سفانہ اپنے بھائی کے خیمے میں گئی سارے راہب اور استفانوس مجاہدین میں شامل ہو گئے اور اب یہ لوگ چونکہ وقتاً فوقتاً خود ہی جا کے جناب سلمان فارسی سے ملنے لگے لہذا وہ مراسلت بھی موقوف ہو گئی۔ جس سے یہ ہمارا ناول مرتب ہوا ہے"۔ (والسلام علی من اتبع الہدی)

تمام شد

کے پرستاروں سے
نوں کو اپنا بھائی اور
سمجھے گئے تھے اور

قیس و لبنیٰ

عشقیہ ناولوں میں جو امتیازی خصوصیت قیس و لبنیٰ کو حاصل ہے وہ دوسرے ناولوں کو نصیب نہیں۔ ناظرین کو اس کے مطالعہ کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ ریگستان عرب میں بدوؤں کی مہمان نوازی کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ قیس کے نغمہ ہائے شوق ان کے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ تالاب کے کنارے عرب دوشیزہ لڑکیوں کی چہل پہل ان کی نظروں کو جاذب توجہ بنائے ہوئے ہے۔ مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم نے قیس عذری اور قیس عامری کی ملاقات اور دونوں کے فراقیہ اشعار اتنے دلچسپ و دلگداز پیرایہ میں بیان کئے ہیں کہ بے اختیار دل تڑپ اٹھتا ہے۔ آخر میں حضرات حسنین کی مبارک کوششوں سے قیس کا اپنی مراد کو پہنچنا۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ خاص اہتمام سے حسب اجازت محمد صدیق حسن صاحب مالک دلگداز پریس شائع کی گئی ہے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود کتاب کی قیمت صرف ۸ عہ۔

ملنے کا پتہ:—

مکتبہ سلطانی ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی ۳

(مغربی پاکستان)